

اگست ۱۹۹۵ء

قیمت ۵۰ روپے

الانوار
المجری

الانوار

مجلت علمی و ادبی
مکتبہ اسلامیہ

کتاب و الامان

مکتبہ اسلامیہ
مکتبہ اسلامیہ

تحریک

پاکستان

نمبر



اختر صرف الابراری

نیز اہم مقام

کثر الایمان سوسائٹی (جسٹس) لاہو چھاؤنی

یہاں پر ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مفید ترین کتب نیز سو سے زیادہ اخبارات اور رسائل جرائد اور تعاریف و نعت خوانی اور دروس قرآن و حدیث کے آڈیو و ویڈیو کیسٹ بلا معاوضہ دستیاب ہیں

نوٹ: ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۲ء سے اب تک اخبارات اور رسائل جرائد محفوظ ہیں

اوقات کار

موسم گرما — یکم اپریل تا ۳۰ ستمبر — روزانہ شام ۵ تا رات ۸ بجے
موسم سرما — یکم اکتوبر تا ۳۱ مارچ — روزانہ شام ۴ تا رات ۷ بجے

پوسٹ کوڈ: ۵۲۸۱۰

۳۷۲۹۲۷-۳۷۱۹۲۷

اختر رضا الابراری دہلی و ڈھک لاہو چھاؤنی

بلا تبصرہ یہ دیوبند ہے

علوم دیوبند کے قیادت میں
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

دارالعلوم دیوبند میں سربراہ کا ذکر کیا گیا
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

جناب سربراہ اور محرم حاضر
 مجھے خوشی ہے کہ اسی جہاد میں شرکت کیلئے پیشہ
 دارالعلوم دیوبند میں سربراہ کا ذکر کیا گیا
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

انڈین نیشنل کانفرنس
 اور دارالعلوم دیوبند
 ایک جہاد دور میں
 وفاق ہونے

اس وقت کی انڈین نیشنل کانفرنس
 اور دارالعلوم دیوبند میں سربراہ کا ذکر کیا گیا
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

سوال کیا اور جواب کیا
 دارالعلوم دیوبند میں سربراہ کا ذکر کیا گیا
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

اس وقت کی انڈین نیشنل کانفرنس
 اور دارالعلوم دیوبند میں سربراہ کا ذکر کیا گیا
 شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا
 علوم دیوبند کے قیادت میں شہید و جہاد آزادی کے لئے نفاذ کیا

نوائے وقت
 نوائے وقت - نوائے وقت - نوائے وقت

آواز اور جہاد المرجب ۲۵ مئی ۱۹۶۹

قرآن پاک ہمیشہ
کنز الایمان
کہہ کر طلب کریں

ہفت سہ ماہی کا ترجمان، سہ ماہی کا ایمن
اردو انگریزی
کنز الایمان
ماہنامہ
جسٹریٹریل نمبر ۹۱۱

فیضانِ نظر
مختصر امام احمد رضا خان
حنفی قادری
رقائق

جلد: ۵
شمارہ: ۶

اگست ۱۹۹۵ء
ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

ایڈیٹر: عبد الوحید کھاناوی

ایڈیٹر: طارق محمود عزیز

چیف: محمد نعیم طہری

اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء

خصوصی اشاعت
تحریرک پاکستان نمبر

مرتبہ

زین الدین ڈیروی

قیمت موجودہ شمارہ

پچاس روپے

قیمت فی شمارہ: ۴ روپے = سالانہ ۱۶ روپے
ڈرافٹ: ماہنامہ مختصر کنز الایمان لاہور
اکاؤنٹ نمبر: ۱-۵۶۸۵ حبیب بینک لاہور کنز پاکستان

خان
مجلس اہل اہل سنت: طارق محمود، ڈاکٹر لیاقت علی نیازی
مجلس شیعہ: مرزا سراج احمد، شیخ عبد الحمید جیلانی
مجلس اہل تشیع: محمد آصف، مہاجر غلام رسول
نظامیہ: ڈاکٹر خالد قرطاری، محمود کدوی، ناصر عزیز
اشتراکات: عارف، محمود برٹ
میاں عمران صدیقی

پبلشر: ڈاکٹر محمد جمیل
پرنٹر: محمد نسیم، چاچا پرنٹنگ پریس لاہور کنز

زراعت و کاشتکاری: ۲۵ ڈاکٹر رفیعہ بیگم
پورب: ۲۳ ڈاکٹر
عرب: ۲۰ ڈاکٹر
ایران، عراق: ۵ ڈاکٹر

خط و کتابت: ڈاکٹر ڈھاکہ روڈ، صدر بازار، لاہور چھٹاؤنی
فون نمبر: ۱۹۲۷ — ۲۹۲۷ پوسٹ کوڈ: ۵۴۸۱۰

سید کبیر علی منٹر، ڈھاکہ روڈ، صدر بازار، لاہور چھٹاؤنی، فون نمبر: ۳۷۳۷ — ٹائٹل: محمد الیاس نقشبندی

اس شمارے میں

۱۳- مسلم لیگی اور قوم پرست مولوی	۱۱- ارشادات
۱۴- پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	۱۲- تعارف کٹر الایمان سوسائٹی
۱۵- مخالفت بعد تقسیم ہند	۱۳- نعت مہتمم
۱۶- خطاب یافتہ مولوی	۱۴- اداریہ
۱۷- متضاد بیانات	۱۵- پس منظر
۱۸- دوقوی نظریہ اور سنی علماء و مشائخ	۱۶- ہندو ذہنیت اور قوم پرست مسلمان
۱۹- کانگریس اور سنی علماء و مشائخ	۱۷- ہندووں کا سرمایہ
۲۰- مسلم لیگ اور سنی علماء و مشائخ	۱۸- کانگریس اور مسلمان
۲۱- قائد اعظم اور سنی علماء و مشائخ	۱۹- جمعیت العلمائے ہند
۲۲- پاکستان اور سنی علماء و مشائخ	۲۰- ایک قوی نظریہ
۲۳- انتخابات ۱۹۷۶ء میں سنی علماء و مشائخ کا کردار	۲۱- قائد اعظم اور قوم پرست مولوی
۲۴- ایک الزام کا جواب	۲۲- مسلم لیگ اور قوم پرست مولوی
۲۵- قائد اعظم اور قرآن	

جس میں چاروں صحیفوں اور آزاد کثیر سے

نامور علماء، مشائخ، مفکر، دانشور،

قانون دان، شاعر، ادیب،

صحافی، قلم کار اور نعت خواں

حضرات امام اہلسنت کو خراج

تحسین پیش کریں گے

آپ بھی

تشریف لائیں۔

بیتین
امام اہلسنت حضرت
امام احمد رضا خان
قادیانی بریلوی
سیدنا شاہ کلید

بتاریخ 28 اکتوبر 1996
بروز پیر 1 بجے
بعد دوپہر

۱۰ ویں سالانہ
انشاء اللہ
امام احمد رضا خان
شاہراہ قائد اعظم لاہور میں
نہایت شان و شوکت سے منعقد ہو رہا ہے،
(نصیحت پرست بھی شرکت کر سکتے ہیں)

پاکستان کٹر الایمان سوسائٹی 1422/6 دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی
371927/372927

ارشادات رب العالمین جل مجدہ - اللہ کی راہ میں ہجرت

اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا خدا اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش کے ساتھ رہے گا۔ اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ رہے گا اور اللہ کے فضل سے وہ جہنم میں رہے گا۔ از امام احمد رضا بریلوی مدظلہ ۵ سورہ النساء آیت ۱۰۰

اس سے پہلے آیت جب نازل ہوئی تو چند عجمی بن غنیمہ لیبی نے اس کو سنا یہ بہت بوڑھے شخص تھے کہنے لگے کہ میں مستثنیٰ لوگوں میں سے ہوں کیونکہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ جس سے میں مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم کہ کرم میں اب ایک رات نہ سو سکوں گا مجھے لے چلو چنانچہ ان کو چار پائی پر لے کے چلے مقام تنعیم پر آکر ان کا انتقال ہو گیا آخر وقت انہوں نے اپنا دایا ہاتھ بائیں ہاتھ کے ساتھ رکھا اور کہا یا رب یہ تیرا اور یہ تیرے رسول (ﷺ) کا میں اس پر بیعت کرتا ہوں جس پر تیرے رسول (ﷺ) نے بیعت کی یہ خبر پاک صحابہ نے فرمایا کاش وہ مدینہ پہنچے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک بنے اور کہنے لگے جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس وعدے اور اس کے فعل و کرم سے کیونکہ بطریق استحقاق کوئی چیز اس پر واجب نہیں اس کی شان اس سے عالی ہے مسئلہ جو کوئی نیک کار ارادہ کرنے اور اس کو پورا کرنے سے عاجز ہو جائے وہ اس اطاعت کا ثواب پائے گا

مسئلہ طلب علم - جہاد - حج - زیارت - طاعت - زہد و قناعت اور رزق حلال کی طلب کے لئے ترک وطن کرنا خدا اور رسول (ﷺ) کی ہجرت ہے اس راہ میں مرنے والا اجر پائے گا۔ از - صدر الافاضل مولانا سید محمد قسیم الدین مراد آبادی مدظلہ

ارشادات رحمت اللعالمین ﷺ

تمام اعمال کا ثواب نیوٹوں سے ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو وہ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے واسطے ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہوگی۔ اس میں خفاق کی ایک نسبت ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے (۱) جب اہل ایمان بنائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب کسی سے ہولی عہد کرے تو عہد شکنی کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو بد زبانی کرے۔

ایمان کی شائیں ساتھ سے کچھ زیادہ ہیں اور "حیا" ایمان کی ایک بہت بڑی شاخ ہے

(بخاری و مسلم)

ارشادات احمد رضا خان مدظلہ

ہندو سے بدتر اور ہندو انگریز سے بدتر ہے۔ مسٹر گاندھی کو مافوق کتنا سخت تعظیم مشرک و کفر ہے۔ غیر مسلم چاہے انگریز ہوں یا ہندو یا مسلمان ان کے مخالفوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ انگریز یا ہندو پر اعتبار کرنا خود اپنے پاؤں پر کھڑی مارنے کا حکم ہے۔ ان سے اتحاد کرنا کسی بھی عقلی و نقلی دلیل کی رو سے جائز نہیں، مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ کسی مشرک کو امام بنا کر اپنی امیدوں کا مرکز بنانے کی بجائے اپنی طیبہ تنظیم قائم کریں اور اسے مستحکم کرنے کی خاطر اپنی توانیاں صرف کریں۔ کچھ لوگوں نے ان کی نظریہ کو انگریز کی ایجاد قرار دے کر مسٹر گاندھی کی سربراہی کو اسلام کے لئے مفید سمجھا دراصل ان کی ایک آنکھ کھلی اور دوسری بند مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا حرام ہے، وطن کی آزادی کے لئے مسلمان ہندوؤں میں مدغم ہونے کے بجائے اپنی طیبہ

کنز الایمان سوسائٹی

مختصر تحریک

لاہوری میں ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں متبعین ہیں۔
اور ۱۰۰ سے زائد رسائل و جرائد کے علاوہ اخبارات اور طباعت نامہ کی
تعداد بہت خفائی اور دوسری قرآن کے آئینہ گوئی کیست عوام کے استفادہ
کے لئے بلا محاذ موجود ہیں۔
قرب و جوار کے تشنگان علم شام کے اوقات میں لاہوری ہرگز
ہوتے ہیں۔ لاہوری کے قیام کے لئے کراہ تک کے اخبارات و رسائل و
جرائد کے قائل بھی محفوظ ہیں۔

اسی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی ذات بڑی ممتاز
تعارف ہیں۔ وراثت اسلام اس عظیم شخصیت کے کارناموں سے بخوبی
واقف ہے۔ خصوصاً تعقیف و تالیف میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ
الرحمت کو اعلیٰ مقام حاصل ہے جہاں انہوں نے مختلف علوم و فنون پر ایک
ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کیں وہاں انہوں نے قرآن حکیم کا ترجمہ عام
”کنز الایمان“ بھی کیا یہ ترجمہ ان کی دوسری تصانیف کی طرح ان کے عشق
رسول ﷺ کا آئینہ وار ہے۔

کنز الایمان سوسائٹی کا قیام اسی ترجمہ قرآن حکیم کی ترویج و اشاعت
کے سلسلہ میں مارچ ۱۹۸۳ء میں عمل میں آیا۔

۲۔ قاری کلاس

سوسائٹی کی جانب سے چالیس روزہ قاری کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے
جن میں سولہ سال سے چھٹہ سال کی عمر تک کے احباب نامعلوم قرآن پاک
کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ سینکڑوں طلباء اس کلاس کے ذریعے نامعلوم قرآن
پاک پڑھ چکے ہیں۔ قاری کلاس کے طلباء کو کورس کی کتابیں اور کاپیاں
پہن و نچہ بھی سوسائٹی کی طرف سے مفت مہیا کی جاتی ہیں اور کلاس کے
اختتام پر استاد و دیگر کتب کے علاوہ مترجم قرآن پاک کنز الایمان کے نسخے بھی
تمام طلبہ میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اغراض و مقاصد

- ۱۔ اردو ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ کی اشاعت و مفت تقسیم۔
- ۲۔ اختر رضا لاہوری کا قیام۔
- ۳۔ اعلیٰ حضرت فری ڈیپنری کا قیام۔
- ۴۔ گنج بخش سائنس کالج کا قیام۔
- ۵۔ اسلام کے صحیح عقائد و تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لئے غیر مطبوعہ
و کتاب کتب و رسائل کی معیاری اشاعت و تقسیم۔
- ۶۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ کی یاد میں ”امام احمد رضا کانفرنس“ کا
انعقاد۔
- ۷۔ اسلامی قومی ہتھیاروں پر خصوصی اجتماعات کا اہتمام۔
- ۸۔ درس قرآن و حدیث کا خصوصی اہتمام کرنا۔
- ۹۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہنا۔

۳۔ مقدس اوراق کو بے حرمتی سے بچانا

سوسائٹی کی جانب سے قرآن حکیم و حدیث شریف کے مقدس اوراق
کو دفتر میں جمع کر کے انہیں اسلامی طریقہ سے تلف کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ معاشرہ میں غیر شرعی حرکات روکنا

کنز الایمان سوسائٹی کی طرف سے اصلاح معاشرہ کے لئے مختلف مواقع
پر علمی مجالس کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں طلبائے کرام اپنی بصیرت افزا
تقدیر کے ذریعے معاشرہ میں موجود برائیوں کو دور کرنے میں معاون ثابت
ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سوسائٹی کی طرف سے اصلاحی پوسٹر بھی شائع کئے
جاتے ہیں جن میں عوام کو غیر شرعی رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی جاتی
ہے اب تک دس دن قبل عنوانات کے تحت ہزاروں کی تعداد میں پوسٹر شائع
کئے جا چکے ہیں۔

نہجہ: منظر اوقات سے اپیل (درگاہ حضرت میاں میر علیہ کے بارے میں)

خدمات کا مختصر جائزہ

۱۔ اختر رضا لاہوری

۱۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو دہلی روڈ صدر بازار لاہور چھاؤنی میں ”اختر رضا لاہوری
“ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ لاہوری نچوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا خان لاہوری قادری بریلوی مدظلہ
العالی صدر سنی جمعیت المسلمین ہند کے نام نامی سے منسوب ہے۔

اعلیٰ حضرت رضیہ قریٰ ڈینسری

شیخ الاسلام والسلمین امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام ابو رضا خان قادری فاضل بریلوی رحمہ کی یاد میں اعلیٰ حضرت رضیہ ڈینسری کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر غریب و متوسط طبقہ کے افراد کو علاج معالجہ کی مفت سہولتیں دستیاب ہوں گی۔

قرآن پاک کی اشاعت و مفت تقسیم

دنیا کے دیگر مذاہب کی مقدس کتب کی تقسیم مفت ہوتی ہے اس کا کوئی بدیہ نہیں لیا جاتا لیکن قرآن حکیم جو کہ دنیا کے فوے کروڑ مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے کو حاصل کرنے کے لئے بدیہ دینا چاہتا ہے۔ "کنز الایمان سوسائٹی" کا سب سے اہم اور بڑا منصوبہ یہی ہے کہ قرآن پاک کو وسیع پیمانے پر شائع کر کے اس کو مفت تقسیم کیا جائے۔ اس منصوبہ پر لاکھوں روپے کی لاگت آئے گی اس لئے اس کی اشاعت کے لئے ایک علیحدہ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے جس میں صرف اشاعت قرآن کے لئے فنڈ جمع ہوگا اس کا نام "کنز الایمان فنڈ" ہے قرآن پاک اردو، ہندی، پنجابی، پشتو، سرائیکی، سندھی، گجراتی، فارسی، عربی، انگریزی اور مقامی علاقہ دہائی دیگر زبانوں میں علیحدہ علیحدہ شائع کیا جائے گا۔

"کنز الایمان سوسائٹی" اپنے ان عظیم مقاصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہے لیکن اس گراں دور میں علوم و فنون اور آراء کی خدمت کچھ آسان کام نہیں ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ صاحب ثروت حضرات سوسائٹی کی سرپرستی فرماتے ہوئے مقدور بھر تعاون فرمائیں تاکہ یہ منصوبہ یات پایہ تکمیل کو پہنچیں۔

برسل ڈر کا پتہ

محمد نعیم طاہر رضوی - بانی و صدر

کنز الایمان سوسائٹی، دہلی روڈ لاہور کینٹ پاکستان

پوسٹ کوڈ نمبر 54800

فون نمبر:

375454 - 372927 - 371927

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، پیسہ "کنز الایمان سوسائٹی" کا ہوا کر سکتی ہے۔

محبوبہ بیگم، لاہور کینٹ پراچہ اکاؤنٹ نمبر 34-509

حضرت مولانا بخش علی صاحب نے کہا تھا یا رب کیا خاک؟
حضرت مولانا بخش علی صاحب (رحمہ) عید میلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ایک خط لکھ کر (یارب میں)۔
حضرت مولانا بخش علی صاحب کی کوئی حقیقت نہیں۔

کتاب و رسائل کی اشاعت

سوسائٹی کی طرف سے اب تک دو بار قرآن مجید کے تحت کتب و رسائل کی اشاعت کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔
۱۔ قرآن مجید (۲) چالیس احادیث نبوی علیہم (۳) دسایہ قرآن
۲۔ شاہ فہرہ کے نام کتب گہرائی۔
۳۔ ایک سو سو سہایہ کی کمی کے پیش نظر اشاعت کے خیر ہیں۔

۶۔ امام احمد رضا رحمہ اللہ کا فنڈ کا انعقاد

سوسائٹی کے زیر اہتمام ۱۹۸۷ء سے لہذا ہاں لاہور میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ کی یاد میں ہر سال ملکی سطح پر "امام احمد رضا کا فنڈ" نمائندگی و اشاعت کے ساتھ انعقاد پذیر ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے علماء، مشائخ، دانشور، علماء، ادیب، قانون دان، اور صحافی وغیرہ امام اہل سنت کو خزانہ قسین پیش کرتے ہیں۔

۷۔ ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور کا اجراء

سوسائٹی کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۹۱ء سے انگریزی اور اردو میں ماہنامہ "کنز الایمان" کا اجراء کیا جا چکا ہے جس کے ذریعے دین اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی اشاعت و ترویج کا کام کیا جا رہا ہے۔

آئندہ عزم

سچ بخش رضیہ قریٰ سائنس کالج

خدمت الاولیاء سند الاولین حضرت علی جعفری المعروف بہ داتا گنج بخش کی یاد میں سچ بخش کالج کے قیام کا منصوبہ ہے جہاں پر سچ و سچ علم کی سرپرستی کی جائے گی اور انہیں زبردستی تعلیم سے آوارہ نہ کرنے کے لئے سخت تعلیمی سہولتیں فراہم کی جائیں گی تاکہ وہ معاشروں میں اپنا مقام بنائیں۔

از امام احمد رضا بریلوی

نعت رسول مقبول ﷺ



لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن چہوں
اس غنچے دل کو بھی تو ایسا ہو کہ بن پھول
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دہن پھول
کیوں غنچے کیوں ہے میرے آقا کا دہن پھول
شہ خان بہاری کے بڑاؤ ہیں کرن پھول
ہیں دُرِ عدن لعل یمن مشک حقن پھول
لو بن گئے ہیں اب تو حسینو کے دہن پھول
لعلہ مری نغش کر اے جان چمن پھول
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کن پھول
تکے تو کہیں حسرت خوں نابہ شدن پھول
تکھڑے ہوئے جو بن میں قیامت کی پھین پھول
بلبل کو بھی اے ساقی صبا دہن پھول
یکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

سرما بقدم ہے تن سلطان زمیں چوں
صدقے میں تیرے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
تکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
یادہ ہو مل جائے مرے گل کا پسینہ
دل بست و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
شب یا تھی کن دانتوں کی شبنم کہ دم صبح
اندان و لب و زلف رخ شہ کے فدائی
بو ہوئے نہاں ہو گئے تاب رخ شہ میں
ہوں بارگنہ سے نہ خجل دوش عزیزاں
دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
دل کھول کے خول روئے غم عارض شہ میں
کیا غازہ ملا گردِ مدینہ کا جو ہے آج
گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زباں پر
ہے کون کہ گریہ کرے یا فاتحہ کو لے
دل غم تجھے گھیرے ہیں خدا تجھ کو وہ چمکائے

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی

زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

احادیث منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

کے متعلق درج ذیل کتب مشائع فرما کر ایک قوی نظریہ کو تقویت
منور پانچالی :

- (۱) پودین روزنہ جمعیت علماء ہند جلد اول و دوم
- (۲) ایچ بی خان برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار
- (۳) عبداللہ خاں لغاری : مولوی : مولانا عبداللہ سندھی کی
سرگزشت کامل

یہاں اس حقیقت کا اعتراف کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے
کہ جہاں حکومت نے اس جانب توجہ نہیں دی وہاں ان محسنین
قوم کے پسماندگان، حقیقت مندوں اور خدام نے بھی کوئی قابل
ذکر کام نہیں کیا، نتیجتاً اب کانگریس نواز طبقہ اپنے آپ کو
پاکستان کا بانی اور سنی بریلوی حضرات کو مخالف تحریک پاکستان ثابت
کرنے کی ننگ و دو کر رہا ہے، اگر اس بے بنیاد پروپیگنڈہ کا
سدباب نہ کیا گیا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ بھوت ج اور
چج بھوت کی جگہ لے لے یہ صرف ایک مکتب فکر کا نقصان
نہیں ہوگا بلکہ اس طرز عمل سے قومی مفادات کو بھی زک پہنچنے کا
اندیشہ ہے

پچھلے چند سالوں سے بعض درد مند افراد کی انفرادی
کوششوں سے موضوع زیر بحث کے متعلق چند مفید کتابیں
باریکٹ میں آچکی ہیں لیکن اسے صرف نقطہ آغاز ہی کہا جاسکتا ہے
، اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنے کی گنجائش موجود ہے،
ضرورت اس امر کی ہے کہ مذکورہ ممبر آزما شخص کام کے لئے اہل
علم حضرات کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو مخالفین کی طرح
بھوت اس قدر زیادہ اور مسلسل بولو کہ چج معلوم ہونے لگے
سے پرہیز کرتے ہوئے مستند مواد کو جدید اعزاز میں مرتب کر کے
عوام تک پہنچانے کا اہتمام کرے، جارحانہ رویہ نقصان دہ ثابت
ہوسکتا ہے اس لئے اعزاز بیان شدہ اور اس حقیقت کا آئینہ دار
ہو کہ آپ کسی کو فتح نہیں بلکہ حق دار کو حق دلانے کی سعی کر
رہے ہیں۔

قریب پاکستان پر آج تک بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن اس
کے باوجود ہم ان رجحانوں اور کارکنوں کے عقیم کارناموں کو منظر
عام لانے میں کما حقہ کامیاب نہ ہو سکے جنہوں نے شب و روز
بے جد و جہد اور اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے ہمارے لیسیے
ایک خود مختار اسلامی مملکت "پاکستان" حاصل کیا ہندوستان ہمارا
خمس ہی سہی لیکن اس کی یہ روش ہمارے لئے قابل تقلید ہے کہ
اپنی تحریک آزادی میں حصہ لینے والوں کی قربانیوں کو منبط تحریر
کے لئے کا نام و وسیع پیمانے پر ہوا ہے، انفرادی کوششوں کے علاوہ
مجموعی سطح پر بھی ان گنت کتب مشائع ہو چکی ہیں اور یہ کام مسلسل
جاری ہے جبکہ ہم ابھی تک بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح
رحمہ اللہ کے متعلق موجود مواد کو بھی پورے کا پورا سامنے نہیں لاسکے
اس سلسلہ میں ہندوؤں کو کانگریسی مولویوں کا مفاد عزیز نہیں بلکہ
ان کے "ملفوظات و تقاریر" کے ذریعے عرب دنیا اور دیگر ممالک
کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک قوی نظریہ کو
سلطان علماء کی تائید حاصل تھی، پاکستان تو چند انگریز پرست
مذہبوں اور جاگیر داروں کے مطالبے پر انگریزوں نے بنایا ہے۔

و قوی نظریہ کو اجاگر کرنے اور ہندوؤں کے بے بنیاد
ادعات کا رد کرنے کے لئے یہ بے حد ضروری تھا کہ حکومت علماء
مشائخ کی کوششوں، قربانیوں اور بے لوث خدمات کی تمام ممکنہ
دراغ سے تشہیر کرتی جنہوں نے جنگ آزادی میں مسلم لیگ کے
جنگ جہاد کا نذرانہ رول ادا کیا اور گاندھی جی فلسفہ عدم قیامت کا
مردم کرنے والے مولویوں کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ انہیں
بہت مال غنیمت سے بھی دو چار کر دیا تھا لیکن ہمارا الیہ یہ ہے
کہ حکومت اگر کوئی ادارہ قائم بھی کر لیتی ہے تو اس کا کنٹرول
ایک قلم کے ہاتھوں میں دے دیا جاتا ہے جو مخالفین پاکستان کے
جہاد سے مدد دیتے ہیں، اسی طرح اسلام آباد میں قائم ایک قوی
ادارہ کے مسم یب کے حامی سنی علماء و مشائخ کے متعلق تو کچھ
سچ لکھنے کی رحمت تھوڑا نہیں قربانی لیکن قوم پرست مولویوں

ادارہ "کنز الایمان" پچھلے سال نومبر میں جناب نرن الدین ڈیروی کا ایک تحقیقی مقالہ "تحریک خلافت و تربیت موالات" ایک خاص نمبر کی شکل میں پیش کر چکا ہے "اب ڈیروی صاحب کا ہی تحریر کردہ ایک اور مقالہ "تحریک پاکستان" شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے "ہمارے وسائل اگرچہ محدود ہیں لیکن ہم اپنی پریشانیوں اور مشکلات کا ذکر کر کے قارئین و قاریات سے دعا کرتے ہیں کہ ان کے غور و فکر سے ہمیں بہت سی باتیں مل سکیں گی۔

بدن جانے سے بچائیں " اور نہیں تو کم از کم اس مقالہ و کتابی شکل میں پچھاننے کے سلسلے میں ہماری مدد کیجئے " ہمارا مشن کاروباری نہیں بلکہ فقط مسلک کی خدمت ہے۔ ہم ان تمام کرم فرماؤں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی شکل میں اس مقالہ کو منظر عام پر لانے میں ہماری مدد فرمائی کی " چاہے وہ اشتہار کی شکل میں ہو یا نقد رقم کی فراہمی " اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور ہمیں اپنے بزرگوں کی خدمات و اجازت کرنے کی ہمت عطا فرما دے " آمین ثم آمین۔

سُنی ڈائریکٹری

کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے جس میں دُنیا بھر کے سُنی مشائخ عظام، علماء کرام، پروفیسرز، ڈاکٹرز، انجینئرز، آئمہ، خطباء، سماجی و مذہبی اہل قلم، شعراء، نعت خواں، سُنی تنظیموں، اشاعتی اداروں، دینی مدارس، کتب خانوں اور مکتبوں کے نام پتے اور ٹیلی فون نمبر شامل ہوں گے۔

لہذا آپ اپنی انجمن، تنظیم یا ادارے دیگر شخصیات جو آپ کے علم میں ہوں کا فوراً پتہ ارسال کریں۔

سُنی ڈائریکٹری اپنی نوعیت کی پہلی منفرد اور تاریخی کوشش ہے۔ ایک زندہ جاوید دستاویز جو آپ کی بہترین ساتھی بھی ہوگی اور رہنما بھی جس کی مہربانی ہمیشہ دلوں کو مطمئن کرتی رہے گی۔

رابطے کا پتہ: انچارج سُنی ڈائریکٹری کنز الایمان سٹریٹ صدارت لاہور چھاپائی

منظر

ہمارے اکثر مورخین تحریک پاکستان کی ابتدا تحریک بالا کوٹ سے کرتے ہیں اور اس تحریک کو کچھ ایسے انداز میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ اس کے قاعدین نے ہی متحدہ ہندوستان میں "وقتی نظریہ کی بنیاد رکھی ہے" یہ ان کی مجبوری ہے، اس لئے کہ "قسمتی سے یہ لوگ ہندو کانگریس سے وابستہ تھے، مسٹر گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو، ٹیٹل، کرپٹانی وغیرہ ان کے مرکزی قاعدین تھے، قائد اعظم محمد علی جناح، مسلم لیگی رہنماؤں اور ان کے ہمنوا سنی علماء و مشائخ سے انہیں خدا واسطے کا بیر تھا، یہی وجہ ہے کہ جب اس طبقہ کے افراد تاریخ لکھنے بیٹھ جاتے ہیں تو تحریک بالا کوٹ، تحریک ریشی رومال اور دیگر سیکولر قوتوں کی تعریف کرتے ہوئے سیکشروں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں لیکن پاکستانی خیال کے مسلمانوں کا نام لینے سے بھی گھبراتے ہیں ورنہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تحریک بالا کوٹ کا تحریک پاکستان سے کوئی تعلق نہیں" یہ تحریک بجائے خود متنازعہ ہے، مسلمانوں کی اکثریت اسے اسلام کے خلاف انگریزوں کی ایک سوچی سمجھی سازش سمجھتی ہے کیونکہ مذکورہ تحریک کے بارے میں آج تک ان سوالات کا تسلی بخش جواب دستیاب نہیں۔

☆ قاعدین تحریک نے متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ختم کر کے صوبہ سرحد جانے کا فیصلہ کیوں کیا، جہاں اس وقت مسلمانوں کی حکومت تھی؟

☆ یہ حضرات انگریزوں کے زیر انتظام علاقوں میں کلمہ جہاد کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے، جسے قابض حکام کی تائید حاصل تھی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں انگریز مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے اس قدر بے تاب کیوں تھے جبکہ ابھی تک انہوں نے مضبوطی سے قدم نہیں جمائے تھے سرحد میں انہوں نے جہاد کی مضمونی کے لئے ایک "نئی" پیدا کی اس کی سرپرستی بھی کی؟

☆ قاعدین نے اگر سکھوں سے لڑنا تھا اور بھول سواتی حسین احمد دیوبندی انگریزوں نے اس مقصد کے لئے جنگی

ضرورتوں کے میا کرنے میں سید (احمد) صاحب کی مدد بھی کی تو انہوں نے سکھوں کے دارالحکومت لاہور پر براہ راست حملہ کرنے کی بجائے صوبہ سرحد کا رخ کیوں کیا؟

☆ صوبہ سرحد پہنچنے کے بعد بھی انہیں پیچھے سے ملک پہنچتی رہی جسے انگریزوں کی تائید حاصل تھی، آخر کیوں؟

☆ صوبہ سرحد میں سکھوں سے چند جہازوں کے علاوہ سب کی سب لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف کیوں لڑی گئیں؟

☆ چند انگریز پرست اور ہندو نواز افراد کو چھوڑ کر برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت اس تحریک کی شدید مخالف کیوں تھی؟

قائدین کا یہ موقف درست معلوم ہوتا ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولوی حسین احمد دیوبندی نے اپنی خود نوشت سوانح حیات "نقش حیات جلد دوم" میں برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ تحریک بالا کوٹ ایک سیکولر تحریک تھی تو خواہ مخواہ اسے تحریک پاکستان جیسی خالص اسلامی تحریک کی ابتدائی کڑی قرار دینے کی حسد سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔

ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ذہنوں میں اس وقت پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا جب انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے یا کم از کم انہیں ذہنی طور پر مشرکین کی غلامی قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی خاطر پہلے سے طے شدہ پروگرام پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا، بد قسمتی سے اس دوران مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا فقدان تھا، ہندوؤں کی چہرہ دستیوں، سازشوں اور اسلام دشمنی کے باوجود کئی مسلمان سیاستدان یہ سوچ کر کانگریس میں شامل ہو گئے یا کم از کم اس کی حمایت کرنے لگے کہ انگریزوں کو میاں سے جانے پر مجبور کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی اشد ضرورت ہے، جہاں تک مذہبی رہنماؤں کا تعلق ہے، ان میں سے سوائے سنی بدلتوی حضرات کے باقی سب کسی نہ کسی شکل میں مشرکین ہند کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے اور فضاء کچھ ایسی بن گئی تھی

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور نیشنلسٹ مولویوں سے یہ نفرت قرار داد پاکستان کی شکل میں سامنے آئی تو سنی بریلوی علماء و مشائخ نے دن رات ایک کر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ان کا اصل ہدف کانگریسی مولوی تھے، وہ جہاں جاتے یہ سائے کی طرح ان کا پچھا کرتے، قوم پرست مولویوں کا نقطہ نظر چونکہ شرعی لحاظ سے درست نہیں تھا اس لئے وہ ہر موقع پر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوتے، یہ لوگ ایک جانب تو نظام شریعت کے قیام کی بات کرتے تھے تو دوسری جانب ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملائے ہوئے ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کی مخالفت میں بھی پیش پیش رہتے ایک عام مسلمان یہ سوچ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ خدا نخواستہ اگر متحدہ ہندوستان تقسیم نہ ہو تو کیا ہندو رہنما اور عوام اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ وہ نفاذ شریعت کی خاطر حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے حوالے کر دیں، ظاہر ہے کہ یہ شخص خوش فہمی تھی جبکہ سنی علماء و مشائخ کا موقف اسلام کے عین

کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کرتا، اس کا شمار انگریزوں کے زیر خرید ایکٹوں میں ہونے لگا۔ خدشہ تھا کہ مسلمان اپنی انفرادی حیثیت کو پیشیں گے اور آہستہ آہستہ ہندو مذہب میں مدغم ہو جائیں گے۔

اس نازک موقع پر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنی شہرت کو واٹر پر لگا کر مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی فرمائی اور فتویٰ دیا کہ شرعی لحاظ سے ہندو مسلم اتحاد جائز نہیں، ان کا موقف یہ تھا کہ جس طرح انگریز اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، اسی طرح ہندو بھی کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، انہوں نے مسٹر گاندھی کی قیادت کو تسلیم کرنے اور اسے "مہاتما" کہنے کو اسلام سے رجحانی معافی کرنے کے مترادف قرار دیا، فاضل بریلوی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ ایک مسلمان قائد کی رہنمائی میں ہندوؤں سے علیحدہ رہ کر جدوجہد آزادی میں حصہ لیں اس فتویٰ نے مسلمانوں کو جہانی سے بچایا کیونکہ یہ صرف ایک عالم دین کا فتویٰ نہ تھا بلکہ ایک تو یہ جوش کے بجائے جوش کی حالت میں شریعت کے عین مطابق دیا گیا تھا، دوم اس کی پشت پر تمام سنی علماء و مشائخ اور ان کے معتقدین تھے۔

ہندوؤں نے اس فتویٰ کے اثرات زائل کرنے کے لئے اپنے حامی مولویوں کو آگے کر دیا جنہوں نے امیری چوٹی کا زور لگا کر ہندوؤں کی قیادت کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، ان کی اس شکست کا کئی وجوہات تھیں، ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے جن صف اول کے سیاستدانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے کو ترجیح دی تھی، وہ کانگریس کے اندر رہ کر ہندوؤں کے مذہب و عوام سے آگاہ ہو سکتے تھے، اس لئے انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کو اور دیگر سنی قائدین کے موقف کو درست سمجھتے ہوئے کانگریس کو خیرباد کہہ دیا جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں، دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ کانگریسی مولوی ایک طرف اپنے آپ کو توحید پرست ثابت کرنے کی خاطر مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے تو دوسری جانب خود مشرکین ہند کی غلامی قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے اس تضاد بیانی اور دو رخی کی وجہ سے مسلمانوں کا ہندو باغیہم قوم پرست مولویوں سے متفرق ہو گیا۔

ہمارے ہاں

پلاسٹک گلاس ٹیکسٹ لیزر۔ کاسٹنگ لیزر
بھی فٹ کیے جاتے ہیں

دھوپ کے
ٹھنڈے
پیشے



نظر
کی
عیسائیں

فاروق آپٹیکل سروس

۱۔ علامہ اقبال روڈ (متنیں الحار سنہ) چوک بوہڑ لہا ہوا

فون ۶۳۶۹۷۲۲
۶۳۶۵۰۴۸

اور نفاذ نظام مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے راہ ہموار کرنے کی خاطر یہ
بہر ضروری ہے کہ اس اہم کام کی جانب حکومت بھی بھرپور توجہ
دے اور انفرادی سطح پر بھی کوشش کی جائے۔

آئندہ صفحات میں جو کچھ آپ ملاحظہ فرمائیں گے یہ مواد
اگرچہ حجم کے لحاظ سے بہت کم ہے لیکن چونکہ اسے دیکھ کر محب
وطن اور وقوفی نظریہ سے محبت رکھنے والے مصنفین اس جانب
راغب ہوں گے، اس لئے یہ اپنی کوشش بھی ادارہ ”کنز الایمان“
کے لئے ایک اعزاز ہے کیونکہ راقم نے تو صرف اس مرتبہ کیا
ہے، ”ماخذ کا اسی فی صد حصہ کنز الایمان سوسائٹی لاہور کا عطا کردہ
ہے اس لئے اس اعزاز کے اصل حقدار یہی ہیں اللہ تعالیٰ قدورہ
سوسائٹی کو مزید استحکام بخشے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ ملی و قومی
خدمات سرانجام دینے کے قابل ہو سکے۔



ہم نے یہ عالم مسلمانوں کے ذہن کو اجیل بھی کرتا تھا، اس
کے لئے بھی نظام نافذ کرنے کے لئے سب سے پہلے ایک آزاد
ذہن کی ضرورت ہوتی ہے، یہ سچہ بات ہے کہ اب تک یہ
حالت شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں
ہو سکتا کہ وقوفی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کا مطالبہ غلط تھا، البتہ
ان وجوہات کا کھوج لگانا وقت کی اہم ضرورت ہے، کہ ۳۸ سال
گزر جانے کے باوجود ابھی تک نظام مصطفیٰ علیہ السلام نافذ کیوں
نہیں ہو سکا؟

حیرت ہے کہ ایک قومی نظریہ کے حامی مولویوں پر بھارت
پاکستان دونوں ممالک میں کافی کام ہو چکا ہے لیکن سنی بریلوی
عالم و شائع کے کارناموں کو تحریری شکل میں عوام تک پہنچانے
سے پہلے میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی ہے، یہی وجہ
ہے کہ آج کل بعض حلقوں کی جانب سے یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ
پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا، وقوفی نظریہ کو فروغ دینے

انسانی خدمت اور ہر دم صحت کے لیے کوشاں

- نظریہ عینکیں اور دھڑکے ٹھنڈے فیض ایل چشمہ برازیلے باعایت عینکیں۔
- نظریہ ضروری اور جدید نشن ایل کیٹکٹیز لگوانے کیلئے تشریف لائیں۔
- ہر مریض کاشافی علاج بذریعہ جدید ہومیو پیتھک میڈیسن سے کروائیں۔

شوخی خبری

و اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے

سفید موتیا بند شافی علاج

غریب اور بزرگان کیلئے فی سبیل اللہ

امتیاز آپٹیکل ایڈ ہومیو پیتھک کیر سینٹر

دین مارکیٹ طفیل روڈ باغیچہ اعلیٰ حکیم بھگوان والا

نزدک محل چکر مد بازار لاہور کینٹ

انجریک پاکستان
ہم اپنا کنز الایمان
لاہور کو

موقع پر

تحریک پاکستان منبر

فی تاریخی اشاعت پر ہدیہ تبصریک پیش کرتے ہیں

ملکیت

امتیاز آپٹیکل ایڈ ہومیو پیتھک کیر سینٹر

دین مارکیٹ طفیل روڈ باغیچہ اعلیٰ حکیم بھگوان والا

نزدک محل چکر مد بازار لاہور کینٹ

اہلسنت و جماعت کے ترجمان اور فکرِ رضا کے امین

ماہنامہ کنز الایمان کے ”تحریکِ خلافت و ترکِ موالات نمبر“
کے تاریخی اشاعت کے بعد

”کنز الایمان“
ماہنامہ

تحریک پاکستان

کی بیشال اشاعت پرجیٹ ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضوی صاحب اور
کنز الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

آصف انڈیا پرائزرز

دھاکہ روڈ، بازار، لاہور چھاؤنی، فون پنی- 380509

ہندو تہذیبیت اور قوم پرست مسلمان

..... اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو یہ کہہ کر
 اچھک رہے تھے کہ بھائیو! میں تو صرف (عطاء اللہ شاہ)
 خدائی صاحب کا قرآن سننے آیا تھا، اب میں مغذرت کے
 ساتھ بازت چاہوں گا کیونکہ برطانوی مشن کی آمد کے باعث
 مصروفیت زیادہ ہے۔" (۲)

..... حالانکہ ان دونوں اسلام دشمن
 یزدوں کے مذکورہ بیانات کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی
 نہیں تھا، مسلمان انہیں اس وقت تک عزیز تھے جب تک کہ
 وہ ہندو راج قائم کرانے میں مدد معاون ثابت ہو رہے تھے
 لیکن جوئی ان میں سے کوئی کا ٹکریں چھوڑ کر مسلمانوں کے
 مفادات کی حفاظت کرنے پر کمر بستہ ہو جاتا، وہ وطن دشمن
 اور انگریز پرست جیسے خطابات سے نوازا جاتا، مولانا محمد علی
 جوہر، جو کسی وقت مسٹر گاندھی کی آنکھوں کا تدار تھے، نے
 جب ہندوؤں کے مکروہ عزائم کا مشاہدہ کرنے کے بعد مسلم
 لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی تو وہ "ممانہ جی" —
 نزدیک قابل گردن زنی قرار پائے، اسی طرح جواہر لال
 نہرو کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے
 ہے، انہیں قرآن پاک سننے اور ان کی تعلیمات جاننے سے
 کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ تو ہرے سے مذہب کو فنا کرنے
 کے آرزو مند تھے (۳)

اب ہم بعض تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں، جن کی
 وجہ سے ہندوؤں کے مکروہ عزائم بے نقاب ہو گئے اور
 مسلمان ایک علیحدہ خود مختار اسلامی ملک کے قیام کے لئے
 جدوجہد کرنے پر مجبور ہوئے۔

اسلامی نقطہ نظر کے مطابق کوئی بھی غیر مسلم اسلام اور
 مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا، وہ بظاہر ہمدردی کا مظاہرہ
 کرے، تب بھی ان سے دوستی کرنی اور اپنا راز دار بنانا
 نہیں چاہیے، بلکہ اسلامی مفادات کے تحفظ کی خاطر انہیں
 لالچ دیا کر خود مشغولی بن جائیں، غالباً اسلامی تاریخ میں یہ
 سب سے زیادہ واقعہ ہے کہ دین کی حفاظت کے دعویدار نہ صرف ایک
 طرف کی قیادت پر متفق ہو گئے بلکہ اسے اسلام کی نشوونما
 کے لئے بہتر سمجھنے لگے، آج ہندوؤں کے کثرت اور اسلام
 کے رومیہ کو دیکھ کر کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ مسلمان
 مسلمانوں کے لئے ایسے لوگ بھی موجود تھے جو ہندو لیڈروں کو
 مسلمان راہنماؤں پر ترجیح دیتے تھے بعض حضرات اس غیر
 فطری روش کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ کانگریسی مولوی
 مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اس لئے انہیں ہندوستان سے
 ہٹانے کے لئے ہندوؤں کو مدد کے لئے پکارا لیکن یہاں یہ
 بات غور انداز کر دی جاتی ہے کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت
 آل انڈیا مسلم لیگ کے حق میں نہ تھی، اس کے علاوہ قوم
 پرست مولویوں نے جس قدر جدوجہد بھی کی، اس کا فائدہ
 ان کو پہنچا، ان حضرات نے مسلمانان ہند کے اتحاد کو
 مضبوط بنانے کی بھرپور کوشش کی، حقیقت یہ ہے کہ ہندو
 لیگ کو جو خوش نصیب حضرات سمجھ گئے، وہ علماء و مشائخ
 اسلام لیگ کے ساتھ وابستہ رہے لیکن جو پھسل گئے وہ
 مسلمانوں کے لئے اور آخر تک بھٹکے رہے۔

مسلمانوں نے عیسائی سے کام لے کر اپنے آپ کو
 مسلمانوں کا ہمدرد اور دوست ظاہر کیا، بلکہ تحریک خلافت و
 مسلمانوں کے دوران تو مسلمانوں کی انفرادیت ختم کرنے
 کے لئے مسلمانوں کو گاندھی جی و انیساری کی مجسم تصویر بن گئے
 تھے کہ "میں مولانا محمد علی جوہر کی بھولی کا

تقسیم بنگال

تقسیم بنگال سے مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچنے کا احتمال تھا جبکہ ہندوؤں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی تھی، اس کے باوجود اس کے خلاف اپنی ٹینشن شروع ہوئی، ہندوؤں نے احتجاج کا طوفان کھڑا کر دیا، کانگریس نے بھی ملک گیر احتجاجی مہم شروع کی (۳)

..... یاغیانہ لڑ پھر شائع کیا گیا، خفیہ کلب اور انجمنیں قائم ہو گئیں، انقلاب پسند رگروٹوں کی ذہنی تربیت کی گئی، انگریز حکام کے قتل اور ریلوے لڑیوں کو اٹھنے کی وارداتیں شروع ہو گئیں، راجنہ، ڈاکہ اور قتل بھی اس تحریک میں شامل تھے اسی زمانہ میں ہندو مائرم کا گیت سنائی دیا، ہندوؤں بعد کانگریس نے اسی شرکانہ عقائد پر مشتمل گیت کو قومی ترانہ کا درجہ دے کر اختیار کر لیا (۵)

ابوالکلام آزاد اور مولوی حسین احمد دہلوی نے تقسیم بنگال کی کارروائی کو پسند نہیں فرمایا اور اسے ہندو مسلم اتحاد کو توڑنے کی انگریز کی سازش قرار دیا (۶)

..... بہر حال حکومت وقت نے ہندوؤں کے دباؤ میں آکر تقسیم بنگال کا فیصلہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو منسوخ کر دیا، یہ اعلان مسلمانوں کے قلوب پر بجلی بن کر گرنا جبکہ ہندو سیاستدانوں نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا اور صدر کانگریس نے انگریز حکام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا یقین دلایا (۷)

تحریک شدھی اور سنگٹھن

شدھی اور سنگٹھن دونوں تحریکیں خوب چلیں اور یہ

دونوں ہی مسلمانوں کے خلاف چلائی گئیں، اگر شدھی مقصد صرف تبلیغ ہوتا اور سنگٹھن کا مقصد صرف فوجی جذبہ اور فوجی تربیت ہوتی تو غالباً مسلمانوں کو اعتراض نہ ہو سکتا رہتا، صرف نفرت اور مسلمانوں سے نفرت اور ان کو بچا دکھانے کیلئے چلائی گئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ واریت تیز ہوئی، آپس کے قاصطے بڑھ گئے اور بڑھ کر دشمنی میں تبدیل ہو گئے اور یہاں وہاں جگہ جگہ بلوے اور قسبے ہونے لگے (۸)

ہندو لیڈروں نے ان تحریکوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی، اس کے برعکس ہونے کے دلائل دئے (۹)

..... بلکہ دل کھول کر ہندو بھی کی، جس مسلمان لیڈر نے ہندو مسلم اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر اٹھا پسند ہندو لیڈروں پر تنقید کی تو مسٹر گاندھی فوراً اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے خاموش کرالیتے (۱۰)

..... شروعاتی حصے قوم پرست مسلمانوں نے تحریک خلافت کے دوران جامعہ مسجد دہلی میں منبر نبوی پر بٹھا کر تقریر کرائی (۱۱)

..... اور جو مسلمانوں کو مرتد کر کے ہندومت میں ضم کرنے کی تحریک کا روح رواں تھا، کی یادگار بنانے کے لئے دس لاکھ روپے چندہ کی ایپیل کی گئی تو مسٹر گاندھی نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر اس کی حمایت کی، بقول ظفر علی خان "یہ یادگار بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اگر پوری دنیا میں نہیں تو کم از کم ہندوستان میں ایک مسلمان کو بھی زندہ نہ رہنے دیا جائے (۱۲)

..... ابوالکلام آزاد نے شدھی اور سنگٹھن کی تحریکات کو جائز قرار دیتے ہوئے کسی حد تک ان کی ہمت افزائی کی (۱۳)

جمعیت العلماء ہند نے تبلیغ و حفاظت اسلام کا کام شروع کیا، پنجاب، آگرہ اور آودھ میں ۲۵ شعبے قائم ہوئے ۱۳۱ کارکن مقرر کئے گئے۔ فنڈ کی بھی کچھ کمی نہ تھی، دو ماہ

۱۹۴۷ء میں میں ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہو گیا لیکن اسے لحاظ سے کچھ بھی نہ ہوا، تنظیم بھی ختم ہو گئی، البتہ ۱۹۴۸ء میں کبھی کانوں میں پڑ جاتا ہے (۱۳)

شرہا ہند کے قتل پر مسٹر گاندھی نے کہا کہ اسلام میں قتل کی چیز پہلے بھی تلوار تھی اور اب بھی تلوار ہے (۱۵) انہوں نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہوئے ہندوؤں کو تلقین کی کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو قتل میں ختم کرنے کی کوششیں نہ کرو (۱۶)

جواہر لال نہرو نے شرہا ہند کے قتل کے بیان کے لیکن اس کی دشمنی کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا (۱۷)

۱۹۴۷ء اور جمعیت العلماء ہند کے صدر مفتی کفایت اللہ نے شرہا ہند کے قاتل غازی عبدالرشید کے لئے فتویٰ دیا کہ وہ کافر ہے۔ انہوں نے فرمایا "کافر مقابلہ کا حق ہے" کی بجائے یہ بھی نہ سوچتے کہ (۱۸)

شرہا ہند اور شمشوں کی تحریکوں کے علاوہ ہندوستان بھر میں ہندوؤں نے ایسی تنظیمیں بنانی شروع کر دی تھیں جن کا مقصد ترقی تربیت حاصل کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا تھا۔ ہندو یوتھ لیگ کے نام سے ۱۹۳۱ء میں کراچی میں یہ تنظیم قائم ہوئی، اس تنظیم کے صدر نے کانفرنس میں خطاب میں کہا "اس وقت توجہ انان ہندو اقوام کے لئے تیار ہوئے ہیں، وہ انگریزوں سے جنگ کے لئے نہیں ہوئے بلکہ انہیں ہندوستان کے خلاف سے مقابلہ کرنا ہے (۱۹)

ہندو راج

شہر اجاری لیڈر شورش کاشمیری نے ایک ہندو اخبار کے ساتھ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا "ان دنوں ہر جگہ وزارتیں مشن کے پلان کا چھاپتا ہے، ان کے تقسیم کے حق میں اور حکومت کے خلاف ہے

ان کا خیال تھا، پاکستان بن جائے تو ہندوستان ہندو مسلم مسئلہ سے خلاصی پائے گا، اس کے بعد ہندو اکثریت کو ہر دائرے میں اپنے نظریات و خیالات کے مطابق نشوونما پانے کی آزادی ہوگی۔

"ان نصف کے لگ بھگ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو تقسیم کی صورت میں بھی وہاں رہ جائیں گے" میں نے پوچھا "کیا بنے گا؟" گوند سہائے ہما "تیسری طاقت کے چلے جانے اور ہندوستان کے بٹ جانے سے یہ مسئلہ از خود ختم ہو جائے گا، جن مسلمانوں کے مفادات پاکستان میں ہیں وہ پاکستان چلے جائیں گے، جو رہ جائیں گے، انہیں ہندوؤں میں واپس آنا ہوگا، آخر ان میں تو (۹۰) فی صد ہندوؤں ہی کی اولاد ہیں" "اچھا تو آپ انہیں شدہ کرنے کا سوچ رہے ہیں؟"

وہ اس طرح مسکرایا جیسے اس کی تائید کر رہا ہو "بھئی کاشمیری کے بعض بیٹا پاگل ہیں، وہ تقسیم قبول کر لیں تو ہمارے ہاتھ سے جانا کم اور آنا زیادہ ہے" (۲۰)

تقسیم ہند کی حمایت کرنے والے ہندوؤں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی، البتہ مسلمانوں کو قتل کرنے، انہیں ہندو مت میں دوبارہ شامل کرنے یا کم از کم انہیں شہر سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کرنے پر تمام مشرکین ہند کا اجماع تھا جس کے تاریخی شواہد ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ ہندوؤں کے مرکزی لیڈروں کی سوچ یہ تھی کہ انگریز متحدہ ہندوستان کی حکومت مشرکین ہند کے حوالے کر کے یہاں سے چلے جائیں اور پھر انھیں بھارت میں ہندو راج قائم کر لیا جائے، پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں صاف طور پر واضح کر دیا کہ وہ کسی شخص کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے، اگر کسی خاص خطہ کی

اکثریت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اسے حق علیحدگی سے محروم نہیں کیا جاسکتا لیکن مجھ میں اور راجہ جی (مسٹر راجگوپال اچاریہ) میں ایک بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ ہندوستان کو تقسیم سے بچاؤں (۲۱)

سرور پٹیل کا کہنا تھا کہ "ہندوستان اکھنڈ ہے اور اکھنڈ ہی رہے گا" پاکستان بن بھی گیا تو چند ماہ میں (نمود بائد) اپنی موت آپ مر جائے گا (۲۲)

پاکستان بن جانے کے بعد بھی ہندو اور قوم پرست مولوی اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے "ابوالکلام آزاد نے فرمایا "تقسیم صرف ملک کے نقش پر ہے" لوگوں کے دلوں میں نہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ تقسیم بہت مختصر مدت کے لئے ہوگی (۲۳)

مسٹر اچاریہ کرپانی نے پاکستان کے ہندوؤں کو یہ حکم دیا کہ وہ ۱۵ اگست کو اپنے ملک میں تقریب آزادی میں حصہ نہ لیں۔ اقلیت کو اکثریت سے نہیں ڈرنا چاہیے، ملٹی بھر عربوں نے مثل سلطنت کے بخیسے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ ہندوستان ایک ہے، کوئی اسے تقسیم نہیں کر سکتا اگر پاکستان نے پاسپورٹ کی پابندیاں عائد کیں تو میں مستحکم گردہ کروں گا (۲۴)

دیوان جین لال نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا "میں مایوس ہونے والوں میں سے نہیں ہوں، چنانچہ یقین رکھتا ہوں کہ بھارت کی تقسیم محض ایک عارضی ہندوست ہے" یہ جانتے ہوئے بھی میں کہوں گا کہ ۳۰ کرو ہندوؤں کو پاکستان اور بھارت کے دوبارہ اتحاد کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دینی چاہئیں، ہمارا بنیادی عارضہ یہ ہے کہ ہم کچھ زیادہ ہی امن پسند لوگ واقع ہوئے ہیں (۲۵)

قوم پرست مولوی تحریک ریشی رومال کا ذکر بڑے فخر و انداز میں کرتے ہیں، اس تحریک کے قائدین نے جو بلا وطن حکومت افغانستان میں قائم کی ہوئی تھی، اس کے صدر راجہ مندر پر آپ تھے (۲۶)

----- اسی راجہ صاحب نے حکومت ہند کو مشورہ دیا تھا: "جب تک پاکستان کا وجود ختم نہیں ہو جاتا، ہمارا ملک کوئی ترقی نہیں کر سکتا، حالات اس طرح بدل رہے

جام عرفانِ محبت طیبِ نبوی

مستقلیہ علیہ السلام طریقہ علاج کا ایک اسلامی مطب

پھر گردش میں ہے

فریدہ معصومہ، رابعہ صفت حضرت آیہ جی صاحبہ (رحمۃ اللہ علیہ) فیض عام ٹرسٹ (حقاض) کی ایک عاجزانہ لیکن پُر خلوص سعی ○ ظاہری جسمانی تکالیف اور عوارض کے لیے طیبِ نبوی علیہ السلام کے حوالے سے ایک نئی جہت ○ طالبوں کے لیے غیر تجارتی بنیادوں پر سرگرم عمل۔
اوقاتِ کلام بعد نماز فجر تا ظہر (ماسوائے جمعہ)

فیض الحسن ملک، مہتمم حضرت آیہ جی (رحمۃ اللہ علیہ) فیض عام ٹرسٹ (حقاض)
۲۔ جیش شریف سکیم، سمن آباد، لاہور۔ فونٹ ۲۱۳۲۵۶

کی آگ میں اس قدر جلا ہوا تھا کہ پہلے اس نے گاندھی جی کو قتل کیا، بعد ازاں ایسی غیرت انگیز مصیبت کی بھارت کے لاکھوں ہندو ہر سال ۱۵ نومبر کو گودے کی راہ کے درشن کیلئے اور اس کی مصیبت کا جائزہ اسے اور اس کی تکمیل کے سلسلے میں عہد کرنے کے لئے ہندو کے جانے بچے ہوتے ہیں یہاں یہ راہ اکھنڈ بھارت کی خنجر ہے (۳۷)

مشہور صحافی اور ماہنامہ "ارو ڈائجسٹ" کے ایڈیٹر جناب الطاف حسن قریشی ۲۹ جنوری ۱۹۸۲ کو بھارت گئے تھے، اپنے ایک مضمون "میں نے بھارت میں لیا کیا دیکھا" میں لکھتے ہیں: "ہم بنگلور میں وزیر اعلیٰ سے ملے کئے لوہ کاٹریس (آئی) کے زیروست موجود ہیں اور جسمانی لحاظ سے تندرست، ان سے رسمی باتوں کا آغاز ہوا ہی تھا کہ انہوں نے زیست ہوش و خروش سے کہا "میں امید ہے، ایک دن پاکستان اور بھارت (دونوں ملک ایک ہو جائیں گے۔" (۳۸)

کہہ کر مجھے یقین ہوتا چلا جا رہا ہے کہ ہندوستان اور اس میں جنگ لائیک ہو گئی ہے، بنا بریں میں حکومت ہند کو یہ خبر دی کہ وہ افغانستان کو اپنے ساتھ ملا کر پاکستان کو (۲۷)

بنا گاندھی برت رکھے ہوئے تھے تو انہیں اچانک یہ خیال سوجھا جس نے انہیں سرور بھی کیا اور مست بھی، اس لئے کہ اس خیال کا میدان عمل نہت و وسیع اور ہر قسم کے کن حد تک سیدھا سادہ تھا، خیال یہ تھا کہ وہ ہندوستان کے لئے واروہا جائیں گے تاکہ صحت بھال ہو جائے، پھر وہ اپنی زندگی کی آخری اور عظیم ترین مہم کا آغاز کریں، وہ مہم یہی تھی کہ وہ پاکستان کی طرف مارچ کریں، اس امید و آرزو کے ساتھ کہ ان دونوں ممالک کو دوبارہ متحد کریں (۲۸)

بھارتیہ جن سنگھ کی جنرل کونسل کا اجلاس ۲۳ مارچ سے ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء تک وجہا واذا میں منعقد ہوا، اس میں ایسی کے اصول طے ہوئے اور وہ ایک ملک، ایک لہجہ اور ایک زبان کا حصول ہے اور اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جن سنگھ کا مقصد ہندوستان اور پاکستان کی متحدگی کو ختم کرنا ہے اور دونوں کو ملا کر ایک ملک بنانا (۲۹)

گاندھی جی کے قاتل نھورام گودے نے تختہ دار پر سے قبل ہندو قوم سے اپنی ٹاپاک خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ "مرنے کے بعد اس کے جسم کی راہ کو روکتے تک محفوظ رکھی جائے جب تک کہ "پاکستان" کا وجود قائم ہو کر (نہوڈیالہ) بھارت میں ضم نہیں ہو جاتا۔ "اکھنڈ بھارت" بن جائے تو اس کی راہ گنگا کی بجائے ہندوستان کی تیز و تند لہروں کے سپرد کی جائے، اس لئے اس کی آتما کو سکون نصیب ہوگا "یاد رہے، جیسے ہندوستان کی تمنا ہے کہ اس کا خاتمہ دیار نبی علیہم میں ہو، ہندوستان ہر ہندو کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے پھول (ہندوستان) سے حاصل شدہ راہ (مقدس گنگا کی لہروں) سے حلالے کی جائے لیکن مقصد "گاؤسے" پاکستان، شنی

سٹیبل کرافٹ

ٹرینک اینڈ الماری سٹور

دکان 345 کینٹنمن روڈ

نزد صدر مین بازار بس سٹاپ لاہور

پتو پیرا سٹیٹ

شبیر سلطان

خواہش ہے کہ ایک مشترکہ حکومت تشکیل دیں، اگر آپ مسلمانوں کی مدد سے آزادی حاصل کرتے ہیں، تو ہمیشہ کے لئے ان کے محتاج رہیں گے، اس لئے انہیں اکیلا چھو دیں" (۳۶)

ایک اور موقع پر فرمایا: "میں اعلان کرتا ہوں کہ پنجاب اور ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی نسل کی بقا کا انحصار ان چار ستونوں، استوار ہے (۱) ہندو شغین (ہندو اتحاد، کامل) (۲) ہندو راج (۳) مسلمانوں کی شہرہ (۴) افغانستان اور سرحدی علاقوں کی فتح اور شہمی، جب تک ہندو قوم یہ چار کام سر انجام نہیں دے لیتی

تلاش بچوں، ہمارے پوتوں اور پوتوں کے بچوں کا وہ ہمیشہ خطرے میں رہے گا اور ہندو نسل کا تحفظ ایک ناممکن امر ہوگا، ہندو نسل کی اپنی ایک خاص تاریخ ہے اور اس کے ادارے ہم آہنگ ہیں لیکن جہاں تک مسلمانوں اور عیسائیوں کا تعلق ہے وہ ہندو مت کے دائرے سے بہت دور ہیں، اس لئے کہ ان کے مذہب بدیسی ہیں اور وہ لوگ فارسی، عربی اور فرنگی اداروں سے محبت کرتے ہیں، جس طرح کوئی شخص اپنی آنکھ میں پڑے ہوئے بیرونی موڈ سے آنکھ کو صاف کر لیتا ہے، اسی طرح ان دونوں مذہبوں کو شہدہ کر لینا چاہیے، افغانستان اور سرحد کے کوہستانی خطے عہد ماضی میں ہندوستان کا حصہ تھے مگر آج ان پر اسلام کا غلبہ ہے۔ افغانستان کی مثال نیپال کی سی ہے جہاں آج بھی ہندو مذہب رائج ہے تو جس طرح نیپال میں ہندو ادارے کار فرما ہیں، اسی طرح افغانستان اور سرحدی علاقوں میں بھی ہونے چاہئیں، اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر سوراہہ حاصل کرنا بے معنی بات ہے کیونکہ کوہستانی قبائل ہر دم آمادہ جنگ ہیں اور وہ بھوکے بھی ہیں، اگر انہوں نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ضمان لی تو نادر شاہ اور زمان شاہ کا دور از سر نو شروع ہو جائے گا، آج تو انگریز افسر سرحد کو تحفظ دیئے ہوئے ہیں مگر بیش تو یہ صورت حال نہیں رہے گی اگر ہندو اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ افغانستان اور سرحدی علاقوں کو فتح کریں

ان بیانات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہندو رائیہ تقسیم ہند کے خلاف تھے اور اب بھی وہ پاکستان کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے ذہنی طور پر آمادہ نہیں، انھیں بھارت کی صورت میں جمہوری نظام کی برکت سے ہندوؤں کو خود بخود بالا دستی حاصل ہو جاتی اور وہ ہندو راج قائم کرنے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے قابل ہو جاتے۔ تحریک آزادی ہند کے دوران ہندو لیڈر برٹلا رام راج قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے، ڈاکٹر کرکونی نے فرمایا۔ "ہندوستان ہندوؤں اور صرف ہندوؤں کا ملک ہے کیونکہ عرصہ دراز سے وہ اس ملک کو ہندوستان یعنی ہندوؤں کی سرزمین کے نام زیادہ کرتے ہیں، اس لئے اس آئندہ بھی ہندوؤں کا ہونا چاہیے، کہ مسلمستان" (۳۷)

۲۵ جولائی ۱۹۴۶ء کو ڈاکٹر مونجے نے گلگت میں ہندو سماج کی صدارت کرتے ہوئے جو تقریر کی اس میں بپانگ دہل کہا کہ: "ہندو سماج کا مقصد یہ ہے کہ تمام ہندوؤں کو متحد کر دے اور ہندو دھرم کو اتنی ترقی دے کہ ہندوستان صحیح معنوں میں ہندوستان کہلا یا جاسکے، یعنی ہندوؤں کا ملک" (۳۸)

ہندو سماج کے صدر مسٹر ساڈر کرنے مارچ ۱۹۳۹ میں فرمایا۔ "ہندوستان کے اصلی مالک ہندو ہیں اور مسلمانوں کی حیثیت اس طرح ہے جس طرح جرمنی میں یہودیوں کی" (۳۹)

اس بی وضاحت مدیر روزنامہ "پرتاب" نے ان الفاظ میں لی: "پہلا کام جو ہندوؤں کو کرنا ہوگا یہ کہ اعلان کر دیں کہ ہندوستان میں صرف ہندو رہ سکیں گے، اگر کسی غیر ہندو نے ہندوستان میں قسٹ کرنا ہے تو ہندوؤں کی شرائط پر قیام کرے گا، جو ہندوستان میں مسلمان ہوئے، وہ غیر ملکی ہوں گے اور اگر ضرورت ہوئی تو ان سے بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو جرمن یہودیوں سے کرتے ہیں (۴۰)

مسٹر ہر دیال نے کہا کہ "سوراہہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں مسلمانوں کی امداد کی ضرورت نہیں، نہ تاریکی

تیم ہماڑی قبائل کو ہندو بنائیں" (۳۷)

اب صدر آل انڈیا ہندو مہا سبھا اور بنگال کونسل کانگریس پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر رادھا کرشنی نے آل انڈیا کانفرنس (ایجوٹھ) کانفرنس لاہور کی صدارت کرتے ہوئے کہ "ہندوستان کو تھیوری (عقیدہ) اور پریکٹس دونوں لحاظ سے ایک ہندو اسٹیٹ ہونا چاہیے۔" "انگلش ہندو اور جس کا مذہب ہندو ازم ہو اور جس کی بات ہندوؤں کے ہاتھ میں ہو" (۳۸)

ہندو راج کے لئے راہ ہموار کرنے کی خاطر یہ سب سچی گئی کہ مسلمانوں کو ہندو مت میں ضم کر لیا جائے یا صفحہ ہستی سے مٹا دئے جائیں، مشہور کانگریسی رہنما اور پٹیل نے اپنے بیان میں کہا: "جو لوگ ایک قومیت کے تھے ہیں، ان میں سے نوے فی صدی میں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں، اس لئے اگر یہ کہ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کئے جاسکتے تو یہ ان لوگوں کا تصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے تھے" (۳۹)

ہندو مہا سبھا کی نیٹا پروفسر برانچ مدھوک نے مشورہ کیا: "ہندوستان کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو یہ احساس دینا ضرورت ہے کہ ان کے آباء واجداد وہی ہیں جو مسلمان کے آباء واجداد تھے، مسلمانوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم کرشن دیا سی اور کالی داس ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کے بھی اکابر اور رہنما ہیں لہذا مسلمانوں کو ہندوؤں کے عقائد اور مشترکہ طور پر ہندوؤں کی مذہبی تقریبات اور عبادت گاہوں میں حصہ لیتا چاہیے، یہ ہندوؤں کی کوٹاہی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے آخری پیغمبر (حضرت محمد) کی بات بنا کر دوسرے بتوں کے ساتھ شامل نہیں کیا، مسلمان انہوں نے مہاتما بدھ کے بت کو اپنے اوتاروں میں سے لے لیا تھا، اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو ہندوستان میں بدھ مت کی طرح اسلام کا بھی طبقہ وجود قائم نہ ہوتا، مسلمانوں نے یونانیوں کے ساتھ زمانہ قدیم میں یہی برتاؤ کیا تھا، آج کوئی ہندوستان میں ان کا نام لیتا بھی نہیں

ہے۔ مسلمانوں کو ہندو بنانے کا عمل فوراً شروع کر دینا چاہیے، اس طرح ان کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے طے ہو جائے گا" (۴۰)

ایسا نہ ہونے کی صورت میں ہندوؤں کے پاس صرف وہ علاج باقی تھا جو اٹھارہویں صدی کے آخر میں "ہند متا ترنم کے گیت" کے مصنف بینکم چندر چٹرجی نے اپنی کتاب "آئندہ منہ" میں درج کیا ہے: "وہ مسلمان منجھوؤں کے مقابلہ میں برطانیہ کی حکومت کو تسلیم نہیں، ہندوؤں کا فرض ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی پانچ سرزمینوں کو ان ٹاپک منجھوؤں یعنی مسلمانوں سے پاک و صاف کر دیں، ان کی مسجدوں کو مٹا دینا چاہئے اور ان کو زبردستی ہندو بنا لینا چاہیے" (۴۱)

ہندوؤں کی اس ٹاپک سوچ کی عکاسی اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو سرواڑا لارنس نے اپنی کتاب "دی انڈیا دی سرورڈ" میں بیان کیا ہے، "فرماتے ہیں: "سربراہ (مہاراج ایدر) اس رخصتی دن میں شریک ہونے کے لئے شمل آئے جو لارڈ کرزن نے میری بیوی کو اور مجھے رواجی سے قبل کی شب میں، تھا اور دن کے بعد میں اور رات کے دو بجے تک ان کی توقعات اور تمناؤں کے متعلق گفتگو کرتے رہے، ان کی تمناؤں میں سے ایک یہ تھی کہ ہندوستان میں جو مسلمان ہیں، ان سب کو وہ فنا کر دیں، میں نے اس تعصب کی مذمت کی اور ان مسلمان دوستوں کا نام لیا جو میرے اور ان کے درمیان مشترک تھے، انہوں نے کہا: ہاں مجھے بھی وہ پسند ہیں لیکن مجھ کو یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ مردہ ہوں" (۴۲)

۱۹۲۶ء کے اوائل میں جمعیت العلماء ہند کے ناظم مولوی احمد سعید صاحب نے ہندوؤں کی حکومت کے متعلق جو رائے قائم کی تھی، "کاش جمعیت اسے بعد میں بھی پیش نظر رکھتی تو شاید وہ ایک بکے ہوئے پھل کی طرح کانگریس کی بھولی میں گرنے سے بچ جاتی، سعید صاحب نے فرمایا تھا: "انڈیا کی حکومت کے زوال پر اگر خدا انخواست اس ملک میں ہندوؤں کی حکومت قائم ہو جاتی تو مسلمانوں کو

جیسی کاٹھیا یا آجیانا جو قوم موجودہ غلامی کی حالت میں یہ قسم اٹھاتی ہے، "مکھان بن کر خدا جانے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی" (۳۳)

مخلوط انتخاب

مخلوط انتخابات سے چونکہ مشرکیں ہند کو فائدہ پہنچنے کا ارادہ تھا، اس لئے وہ مسلمانوں کے جائز "جداگانہ انتخاب" کا مطالبہ تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے، بد قسمتی سے قوم پرست مولوی بھی اس معاملہ میں اپنے "برادران وطن" کے جہنوا تھے، کانگریس نے اپنے ایکشن مپسی فٹن (انتخابی دستور) میں صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا تھا کہ: "کمیونل ایوارڈ (فرقہ وارانہ حقوق کا فیصلہ) قطعاً اس قابل نہیں کہ اس کو منظور کیا جائے، کانگریس کی روش لاپرواہی اور غیر جانبداری کی نہیں ہے، وہ شدت سے فرقہ وارانہ فیصلہ کو نا منظور کرتی ہے اور اس کو ختم کرنا چاہتی ہے" (۳۴)

مستزید سید مورتی نے مخلوط انتخابات کی مذمت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: "اگر تمام جداگانہ انتخابات منسوخ کر دیے جائیں تو کانگریس ہندوستان کے تمام گھبراہٹوں پر قابض ہو سکتی ہے اور پھر ہمارے اور "پورنہ سوراج" کے درمیان کوئی شے حائل نہیں ہوگی" (۳۵)

جمعیت العلماء ہند کے اجلاس کراچی ۳۱ مارچ ۱۹۳۱ء سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے فرمایا: "جداگانہ انتخاب سے جہاں مسلمانوں کو قدرے فائدہ ہے وہاں اس کے مضار بہت زیادہ ہیں، جداگانہ انتخاب فرماتے ہند میں نفاق و شقاق کا موجب ہے" (۳۶)

صادق صاحب کی طرح مولوی حسین احمد دیوبند نے ہندوؤں کی حمایت کرتے ہوئے مارچ ۱۹۳۲ء میں مخلوط انتخاب کی فضیلت اور جداگانہ انتخاب کا نقص ان الفاظ میں بیان کیا: "جمعیت علماء ہند نے اس (جداگانہ

انتخاب) پر متعدد مجالس میں غور و بحث کر کے یہ سمجھا ہے کہ جمہوری اور فیما بقی طرز حکومت کی صورت میں مخلوط انتخاب ہی پبلک کے درمیان رابطہ مودت و اتحاد قائم رکھ سکتا ہے اور جداگانہ انتخاب ہمیشہ ہمیشہ باہمی اختلاف و شقاق بلکہ فتنہ و فساد پیدا کرنے کے سوا کسی مقصد تک پہنچنے میں نہیں پہنچا سکتا" (۳۷)

مستزید کاٹھیا نے وزیر ہند سر سونیل ہو کو اپنے خط تحریر ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء میں لکھا: "میری یہ مسئلہ رائے ہے کہ خالص سیدنی نقطہ نگاہ سے، خواہ کچھ بھی ہو، جداگانہ نیابت ان (اچھوتوں) کے لئے اور ہندوؤں کے لئے نقصان دہ ہے، جداگانہ نیابت ان کے لئے کس قدر نقصان دہ ہوگی، اس بات کا وہی شخص اندازہ لگا سکتا ہے جو یہ جانتا ہو کہ برائے نام اوٹھی ذات والے ہندوؤں میں وہ کس طرح پھیلے ہوئے ہیں اور جو یہ جانتا ہو کہ موخر الذکر لوگوں کا ان کو کتنا بھاری سہارا ہے، جہاں تک ہندومت کا تعلق ہے، جداگانہ نیابت (یعنی جداگانہ طریقہ انتخاب) اس کے زندہ جسم کو چھ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، میرے لئے تو ان جماعتوں کا سوال سب سے بڑھ کر ایک اخلاقی اور عوامی سوال ہے، اگرچہ سیاسی پہلو بھی ضروری ہے لیکن وہ اخلاقی اور مذہبی سوال کے مقابلہ میں بچا ہے۔۔۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندو لوگ صدیوں سے دولت جاتیوں (اچھوتوں) کو جان بوجھ کر ذلیل کرتے آئے ہیں، اس کے لئے خواہ وہ کتنی ہی جانی کریں، تھوڑی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ جداگانہ نیابت نہ تو کوئی پیش جانا (ترکیہ) ہے اور نہ اس کا قابل برداشت ذلت کا کوئی علاج، جس کے تلے پکچلے جا کر وہ گریہ وزاری کرتے چلے آئے ہیں، اس لئے میں ہر کیچھ کی گورنمنٹ کو موڈیانہ طور پر بتا دیتا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے فیصلے سے دولت جاتیوں (اچھوتوں) کے لئے جداگانہ نیابت پیدا کر دی گئی تو میں فاقہ کشی سے جان دے دوں گا" (۳۸)

حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال مدظلہ "مستزید کاٹھیا" کے اس خط پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "میرے لئے

سکتا " (۵۱)

مولوی حسین احمد دیوبندی نے تو صرف اس نے مخالفت کی کہ اس میں عمل آزادی کا تصور موجود نہیں (۵۲)

آج کل احرار اور ابوالکلام آزاد نے اس کی حمایت کی (۵۳)

مجلس نیشنل مولویوں کی حمایت کے باوجود جب ہندو رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ مسلمان اس رپورٹ کو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کریں گے تو اسے واپس لے کر سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں کو وارننگ دی کہ وہ حکومت کانگریس کے حوالے کر دے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کی تحریک جمعیۃ العلماء ہند نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا اعلان کیا (۵۴)

----- جبکہ قائد اعظم محمد علی جناح اور سنی بریلوی علماء و مشائخ نے اس کی بھرپور مخالفت کی (۵۵)

ہندو مسلم فسادات

مسٹر گاندھی کے خیال میں "مسلمان غنڈے ہیں اور ہندو بزدل" (۵۶)

----- جبکہ ابوالکلام آزاد کا نقطہ نظر یہ تھا کہ "ہندو امن حیثیت، الجماعت تنگ دل اور تنگ نظر ہیں۔ مسلمان امن حیثیت، الجماعت بزدل اور کوتاہ اندیش" (۵۷) "مہاتما جی" کی تنگ نظری، تعصب، مسلم کش پالیسی متعدد مواقع پر بے نقاب ہوتی رہتی تھی لیکن اس کا سب سے بڑا اور نمایاں مظاہرہ اس وقت ہوتا جب ملک میں ہندو مسلم فساد ہو جاتا، جو نئی فساد کی خبر ملتی وہ بلا تحقیق و کاوش اس نتیجہ پر پہنچ جاتے کہ سارا قصور مسلمانوں کا ہے، ہندو

کلی تعجب انگیز نہیں کہ ہندوستان کی قومیت متحدہ کے طور پر طے ہزار اور ہندوستانی اقلیتوں میں فرقہ وارانہ (جو سیاسی طاقت کے انتقال کے لئے لازمی ہے) کے لئے ترین مخالف نے نہایت دلیری سے بالخصوص ہندو قومیت کے تحفظ کے مسئلہ کی حمایت کو نہایت ضروری خیال کیا، یہ صورت حال مسلمانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ ہندو مہاتما جو ملک کی تمام اقلیتوں کو قومیت متحدہ ہند میں ضم ہو جانے کی تلقین کیا کرتا تھا، آج اسے ایک ایسے دور کا اعلان میں ہندو قوم کا انتشار نظر آ رہا ہے جس کے وجود سے مجالس وضع آئین میں ان لوگوں کو محدود نمائندگی حاصل ہونے کا امکان ہے جو خود مہاتما گاندھی کے نزدیک مسلمانوں تک ہندوؤں کی اونچی جاتیوں کے تحت مشق بنی رہے۔ اگر اچھوتوں کی لئے جداگانہ انتخاب کے یہ معنی ہیں کہ ہندو قوم کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے تو محکمہ انتخاب کا یہ مطلب ہو گا کہ جو اقلیتیں اسے اختیار کریں تو وہ مسلم ہستی سے ناہود ہو جائیں گی، میرے خیال میں مہاتما گاندھی کی دانش سے یہ صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ جس اقلیت کو اپنے جداگانہ وجود کے برقرار رکھنے کی ضرورت ہوگی، اسے جداگانہ انتخاب سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے" (۵۸)

شہر رپورٹ

شہر رپورٹ میں مسلمانوں کے مطالبات کو نظر انداز کیا گیا اس میں فوجی اور خارجی اختیار انگریزوں اور انڈیائی اختیارات ہندوؤں کو سونپ دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی گویا کہ برطانوی حکمرانوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو ہمارے بنانا مقصود تھا، مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے اس کی پر زور مخالفت کی

اور اسے متوازن بنانے کے لئے بعض تجاویز پیش کیے۔ مسٹر گاندھی نے اسے اپنی اصلی شکل میں قبول کرنے پر آمادہ نہ کیا اور کہا کہ میں کسی متبادل تجویز کا تصور ہی نہیں کر

”دونوں تارادیاں“ میں وہ فی الحقیقت ”مجاہد فی سبیل اللہ“ ہیں اور با نفہم داموالہم کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق و صداقت کا مجاہد ہے۔ سالار ہے۔“ (ابوالکلام آزاد) (۶۰)

”میرا یقین ہے کہ ہندوستان کے لئے مہاتما گاندھی کی رہنمائی ایک سچی رہنمائی ہے اور اگر ہندوستان آزادی اور نجات حاصل کر سکتا ہے تو صرف انہی کی رہنمائی سے۔“ (ابوالکلام آزاد) (۶۱)

”۱۹۳۰ء میں کانگریس نے ایک ریڈکلیشن کے ذریعے مسٹر گاندھی کی قیادت کی ذمہ داری سے ہندوستان کی آزادی کے لئے نیا جہاد شروع کیا۔ ان دنوں بعد ان سے قیادت سنبھالنے کی استدعا کی۔ اس انتخاب پر ابوالکلام آزاد نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ”کئی ماہ کے بعد رات میں آرام لی خند سویا، مہاتما جی نے پھر کشی سنبھال لی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم ان کی متابعت میں فتح کے دروازے تک ضرور پہنچ جائیں گے۔“ (۶۲)

”کانگریس کی صدارت کے لئے (میرا انتخاب درحقیقت مہاتما گاندھی کی قیادت پر اعتماد کا آئینہ دار اور اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ ملک ان کے پروگرام سے بالکل متفق ہے۔“ (ابوالکلام آزاد) (۶۳)

”مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد یہی ایک نیا رہنمائی ہے جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا اور اسی سے ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔“ (ابوالکلام آزاد) (۶۴)

”ایک جگہ میں شرکت کے لئے ۱۹۳۰ء کی ۳۰ جنوری کو دہلی آیا تو حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مکان پر سب سے پہلے مجھے گاندھی جی سے نیاز حاصل ہوا۔ اس دن سے آج تک جبکہ ۱۹۳۸ء ہے ۲۷ برس گزر چکے ہیں ۲۷ برس کے یہ دن ہم پر ایسے گزرتے کہ گویا ہم ایک چھت کے نیچے رہے۔“ (۶۵)

”۔۔۔۔۔ جب میں پہلی دفعہ مہاتما جی سے ملا، اس وقت میں اس کا متفق نہیں تھا، میری آنکھوں پر اعتقاد کی

تجربہ معلوم ہیں، مسلمان وحشی، درندے، ڈاکو، چور اور بدعنوان ہیں، ڈھاکہ اور احمد آباد میں جو افسوسناک فسادات ہوئے، ان کے متعلق بھی سینہ مہاتمائی میں ایک قیامت خیز درد اٹھا اور انہوں نے اخبارات میں یہ بیان شائع کرایا۔ ”جو تفصیلات موصول ہوئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھاکہ اور احمد آباد میں مسلمان مذہبی دیوانوں نے ہندوؤں کی جائیداد کو نقصان پہنچانے، لوٹنے اور آگ لگانے میں کوئی کسر نہیں بھاری تھی اور یہ سب کچھ اس انداز سے ہوا جس سے شرح ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے طے شدہ تھا۔“ (۵۸)

عقیدت کے پھول

پروفیسر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں۔ ”مسلمانان ہند میں گاندھی کی شخصیت آخر تک ماہ التزام رہی۔ بعض لوگ ائمہ مسلمانوں کا خیر خواہ بلکہ مسلمان سمجھتے تھے، چنانچہ جب ان کو قتل کیا گیا تھا تو ان لوگوں نے مسٹر گاندھی کے لئے قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی جو اولیاء کرام کے لئے بھی اسے پڑھنا ہوتا ہے۔“ راقم اس کا بھی شاہد ہے۔۔۔ اور بعض دوسرے مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کا مذہب دشمن سمجھتے تھے، ”مذہب ذیل قطعہ اسی خیال کا ترجمان ہے۔“

”ہمارے قوم کی خاطر تیرا ہر ایک چلن

افسوس نہ سمجھے تھے یاران وطن

کچھ پھول سادھی پہ تیری لایا ہوں

اے قوم مسلمان کے مذہب دشمن“ (ناز بریلوی)

(۵۹)

مسلمانوں کے اس مذہب دشمن اور دیگر ہندو لیڈروں کے اسلام دشمن رویے کا تذکرہ بعد میں ہوگا۔ پہلے تنظیمت مولویوں کے بعض ارشادات نقل کئے جاتے ہیں جن سے قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں مسٹر گاندھی سے کس قدر عقیدت و محبت تھی۔

”مسٹر گاندھی نے جنگ آزادی میں اپنی جان اور مال

تھے توہ بیشک ہندو تھے لیکن انہوں نے ہندو مذہب و دماغ
ن ایک نئی تعمیر کی تھی اور ایک نیا زاویہ بنایا تھا جو تمام
ہندوؤں پر چھا گیا اور وہ ایسی جگہ بن گئی کہ نہ وہاں
تجاذب اور قومیت کی لکیریں چل سکتی ہیں اور نہ دوسری حد
ہندوؤں کی دیواریں قائم رہ سکتی ہیں یہ وہ پلندی ہے کہ
آئندہ دماغ وہاں تک پہنچ سکے تو اس سے بڑی خوبی کوئی
نہیں ہے " (ایوانکلام آزاد) (۶۶)

پھر " ملک میں ایک جدید تعمیر پروگرام کا ہونا ضروری
ہے جو کاندھلوی جی کے زیر قیادت گورنمنٹ کے ساتھ تعاون
پہنچی ہو " (مولوی عبید اللہ سندھی) (۶۷)

پھر " ہندو جواہر لال نہرو کے خیال میں مسند کاندھلوی کے
مقتضا، فعلوں کو اندھلی تقلید کر کے قبول کرنا دانشمندی نہ بت
میں تھی " خود " مہاتما جی " بھی برملا اعتراف کرتے تھے کہ
وہ بعض اوقات غلطیاں کر جاتے ہیں (۶۸)

لیکن ذرا اس

تعمیر کی آنگھوں کو بند کر دیا کرتی ہے لیکن
سے حد تک ہی ہر چیز نے ان کی عظمت کو میرے دل
نے لکھ دیا اور جوں گزرا " میرا اعتقاد ان کے ساتھ
تعمیر چھا گیا " ہم دو آدمیوں کو ان سے انتہائی قرب تھا
میں بہت طویل موقع ملا " وہ ایک کھلی ہوئی کتاب تھے
" ہر ورق کھلا ہوا " ہر سطر روشن " ہر لفظ دھلا ہوا اور
تعمیر ہوا۔ آج تمام دنیا میں شاید ان ہی کی زندگی
میں جس کا ایک حرف بھی چھپا ہوا نہ تھا " یہ انسانیت
عزت کے لئے سب سے بڑی کوئی ہے اور اس معیار پر
سے آنے والے تمام تاریخ انسانی میں صرف ہندو انسان
ہیں جنہیں آپ اپنی انگلیوں پر گن سکتے ہیں۔

جن کو دنیا کی تمام حد ہندوؤں نے الجھانے کی ہوش
میں وہ الجھ نہ سکے " تمام ہندوؤں نے ان کا دامن پکڑنا
نہ نہ گرفت میں نہ آ سکے " میرے نزدیک کاندھلوی جی کی
سے بڑی عظمت یہی ہے " یہ نہ تھا کہ مہاتما کاندھلوی

اعلیٰ خوبصورت اور دیرپا درستی کے لیے

سرور و ڈیڑھ لاکھ چھاؤنی
پر تشریف لائیے

ہمارے ہاں ہر قسم کے زمانہ ،
زمانہ اور بچکانہ جھوٹے دستیاب
ہیں (بچوں کے لیے سکول
شوئز بھی دستیاب ہیں)

انصاری شو

نظارہ کو سامنے لائے کہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کرسی صدقات پر محکم ہیں 'مولانا حسین احمد صاحب بعد علماء کی جماعت کے اور گرد اسٹیج پر بیٹھے ہیں اور پڑت پڑت اپنی تقریر میں فرما رہے ہیں کہ "آج ہمارے ملک میں مہاتما گاندھی کی ذات گرامی ایسی ہے جو تمام تقاضے سے مبرا اور تمام خطاؤں سے منزہ ہے (نہرہ نہیں)" لیکن کسی نے بھی اس کی تردید کرنے کی جرات نہیں کی" (۶۹)

مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہنامہ "ماہ طیبہ" کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ راوی ہیں "جب کانگریس کا زور تھا اور مسلمان مطالبہ پاکستان میں سرگرم تھے دیوبندی مولوی کانگریس سے ساتھ اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ گاندھی دورِ سجدہ سے فارغ ہو کر پشاور سے لاہور جا رہے تھے۔ ان میں سے سوار تھا اور راویپنڈی سے لاہور جا رہا تھا۔ لاہور پہنچنے پر میں نے ریلوے پلیٹ فارم پر کانگریس کا ایک بہت بڑا جھوم دیکھا، ہر شخص ہار لے گاندھی کی راہ دیکھ رہا تھا گاڑی سٹیشن پر پہنچی تو گاندھی کا ڈبہ جھوم سے کچھ آگے نکل گیا، یہ دیکھ کر جھوم دیوانہ وار آگے دوڑا، اس افراتفری کے عالم میں ایک کھدر پوش طویل ریش ادھر عمر کا آدمی بھی نظر آیا، وہ بھی کسی طرح گرتے پڑتے گاندھی کے پرتوں میں پہنچ گیا، میری نگاہ اس آدمی کی طرف تھی کہ ایک ریش سرنے بتایا: "یہ مولانا احمد علی ہیں" شیرانوالہ دروازے والے "یہ سن کر کچھ تعویضہ آفاقی توحید شریک کے چہرے میں گہری ہنسی نظر آنے لگی" (۷۰)

"ہندوستان کو آزادی یو سی سیں ملی، لاکھوں نوجوانوں نے قیمت ادا کی ہے، گاندھی جی ایک عظیم المرتبت لیڈر تھے، انہوں نے سنیہ اور انسانیت سے برطانوی حکومت کو بلا ڈالا، یہ ان کا اعجاز تھا کہ سینکڑوں نوجوان ملک پر قربان ہو گئے، خون دینا، پھانسی پر چڑھنا، گولی کھانا، دولت لٹانا اور قید ہونا کھیل نہیں، یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں قدرت نے حوصلہ اور یقین دیا ہو، ایک دفعہ کچھ مسلمان نوجوانوں نے مولانا آزاد سے پوچھا، ہندو نوجوان اور ہندو لڑکیاں گولی کیونکر چلاتیں اور ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟"

مولانا نے ہنس کر فرمایا۔ "میرے بھائی! ایمان اس کی ہے، کسی دکان سے مل سکتا تو ضرور جاتا" (خورش کاشمیر) (۷۱)

"مکان پر جب آزادی ہند وغیرہ کا تذکرہ ہوتا مولانا (حسین احمد دیوبندی) مسٹر گاندھی کی تعریف کرتے ہیں اور کانگریس کی شرکت پر زور دیتے ہیں" (قاضی ظہیر الحسن) (۷۲)

"افسوس کہ پاکستان کی سر زمین میں گاندھی جی سے پایہ اکوٹی راجنما پیدا نہ ہوا" (ذاکٹر رشید احمد جالندھار) (۷۳)

"گاندھی جی کی دور اندیشی، تدبیر اور اخلاق سب کے لئے زندگی بھر رہا اور ان کی بے وقت اور بے دروازہ موت ملک کے لئے ہی نہیں، مسلمانوں کے لئے بھی ایسا سانچہ ہے" (مولوی عبد الماجد دریا بادی) (۷۴)

"ملک ہال (کانپور) میں مسٹر گاندھی کی پری کے موقع پر حافظ بیعت اللہ اور بابا خضر نے مسٹر گاندھی کی تصویر کے سامنے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی جبکہ دوسری طرف بھجن گائے جا رہے تھے" (۷۵)

روزنامہ "جسارت" کراچی ۲۳ جولائی ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں کانگریس مولویوں کو بچے گاندھی کے لئے قرآن خوانی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور تصویر کے نیچے لکھا ہے "بچے گاندھی کیلئے دہلی میں ہونے والی قرآن خوانی، اندرا گاندھی بھی شریک ہیں" (۷۶)

اس پر گرفت کرتے ہوئے محترم سید محمد حبیب اللہ ایڈیٹر "العیزان" بمبئی اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں۔ بچے گاندھی کے لئے قرآن خوانی، محفل مغفرت، ایصالِ ثواب، دعائے نجات، آخرت کی خیر برکت جیسے امور کا مظاہرہ کرنا ایک مستحکم خیر اور افسوسناک حرکت ہے، کسی بھی غیر مسلم کے لئے اس طرح کی دعائیں اور مجلسیں مزاج اسلام اور روح ایمان سے لاعلمی، لاشعری اور ناقصی کا کھلا ثبوت ہے۔

پشت سہولتیں مل نہرو اور باپ جو اہر لال نہرو نے تحریک آزادی کے مسلم قائدین حضرت سید احمد بریلوی، شاہ اسٹیل شہیدی کی فکر اور شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا احمد سعید دہلوی کے ساتھ مل کر غیر ملکی حکمرانوں کو ہندوستان سے نکالنے میں اہم کردار ادا کیا، اندرا گاندھی نے اپنے (دور) اقتدار میں جمیت علاقے ہند اور دارالعلوم دیوبند کی قومی خدمات کا ہمیشہ اعتراف کیا اور جشن دیوبند میں اکابر دیوبند سے خاندانی تعلقات کا برملا اظہار کیا، اس لئے پاکستان میں موجود ان علاقے حق کے جانشین اندرا کی موت کو امن کے لئے خطرناک تصور کرتے ہیں" (۷۹)

جہاں تک جشن دارالعلوم دیوبند اور اندرا گاندھی کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ہم مولوی احتشام الحق تھانوی کا یہ بیان نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس جو بھارت اور

پاکستان کے غم میں سیاسی شرکت کے لئے اور...
...تفہیم کی تلقین و تسکین کی حد تک تو بات سمجھ...
...ہیں آگے بڑھ کر مسلم یوتھ کانفرنس نے دلی...
...کامیابی اور دعائے مغفرت کی محفل بھی منعقد کر...
...لئے حیرت انگیز بھی ہے اور درد ناک بھی،
...کتاب اور دعائے مغفرت کے لئے صرف اور صرف...
...شرط ہے، جہاں جہاں ایمان پایا جائے گا دعائے...
...کی جائے گی۔ ایمان اور مغفرت قانون انجیل کی...
...صحیح ہے، جہاں ایمان ہوگا دعائے مغفرت ضرور...
...جہاں دعائے مغفرت کی جائے گی وہاں ایمان کا وجود...
...ہے، مجھے ایمان اور اسلام کی بحث نہیں کرنی ہے،
...بات کہنی ہے اور کل کر کہنی ہے کہ گاندھی جی ہوں...
...شاستری جی ہوں یا بھگت جی، سب کے سب غیر...
...مسلم نہیں، محروم الایمان ہیں، مومن نہیں،
...جہاں محروم نہیں" (۷۷)

...میں رہنے والے اس محترم سنی بریلوی ایڈیٹر...
...تہرہ ایمان افروز بھی ہے اور سبق آموز بھی۔
... (نور)

...سچی کے اخبار "اردو شائعز" کی اطلاع ہے کہ پونہ...
...عبد الکریم نے اندرا گاندھی کی عاتقانہ نماز جنازہ کی...
...بالی اور کھنڈ کے اخبار "اردو بازار" نے خبر دی...
...مولانا اسد مدنی صدر جمعیت العلماء ہند نے...
...کے لئے منعقد تقریب قرآن خوانی میں شرکت فرمائی...
...تقریر و زاری کے ساتھ مغفرت کی دعا مانگی

...۳۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو اندرا گاندھی پر قاتلانہ حملہ...
...اصل یہ جہنم ہو گئی، اس پر پاکستان کے دیوبندی...
...میں کو بہت صدمہ ہوا، چنانچہ نظام العلماء پاکستان...
...مسجد اسلام کے مرکزی رہنما مولوی زاہد...
...مولوی محمد شریف دتو اور مولوی بشیر احمد شاہ نے...
...سج و غم کیا۔ "سزا اندرا گاندھی کے قاتلانہ نے...
...کامیابی میں مرکزی کردار ادا کیا ہے، ان کے دادا

حافظ محمد

ایمپلی فائزر والے



چیپ پیسن

ایمپلی فائزر

لاؤڈ سپیکر

مشہور زمانہ شو ریمائیکر فون

افلاق کارپوریشن

عوامی مارکیٹ، سال روڈ، لاہور

فون: 7248799 - 7228247

7228476 - 7239871

پاکستان کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک کے ہزاروں فارغ التحصیل مذہبی پیشوا اور علماء و مشائخ کا خالص مذہبی اور عالمی اجتماع ہے اس کا افتتاح ایک خاتون (سزاندرا گاندھی) کے ہاتھ سے کرانا نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی روایات کے خلاف ہے بلکہ دین اسلام کی برگزیدہ مذہبی شخصیتوں کے تقدس کے منافی بھی ہے۔۔۔ اگر بھارتی وزیر اعظم سزاندرا گاندھی کو مسلمانوں کے ساتھ ان کی خیر سگالی اور ہمدردی پر خراج تحسین پیش کرنا تھا جس کی وہ بجا طور پر مستحق ہے تو وہ مذہبی پیشواؤں کے خالص مذہبی اجتماع کی حیثیت کو مجروح کئے بغیر دوسرے طریقے پر بھی پیش کیا جاسکتا تھا، ایسا کی دینی درس گاہ کے اس خالص مذہبی صد سالہ اجلاس کو ملکی سیاست کے لئے استعمال کرنا ارباب دارالعلوم کی جانب سے مقدس مذہبی شخصیتوں کا بدترین استحصال اور اسلاف کے نام پر بدترین قسم کی استخوان فروشی ہے، ہم ارباب دارالعلوم کے اس غیر شرعی اقدام پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس شرمناک حرکت کو مسلک دیوبند کی تربیاتی تصور نہ کریں بلکہ اس کی ذمہ داری تنہا دارالعلوم دیوبند کے مہتمم (قاری محمد طیب) پر ہے جنہوں نے دارالعلوم کی صد سالہ برحق تاریخ کے چہرے پر لٹک کا ٹیکہ لٹکا دیا (۸۰)۔

ہندوؤں کا رویہ

قوم پرست مولویوں کی اس قدر عقیدت و محبت کے باوجود ہندو مسلمانوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے ذہن پر یہ خوف سوار تھا کہ کہیں پھر مسلمان بیرونی اسلامی ممالک کی مدد سے انہیں محکوم نہ بنالیں، ایک ہندو نے اسی جذبے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا: "مسلمانوں کو بھارتی میں ہونے کی وجہ سے رعایتیں دینی چاہئیں (۸۱)۔

ساتھ بننے والے بن کرنا نہ کرنا چاہئے، یہ بات سمجھ میں

آنے والی ہے اور اسی لئے بھارتی نے ان کے رعایتیں بھی کی ہیں مگر مسلمان جو چاہتے ہیں وہ بھارتی لئے خطرناک ہو سکتا ہے مثال میں مسلمانوں کی کثرت ہے وہاں سے ملا ہوا مسلمان حکومتوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہے، مسلمانوں کی پان اسلامیت کو دیکھتے ہوئے یہ دور نہیں کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں کے خلاف ایران افغانستان وغیرہ سے سازش کر کے محمود غزنوی کی طرح کریں، ہندو بھارتی کا یہ خطرہ بہت خاص توجہ کا حقدار ہے گاندھی جی بھی اسے نظر سے اوجھل نہیں کرتے (۸۲)۔

مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں بطرح کرنے کی خواہ ہندو کوئی جائز رعایت تک بھی دینے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے اگر کہیں غلطی سے یاد دکھلاوے کی خاطر کوئی فائدہ کی بات مان بھی جاتے، تب بھی عجلہ آمد کے وقت ڈھکے مارنے سے گریز نہ کرتے، کانگریس نے میثاق لکھنؤ توثیق کر کے عملاً یہ تسلیم کر لیا تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں نمائندہ جماعت ہے لیکن سزاندرا گاندھی نے تحریک ترک موالا اور خلافت کی آڑ میں نیشنلٹ مولویوں کی مدد سے ایک قوت نظریہ کا پرچار کر کے اس تاثر کو ختم کرنے کی مہم چلائی اسی طرح "اس میثاق کی شقوں پر عمل کرتے ہوئے میاں فضل حسین صاحب نے پہلا کام یہ کیا کہ لاہور کے میڈیکل کالج، گورنمنٹ کالج اور انجیئرنگ کالج میں مسلمان طلبہ کے لئے چالیس فیصد نشستیں مخصوص کر دیں میونسپل کمیٹیوں میں جہاں جہاں مسلمانوں کو اپنی آبادی کے تناسب سے کم نشستیں حاصل تھیں، ان کی نمائندگی عاسب آبادی کے مطابق بڑھا دی اور سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا چالیس فیصد حصہ مقرر کر دیا، ہندوؤں کو یہ تینوں فیصلے سخت ناگوار گزرے، ہندو کے نزدیک قوم پرستی کا مقبول یہ تھا کہ اس کی ہر قسم کی اجارہ داری میں، خواہ وہ سراسر بے انصافی پر مبنی ہو، عقل نہیں پڑنا چاہیے، میاں صاحب کے خلاف طوفان اٹھ کھڑا ہو، ہندوؤں کے اخباروں ہندوؤں کے انجمنوں اور ہندوؤں کی نجی محفلوں میں فضل حسین کو فرقہ پرستی کا بانی، ہندو مسلم اتحاد کا دشمن، ہندوؤں

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں کہا۔

”میں سو سال تک مسلمانوں کا انتظار کر سکتا ہوں کہ وہ کانگریس میں آئیں یہ نسبت اس کے کہ ان کو رشوت دی جائے ”رشوت؟۔ یعنی قوی حقوق۔“

مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں ٹھیک یہی نقطہ نظر ہندو مہاسبا کا بھی ہے، بھائی پر مانند سابق صدر ہندو مہاسبا نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ایک تحریر بھیجی تھی جس میں وہ فرماتے ہیں۔

”یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج کانگریس بھی ہندو مہاسبا کے اس اصول کا اقرار کر رہی ہے کہ نہ کوئی مسئلہ اقلیات

(متاثر) ہے نہ اس کے حل کرنے کی ضرورت، نہ کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ ہے نہ معاہدہ اور مفاہمت کی حاجت“ (۸۷)

”جن نیشنلٹ مسلمانوں بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان وغیرہ نے پاکستان کے مطالبے کی بھرپور مخالفت کی تھی اور جو ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں مسلمانوں کی بھلائی پر یقین رکھتے تھے اور پاکستان کے مطالبے کی مخالفت میں اپنا زور بیان صرف کر رہے تھے، جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ان ہی ہندوؤں، سکھوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمان، سکھوں کے ساتھ مل امرتسر میں جینا دو بھر کر دیا اور ہندوؤں، سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا درس دینے والے یہ تین بزرگ جس طرح ہندوؤں، سکھوں سے اپنی جانیں بچا کر امرتسر سے بھاگ کر پاکستان آئے، وہ ہندوؤں، سکھوں کی مسلم دشمنی کی منہ بولتی تصویر ہے“ (۸۸) ملاحظہ

قوم پرست مسلمانوں کے انجام کے بارے میں میں مزید دو واقعات دہیہ قارئین ہیں دہلی میں میرے خالو اور ان کا پورا خاندان قتل ہو گیا ایک بچی زخمی حالت میں لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سے ملی ایک لڑکا نہ جانے کس طرح بچ نکلا۔ میرے عزیز، میرے بزرگ، میرے دوست مجھ سے پوچھتے تھے تمہاری متحدہ قومیت کہاں ہے؟ تمہارا مشترکہ گھر کیا ہوا

ہندوستان کا بدخواہ قرار دیا جائے گا“ (۸۳)

”میں نے اگرچہ سیکولر ازم کا بھرم رکھنے کے لئے قوم پرست مسلمانوں کو کانگریس کے عہدے تفویض کیے تھے لیکن یہ لوگ انکی آنکھوں میں کانٹے کی طرح ٹپکتے تھے۔ ہندو اجماعی رہنما جناب شورش کاشمیری کا بیان کانگریس کے ہندو رہنماؤں کی اکثریت کا یہ حال تھا کہ مسلمانوں کو کانگریس میں بلائے ضرور لیکن دروازہ بند رکھتے تھے جو مسلمان اوپر سے آتا، اس کو اس طرح زنجیر لگا کر آخر کار بھاگ اٹھتا، جیسا کہ میاں افتخار الدین نے بیان کیا ہے کہ وہ بھوکا رہ جاتا جیسا کہ پنجاب میں ایک سید عتیقہ فضل الدین تھے یا پھر کبھی کبھار استثنائی سے یہاں ہوجاتی، مجلس اجماعی کی الگ سیم کا عزم اور اس کے علاوہ یہی ذہن تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس کے خلاف میں ان صوبوں کے انچارج تھے جہاں مسلمانوں کی تعداد تھی، دوسرے صوبوں کی مسلمان وزارتوں کے انچارج بھی مولانا ہی تھے، پنجاب کانگریس کے ہندو زعماء جو جماعت پر قابض تھے، مولانا آزاد کے خلاف اور جماعت کے موافق تھے لیکن سرکاری کا حوصلہ نہ تھا، کی طرح کھڑے رہتے، مولانا داؤد غزنوی (مرگ) کانگریس میں شمول اٹکے لئے سوبان روح تھا کہ یہ خطرہ تھا کہ آئندہ چل کر بھی وہ صوبہ کانگریس میں نہ ہوں گے“ (۸۴)

نیشنلٹ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کی نظر میں سب کو برا سمجھتے تھے، سکھ دیوالال کا یہ بیان اسی ہندو صحافی تریبھانی کرتا ہے: ”مسلمان لگی ہو یا کانگری چیلو سے مسلمان ہی نکلتا ہے“ (۸۵)

کانگری حکومتوں کے مظالم سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے قائد اعظم علی گڑھ نے مسز گاندھی سے درخواست کی کہ انہیں کے حقوق کے لئے کوشش کریں، ”ماتما جی“ نے جواب دیا۔ ”مجھے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے مجھے انہوں نے کہ میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں

ہمارے وہ تصورات کہاں ہیں کہ قومیں محض مذہب کی بنیاد پر نہیں بنا کرتیں؟ تم تو کہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں، تم تو کہتے تھے ہندو مسلمان کے خون کے دشمن نہیں، تم تو کانگریس کی دریا دلی اور فیاضی کے قائل تھے۔

میرے چاروں طرف آگ تھی، میں حویلی کے اوپر والے کمرے میں خاموش بیٹھا کھنٹوں سوچتا رہتا اور کوئی جواب نہ پاتا، جو کچھ میں نے سوچا، وہ غلط تھا (ڈاکٹر محمد حسن)

ایم اے آپ جی (۸۹)

بابو نور الدین سنبھلی مقامی سیاست میں کانگریس کی ٹاک کا بال تھے، بلوائیوں نے جب انہیں گھیر لیا تو وہ پکارے "ارے میں تو کانگریسی ہوں، قوم پرست ہوں۔۔۔ مجھے تو نہ مارو" پر ہے تو مسلائی

یہ تھے وہ آخری الفاظ جو ان کے کانوں میں پڑے اور جن کی بازگشت دور دور سنی گئی، بہت سے لوگ اسی وقت سے دل ٹوٹنے لگے تھے (ڈاکٹر افتداحسن) (۹۰)

مسلمانوں کی تفہیم

اس میں شک نہیں کہ کانگریس کو بعض مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی لیکن تعداد کم ہونے کی وجہ سے یہ بالکل بے اثر تھے، مسلمان انہیں اس لئے منہ نہیں لگاتے تھے کہ انہوں نے غیروں سے رشتہ جوڑ لیا تھا اور مشرکین ہند کی نظروں سے اس لئے گر گئے تھے کہ وہ انکی مدد سے غلطیوں سے بچنے میں بری طرح ناکام رہے اس لئے جو بھی ہندو لیڈر ان کی حیثیت پر تبصرہ کرتا وہ بڑا دل آزار اور بھرتاک ہوتا، کانگریس کے مرکزی رہنما سردار پٹیل نے ستمبر ۱۹۳۵ء میں آل انڈیا کانگریس کے اجلاس میں کہا۔ "جو مسلمان کانگریس میں شریک ہیں، وہ مسلمان ہیں کب" (۹۱)

اصولی طور پر اگرچہ سردار صاحب کی بات غلط نہیں تھی لیکن جن لوگوں نے اپنی قوم سے رخصتی مصافحہ کر کے

کانگریس کے دامن میں پناہ لی تھی، ان کی اس قربانی رکنا ضروری تھا، ۲۳ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ایک قدم آگے بڑھ کر مسز نیکی رام نے سب مسلمانوں کے مت پر ان الفاظ تھپڑ مارنے کی ناکام کوشش کی۔ "چاروں اکثریتی صوبوں ایک چاروں شانے چت کرے گی، مسلمان بھوکے ہیں وہ اسی کو ووٹ دیں گے جو ان کی روٹی کا انتظام کرے" (۹۲)

مسلمانوں نے اس کا جواب اس شکل میں دیا انتخابات میں کانگریس اور قوم پرست مولویوں امیدواروں کی ضمانتیں ضبط کرا دیں۔

پنڈت دن موہن مالویہ اس لئے ہمارے شکر یہ مستحق ہیں کہ اس نے مسز گاندھی اور نہرو کی طرح مذا سے کام نہیں لیا بلکہ ہندوؤں کی اصلی سوچ کا اظہار کیا ہوئے کہا: "میں یورپین اور مسلمانوں پر ہماروں کو دیتا ہوں، اگر مجھے کسی ایسے ملک میں جانے کا اتفاق ہو، اچھوتوں اور مسلمانوں اور یورپیہوں کے بغیر اور کوئی ہو تو میں یورپیہوں اور مسلمانوں کے ہاتھ کا پانی پیسیں گی بجائے چماروں اور اچھوتوں کا پانی پینا پسند کروں" (۹۳)

ہمارے ہاں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو انگریز کی اسلام دشمنی کے پردے میں ہندوؤں اور قوم پرست مسلمانوں کے گٹھ جوڑ کو صحیح اور اسلام کے عین مطابق ہیں، یہاں جتنے بھی غلط کام ہوئے ہیں، ہور ہے ہیں آئندہ ہونے کا امکان ہے، یہ سب انگریزوں کے کہنے میں ڈالتے ہیں، قائد اعظم کی "کنزرویو اور غلطیوں تبصرہ فرماتے ہیں تو بال کی کھال اتارنے سے گریز کرتے لیکن مسز گاندھی اور ان کے ہمنوا مولویوں کی آجاتی ہے تو انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے، یہ سوچ فیرا ہے، اس قسم کے افراد سے بھی گزارش کی جاسکتی ہے پنڈت صاحب کا مذکورہ بالا بیان بار بار مطالعہ فرما کر حاصل کریں۔

ابو الکلام آزاد ہندو لیڈروں اور کانگریس کے

کے ماحول میں گھرے رہنے کی وجہ سے اس حقیقت سے قطعاً بے خبر رہے کہ انکی صف حکومت الٹی جا چکی ہے اور ان کی مملکت انکے دست تصرف سے کبھی کی نکل گئی ہے میں حیران ہوں کہ ہمارے اس شہنشاہ کو کون حقیقت حال سے مطلع کر کے ہوش میں لائے۔

کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے تمام اختیارات مہاتما گاندھی کے سپرد کر دیئے ہیں اور اکثر ارکان کمیٹی جیل جا چکے ہیں، اب مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ اختیار کہاں رہا لیکن پھر بھی وہ بزم خویش اسی خیال پر تے ہوئے ہیں کہ وہ شہنشاہ اعظم فرانس کی طرح ”مہاکوٹ مجسم“ ہیں، آج اگر کسی فرد واحد کو کانگریس کے متعلق کچھ بولنے کا حق ہے تو وہ مہاتما گاندھی ہیں نہ کہ مولانا ابوالکلام آزاد (۹۷)۔

ہندو قوم پرست مسلمان رہنماؤں کو گالیاں دینے سے

تھے، اس نے اپنی پوری زندگی ان لوگوں کی رفاقت میں گزاری، کانگریس کو قومی جماعت بنانے کے لئے اس کا صدر بھی بنایا گیا تھا، لیکن جس طرح قائد اعظم کو قومی جان بچھ کی نظر میں اس کی حیثیت ایک ”شہواہ“ سے زیادہ نہ تھی (۹۳)۔

----- بالکل اسی طرح ہندو بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے، مشہور ہندو راہنما مسز ایم این رائے نے کتنی عجیب بات کہی تھی کہ: ”مولانا (ابوالکلام آزاد) صاحب کی (کانگریس کے) عمدہ صدارت کے لئے امیدواری کی اس بناء پر حمایت کی جا رہی ہے کہ اس سے ہندو مسلم اتحاد میں تسلیاں پیدا ہو جائیں گی لیکن یہ خیال فرقہ وارانہ مسئلہ کے حتمی افسوسناک ناواقفیت کی غمازی کرتا ہے، اب یہ ممکن نہیں کہ آپ کسی ایک فرد کی عزت بڑھانے سے ملت اسلامیہ کو خوش کر لیں گے بلکہ یہ خیال کہ مسلمان اس بات سے راضی ہو جائیں گے کہ کانگریس نے ایک مسلمان کو صدر منتخب کیا ہے اور اس بناء پر وہ کانگریس سے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں گے، مسلمانوں کی ذہانت کی توہین ہے، یہ مسئلہ افراد کی عزت افزائی سے حل نہیں ہو سکتا“ (۹۵)۔

کانگریس کے اندرونی نظم و نسق کے ایک واقف حال اور سابق صدر مسز بیچاش چندر بوس، ابوالکلام آزاد کی صدارت کانگریس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”کانگریس کا مصل اعظم (۹۶)۔

----- دن بدن ایک مسخرے کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے، وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ اپنے ذات کدہ بلیا گنج واقع سرسکر روڈ میں بیٹھے ہوئے گا بے بگا ہے سوتیلوں کے خلاف تادیبی گولہ اندازی کر کے سارے بنگال پر حکومت کر سکتا ہے اسے، اس سے کیا غرض کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، بجائے خود آئین کانگریس کی حدود سے باہر ہے اور نہ ہی اسے ان نتائج و حواقب کا خیال ہے کہ اس قسم کی تفریری کاروائیوں سے تو وہ تھوڑے دنوں میں تمام بیلک کو کانگریس سے نکال باہر کرے گا، اسے دیکھ کر مجھے مظلوموں کے دور غلطی کے وہ شہنشاہ یاد آ جاتے ہیں جو شاہی جلال و جبروت

حَقِّقْ لَہَوِ ۷۸۶ حَقِّقْ لَہَوِ

ناصر

قلچہ شاپ

ہمارے ہاں سادہ نان، بیسن نان، قیڑ والا نان، روغنی نان، آلو والا نان آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

پروپرائیٹری، صوفی، محمد مصطفیٰ

دوکان ۷۸۶ سکس روڈ، لاہور

اس سے تو جی سے ملت اسلامیہ کا سینہ چھلنی کیوں نہ
ہو گی؟ یہی گری ہوئی حیثیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جو
گمراہیوں کے پلٹ فارم سے باہر آتی ہے، اس کا اثر
تو ایک طرف خود مسلمانوں پر بھی نہیں ہوتا" (۱۰۱)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے متعلق، شاہ عبدالقادر
سہروردی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ۔ "حضرت اس
ملت کی خاطر باطل کے مقابلہ میں حق کا دامن
چھوڑ کر جس مردانہ وار صورت میں استقامت اور استقلال
کا ساتھ قربانیاں پیش کر رہے ہیں، یہ شان حسینیت کا
نمونہ ہے" (۱۰۲) "باطل کو حسینیت کا پورا پورا پتہ

سب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب زندگی
پوری سائنس تک مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کی
سبیل و کامرانی کے لئے کوشاں رہے، اس طرح گویا ہندو
کانگریس معیار حق ثابت ہوئی اور مسلمانوں کی جماعت باطل
ہندو قوم پرست مولویوں کا کردار حسینیت اور مسلم
سائنس کا بیزیدت والا تھا، ان لغو اور باطل تصورات سے
بے خبر، جس جماعت کی کاروائیوں کو حق بتایا گیا، اس کی
تائید کرنے کی پاداش میں "حضرت کی شان" ہم خود نہیں
درجواب ڈاکٹر اقتدار حسن، جن کے گھرانے پر دارالعلوم
دہلی کے اثرات خاصے گہرے تھے، کی زبانی پیش کرتے ہیں
انتخابات کے سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنی کا خورج آنا
میں مجھے یاد ہے، جلوس ہمارے پچھواڑے سے گزرا تو اس
میں ہندو زیادہ تھے اور مسلمان کم اور کچھ اس تیزی سے
گئے انکی صرف جھلک دکھانا مقصود ہو، یہ وہی شیخ الہند
تھے جن کی زیارت میں نے اپنے بچپن میں کی تھی، کلاں بھی
میں میرے پھوپھا کے قائم کئے ہوئے دینی مدرسے میں جلد
حسین احمد استاد تھا اور مولانا اس کی صدارت کے لئے خاص
شرف تشریف لائے تھے۔ اب یہ کیفیت کہ شیخ الہند کے
مدرسہ کی گاڑی بھی ہندو کے سارے چل رہی تھی،
میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی اور عبرت کا یہ منظر
میرے ذہن میں رہ گیا" (۱۰۳)

ڈاکٹر دیول نے اگرچہ ابوالکلام آزاد کی تعریف کی

ہے لیکن فرماتے ہیں کہ وہ مسز گاندھی کے سامنے ایسا تھا
جیسا کہ قائم (STOAT) کے مقابلے میں خرگوش " (۱۰۴)۔
مشہور مؤرخ جناب رئیس احمد جعفری نے زیادہ وضاحت
کے ساتھ ابوالکلام آزاد کی بے بسی کا ذکر کیا ہے، لکھتے
ہیں۔

"ابوالکلام آزاد کی یہ بد قسمتی تھی کہ وہ مسلمان
تھے، اس لئے وہ بہترین دلائل سے مسلح ہونے کے باوجود
بیش شکست خوردہ رہتے، ان کی خود قوت سے اندازہ
ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر انہیں کانگریس ہائی کمان سے بنیادی
معلومات و مسائل میں اختلاف کرنا پڑا اور بعد میں ان کی
رائے مان بھی لی گئی لیکن اس وقت جب گاندھی جی نے
ساتھ دیا یا جواہر لال نے ان کی پشت پناہی کی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے، ۱۹۳۴ء میں کانگریس کا
سالانہ سیشن بمبئی میں ورنلی کے میدان میں منعقد ہوا،
موجودہ صدر جمہوریہ ہند راجندر پرشاد صدر اجلاس تھے،
میں روزنامہ "خلافت" کا چیف ایڈیٹر تھا، مجھے نہ صرف اس
اجلاس میں شرکت کا بلکہ ڈاکٹس کے بالکل قریب بیٹھنے اور
ورکنگ کمیٹی، مجلس مضامین (سیجیکشنس کمیٹی) اور
عام اجلاس کی کاروائیوں کے مشاہدہ کا موقع ملا۔
مجلس مضامین جو تجویز زیر بحث لاتی، اگر اس کی تحریک و
تائید کسی ہندو لیڈر کی طرف سے ہوتی تھی تو برسرِ چشم قبول
کر لی جاتی، خواہ اس کی تقریر کتنی ہی چس چس، اس کے
دلائل کتنے ہی بوڑے اور اس کا انداز بیان کتنا ہی لچر ہو،
حاضرین ہر تن گوش ہو کر اس کے فرمودات سنتے تھے لیکن
جب مولانا آزاد کسی تجویز کی تحریک یا تائید کے لئے کھڑے
ہوتے تھے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حاضرین ان کی
خطابت سے متاثر ہیں نہ ذہانت سے، وہ صرف یہ چاہتے کہ
بس تقریر ختم ہو جائے، بعض لوگ تو تقریر سننے کے بجائے گپ
بازی میں مصروف ہو جاتے تھے اور مولانا کی تقریر کے بعد
جدھر چاہتے تھے، ہاتھ اٹھا دیتے تھے۔ ان حالات میں مولانا
کا کانگریس میں شامل رہنا بڑے دل گردہ کا کام تھا لیکن ان
کے پاسے ثبات میں جنبش نہ آئی۔ مزید حیرت اس پر ہے کہ

یہ بھی دشوار ہو تو ان کو ہندوستان میں غلام بنا کر لئے " (۱۰۸)

انچ " ماتمی " کی ان خواہشات میں سے ایک یہ تھی کہ ہوسکی لیکن بعض ایسے حضرات ضرور ہاتھ آئے جن کے اشاروں پر ناچتے رہے " جنہوں نے بھی ٹھنڈے سے اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ اس طرز عمل سے ہر سفیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی قدر ناقابل عافی نقصان پہنچے گا اندیشہ ہے " اس کی واضح مثال ابوالکلام آزاد کی ذات گرامی ہے " جب سوشل کی صدارت (کانگریس) کا ایک سال ختم ہو گیا ہندوستان کے ہر سیاسی ذوق رکھنے والے آدمی نے محسوس کیا کہ گاندھی کو سوشل کی آزادی فکر پسند نہیں اور وہ اسے چھٹی دینا چاہتے ہیں " ۱۹۳۹ میں کانگریس کا سالانہ سیشن تھمپوری میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کی صدارت کے لئے تین آدمیوں کے نام تجویز ہوئے تھے "

ایک مولانا ابوالکلام آزاد " دوسرے ڈاکٹر پٹا بھائی سیٹھ رمیہ اور تیسرے سوبھاش چندر بوس " مولانا بہت جلد یہ میدان خالی کر گئے " لیکن جانے سے پہلے انہوں نے ایک اخباری بیان میں یہ اعلان کیا - " مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ڈاکٹر پٹا بھائی سیٹھ رمیہ کا نام بھی صدارت کے لئے تجویز ہوا ہے " ڈاکٹر صاحب اس خیال سے اپنا نام واپس لینے کو تیار ہو گئے تھے کہ میں غالباً اپنا نام واپس نہیں لوں گا لیکن میں نے انہیں برابر سمجھایا کہ میں صدارت کا امیدوار نہیں ہوں تو میرے اصرار پر وہ کانگریس کی صدارت کے امیدوار بن گئے ہیں " وہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے پرانے رکن اور انھنک کام کرنے والے کارکن ہیں " میں کانگریس کے مندوبین سے پر زور درخواست کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو بلا مقابلہ منتخب کریں " مجھے امید ہے اور کوئی شخص ان کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہوگا " مولانا کا یہ بیان گاندھی جی کے ایماء سے اخباروں میں چھپایا گیا تھا "

معیاری اور اذات خریداری کے مرکز

ایڈیل پیار منٹل سٹور

میاں شاپنگ سنٹر (نزد حبیب بنک)
صدر بازار لاہور چھاؤنی ، فون - 380189

اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ صدارت کے کسی امیدوار نے اپنا نام واپس لیا ہو اور ساتھ پبلک سے پر زور سفارش بھی کی ہو کہ میری جگہ فلاں فلاں آدمی کو صدر منتخب کرو" (۱۰۹)

اب ذکر ہو جائے مولوی حسین احمد دیوبندی کا "ان کے حلق جناب ابوالاعلیٰ مودودی رقطراز ہیں:" میں صاف کہتا ہوں کہ ان کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا ہے "اس لئے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے اور اک پر تو مبنی ہے نہیں، محض گاندھی جی کی جنس لب کے ساتھ ان کا فقیہی گردش کیا کرتا ہے" (۱۱۰)

ہندوؤں کو اپنی وقاداری کا یقین دلانے کے لئے ان لوگوں نے مسلمانوں سے تعلق ختم کر لیا تھا اور ہر جگہ اکثر ہندوؤں کو خدمت کرنے کا موقع عطا فرماتے تھے "دن کے وقت مسلمانوں کو ورغلائے اور شب باشی کے لئے دھرم سالہ میں قیام ہوتا، عبدالماجد دریا بادی تحریر فرماتے ہیں: "آج چار دن سے اس قصبہ (دریاباد) پر کانگریسی خیال کے مسلمانوں کا دھاوا ہے، دیوبند کے طلباء کا ایک دستہ آیا ہوا ہے اور اپنے مسلک کی تبلیغ یا کوشش تبلیغ میں مصروف ہے، اس میں مضائقہ نہیں، ظاہر ہے کہ ہر فرقہ بھی کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے لیکن ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ کام مسلمانوں کے اندر کرتا ہے لیکن تعلقات یہ تمام مسلمانوں سے توڑے ہوئے ہے اور قصبہ کی غیر مسلم آبادی سے جوڑے ہوئے ہیں، قیام ان کا دھرم سالہ میں حالانکہ قصبہ میں ایک نہیں دو سرائیں مسلمانوں کی موجود ہیں، ان کا رہتا سہا، چلتا پھرتا کھانا پینا تمام تر ہندوؤں کے ساتھ انہیں کے درمیان اور انہیں کا سا، حد یہ ہے کہ ان طور کے راقم کو جب بھی انہوں نے سرفراز کیا تو ہمیشہ ہندوؤں ہی کے حلقہ میں۔ یہاں تک کہ ایک دن مسلمان صاحب تو ایک تھے اور ان کے ہندو رفقاء تین کی تعداد میں۔ گویا توحید کلیت کے ترخہ میں، اس سے قبل سنٹرل اسمبلی کے

ایکشن کے وقت تو یہ منظر دیکھنے میں آیا تھا کہ مسلمان امیدوار کے کارکن اور باقاعدہ پولنگ ایجنٹ ہندو۔ مسلک یا سیاسی نظریہ کے غلط یا صحیح ہونے کا یہاں نہیں، ذکر یہاں صرف اس ناقابل حل مسئلہ کا۔ اچھوت بنائے جاتے ہوئے سنا تھا، پڑھا تھا، اچھوت ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا" (۱۱۱)

ان شواہد کی روشنی میں مولوی عبید اللہ سندھی ایک معتقد، مولوی عبداللہ لغاری کا یہ بیان صحیح معلوم ہے کہ "جمعیت العلماء (ہند) شب کے سب بڑے کے غلام بنے رہے، ہندوؤں کے یہاں بھی ان کی نہیں نہ مسلمان کے یہاں ان کی عزت ہے" (۱۱۲) قوم پرست مسلمانوں کے انجام کے بارے میں ش کا شیر نے لکھا تھا: "ہندوؤں کا معاملہ یہ ہے کہ ان ایام قید، انکا بینک بیلنس ہیں، جب چاہیں اپنا چیک کرا سکتے ہیں، جن مسلمانوں نے استعلاص وطن کی تحریک حصہ لیا، وہ اپنا سب کچھ گنوا چکے ہیں، ان کی مثال عورت کی سی ہے جو نوجوانی ہی میں بیوہ ہو جائے، عمر روتی دھوتی رہے، بچہ بنے تو مردہ ہو" (۱۱۳)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت میں ملاز کے نور ہیں۔ حضرت سے سب سے روشن ان سے تاملین روشن ہوئے ان سے اگرچہ تاملین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے۔ اب ہم سے کہتے ہیں کہ نور ہم سے ہے۔ پس اس کی ضرورت ہے کہ ہم سے روشن وہ نور ہے کہ اللہ درمیان میں ملازم صلی اللہ علیہ وسلم کی کجی محبت، ان کی تعلیم اور ان کے درمیان کی خدمت اور ان کی تعلیم اور ان کے دشمنوں سے کجی محبت۔ جس سے اللہ درمیان میں ملازم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ ترین پادہ پیرہ تہہ لایا جی پیرا کیوں نہ ہو تو اس سے کیا ہو۔ جس کو اللہ درمیان میں ملازم صلی اللہ علیہ وسلم میں دراز می گستاخ دیکھو پیرہ تہہ لایا جی بزرگ کیوں نہ ہو اپنے اقد سے لے دو دوسے بھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔

ماہر ذرا منظور دھایا

از

مولانا احمد رضا خان بریلوی

ہندوؤں کے سرمایہ

طرح ان مسلمان لیڈروں اور ان کی جماعتوں کو بھی کانگریس مالی امداد فراہم کرتی ہے جو ان کے خیال میں شرعاً ناجائز نہ تھا۔

مولانا احمد علی لاہوری کا اس بارے میں استدلال یہی تھا جو انہوں نے ایک دفعہ ایک سوال کے جواب میں ملک لطیف شیش ماسٹر لاہور اور شیخ محمد عبداللہ سابق ڈپٹی ڈائریکٹر ٹیکس اینڈ سٹریٹ لاہور کو ان کے دریافت کرنے پر خود بتایا تھا، جو ایا ان دونوں نے اسی وقت یہ کہہ دیا کہ مولانا۔ یہ لوگ آپ کو رشوت دیتے تھے، کچھ بھی ہو، دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس کا یہ روپیہ جن ذرائع سے آتا تھا وہ کیا تھے؟ بلا مقابلہ ۹۹ فی صد رقم ہندوؤں کی طرف سے آتی تھی اور جو خالصتاً سود و رسود سے حاصل ہوتی تھی یا ہندو ساہوکار مسلمانوں کو سودی قرضے دیکر وصول پاتے تھے یعنی خالص اسلامی شرعی نقطہ نظر سے یہ روپیہ حرام کی کمائی سے حاصل ہوتا تھا اور پھر یہی روپیہ مسلمان لیڈروں کو بشمول مولانا حسین احمد مدنی کو بھی ملتا تھا، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اس بات کی تصدیق کہیں بھی نہیں ہوئی کہ مولانا کانگریس سے روپیہ نہیں لینے تھے اور ان کے گھر کا خرچہ کسی کاروباری دھندے وغیرہ سے چلتا تھا، اسی طرح خدائی خدمت گار، احرار، انجمن خدام الدین لاہور وغیرہ کو بھی ہندو کانگریس کے ”برلائڈ“ سے سرمایہ وغیرہ فراہم ہوتا تھا جو سودی رقم سے اکٹھا ہوتا تھا“ (۱۱۳)

۳۶-۱۹۳۵ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات کے دوران نیشنلسٹ مولویوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ نوائے وقت ۶ فروری ۱۹۳۶ء کے ادارہ نویس نے لکھا تھا۔ ”مولوی حسین احمد کے چیلے چائے بھی اس صوبے (صوبہ سرحد) میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کانگریس کے روپیہ سے اور رائے بہادر مہرچند کھنہ کی موٹروں میں قریہ قریہ پھر رہے ہیں، مولوی حسین احمد مدنی نے مرکزی

عبداللطیف سیٹھی تحریر فرماتے ہیں۔ ”حسین احمد مدنی جس سیاسی مسلک پر قائم ہو گئے تھے وہ مسلک تھا، جس پر گاندھی، نہرو، پٹیل وغیرہ مسلط ہونا کے سیاسی رہنما تھے، اس وقت مولانا جمعیت سے بھی متعلق تھے اور اس پارٹی کے ساتھ وہ کے ایک حلیف تھے۔ جہاں تک انگریز کی مخالفت مولانا صحیح تھے لیکن جہاں تک انگریزوں کے چھوڑ دینے کے بعد کے حالات میں مسلمانوں کی تعلق تھا، یہاں حضرت مولانا نے سخت ٹھوکر کھائی، ان کی قراست کا مظاہرہ نہ کر سکے اور ناکام ہو گئے، اس وقت ہندوؤں کے فراہم کئے ہوئے سرمایہ سے بدلتی تھی۔ بڑے بڑے ہندو اور غیر مسلم دانشا، ڈالیا وغیرہ ہماری رقوم کا چندہ دیتے تھے

کانگریس کے فنڈز سے کانگریس کے ساتھ ملحق مسلم جماعتوں کو بھی روپیہ دیا جاتا تھا اور اسی فنڈ سے مولانا جمعیت العلماء ہند کو اور ان کے اخبار جمعیت کو مالی اعانت دی جاتی تھی، جب سیاسی جماعتیں تو کانگریس لیڈروں کے سفر و حضر کا خرچہ بھی سے چلتا تھا، جب لیڈر قید ہو جاتے تھے تو اسی فنڈ سے سیاسی قیدیوں کے گھروں بھی پہنچایا جاتا تھا تاکہ وہ بے گھر نہ رہیں اور گھروالوں کے نان و نفقہ کا سہارا ہوتا رہے۔ نہرو کو چھوڑ کر باقی دوسرے چوٹی کے رہنما راجن بابو، پٹیل، مولانا ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، غفار خاں نے اپنی زندگیاں کانگریس کے گرد لپیٹ لی تھیں اور خاص طور پر مولانا آزاد اور ان کی مالی اپنا کاروبار یا روزگار نہ تھا اور ان کی جماعت جس طرح ایک بڑی سیاسی جماعت دوسری جماعتوں کے درگزر کو خرچہ وغیرہ دیتی ہے، اسی

اسمبلی کے انتخابات کے زمانہ میں بھی ہراول کے کانڈر کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے سندھ اور آسام میں کانگریس کی بالکل پیہی خدمات سرانجام دیں مگر تینوں محاذوں پر انہیں سہ کی کٹائی پڑی۔ اب انہوں نے صوبہ سرحد کا رخ کیا ہے، ہمیں یقین ہے کہ سرحد کے غیور مسلمان اس جال میں پھنسنے سے انکار کریں گے جس سے مضبوط تر جالوں کو سندھ اور آسام کے مسلمان تار تار کر چکے ہیں۔" (۱۱۵)

۲۱ تا ۲۵ نومبر ۱۹۳۵ بمقام مین پوری احاطہ خاٹھہ رشیدیہ کے وسیع ہال میں ضلع سنی کانفرنس کے پر شکوہ جلسے ہوئے (ان میں مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی بھی شامل تھے) ایک کانفرنس میں یہ تجویز پاس ہوئی: "سنی کانفرنس ضلع مین پوری کا یہ عظیم الشان اجلاس طے کرتا ہے کہ کانگریس ایک مسلم کش جماعت ہے اور مسلم کشی کے سوا کچھ اس کا نہ کوئی مقصد تھا اور نہ ہے اور وہ مسلم کش ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے اور ان کی نمائندہ ہے۔ اس کا چند شکوکہ نما اشخاص کو خرید کر یہ دعویٰ کرنا کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے غلط ہے۔ مسلمان ان میں سے کسی کے ساتھ تعاون نہ کریں اور کانگریس چالوں سے ہوشیار رہیں اور کانگریس امیدواروں کو ووٹ دیکر کانگریس کی مراد کو پورا نہ کریں۔" (۱۱۶)

مشہور مسلم لیگی لیڈر مرزا ابوالحسن امجدانی رقمطراز ہیں: "آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ لاہور کے جلسہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے مجھے تعجب بھی ہوا اور سخت رنج بھی۔"

پارلیمنٹری بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں جو ہمارے تقریر کرنے کے رواجی شوق کے عین مطابق تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی نے مسز جناح کی تائید کی اور ان کی اس تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے اکھاڑے میں لایا جائے، خوشنودی کا اظہار کیا لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ انتخابات

میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے سوٹر اور سلسل پروپیگنڈا کی ضرورت ہوگی، لہذا دیوبند اب ذرائع مسلم لیگ کی خدمت میں پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے، اندازہ لگایا گیا کہ شروع میں کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے، ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوقچے میں پچاس تاجے کے لئے بھی نہ تھے، صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے، اپنے دفتر اپنے تھیلوں میں اٹھائے پھرتے تھے۔

مولانا کو مسلم لیگ کی مالی حالت کا علم، ہم میں سے جو لوگ جلسے میں حاضر تھے، ان میں سے بیشتر کی نسبت نہ تو اچھی طرح تھا، اس لئے وہ اپنی تجویز کے اس جواب کے بھی ضرور متوقع ہوں گے جو ظاہر ہے کہ دیا جاسکتا تھا، مسز جناح کو انہیں بتانا پڑا کہ ایسی رقم موجود نہ تھی اور نہ ہی انہیں یہ امید تھی کہ وہ مستقبل قریب میں اتنا روپیہ جمع کر سکیں گے، انہوں نے سب سے التجا کی، وہ جو بھی ذرائع فراہم کر سکیں، ان سے کام لیں اور کوئی ٹھوس نتائج پیدا کر کے دکھائیں، انہوں نے کہا کہ "اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سچے دل سے ان کی بھلائی کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ بلاشبہ ضرور مل جائے گا لیکن پہلے کام کر کے تو دکھائیں۔"

جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا، لہذا مسز جناح مولانا کی یہ پیشکش منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمے کا باعث ہوا کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علامتے دین مسلمانوں کے راستے میں، جو اپنی قوی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے، مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابل تعظیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے

مقابلہ نہیں کر سکتے، اگر یہ علماء دل سے ہمارے ساتھ نہیں تو خریدی ہوئی وقاداریاں اور دوستی کب تک کام دے گی (۱۱۸)

استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بنڈی لوی نے احراریوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں بتایا۔

”انکی کیا بات کرتے ہیں؟ یہ ابن البقوں کا ایک ٹولہ تھا، ضرورت پڑنے پر وہ کسی مذہب اور عقیدے کے پابند نہیں ہیں، انچرمہ میں ہمارے مدرس کے ایک بزرگ میاں قمر الدین تھے، بڑے بکے سنی، جہاں آج کلیںگ ہے، یہاں پر ان کی زمینیں بہت تھیں اور یہ احراری سنی بن کر ختم نبوت کے نام پر ان سے بہت سی رقیں بھرتے رہے، عطاء اللہ شاہ بخاری اور بڑے بڑے بغدادی احراری میاں قمر الدین کا طواف کیا کرتے تھے، اس سے میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر قائد اعظم ان کی مناسب قیمت لگا دیتے تو یہ تحریک

حد میں بھی یہ مسئلہ زیر غور آیا تھا لیکن قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے ان مولویوں کو خریدنے سے انکار کر دیا، یہ اب سعید انور رقطراز ہیں، ”گاندھی اور پنڈت نہرو ایک سے بات کرنے کو تیار نہ تھے، انہوں نے کانگریس میں جمعیۃ العلماء کے لیڈروں، مجلس احرار اور مسلم کی چند اور مسلم جماعتوں کا سارا لینا شروع کیا، ایک کی مخالفت شروع ہوئی، قائد اعظم نے سب کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا، ایک وقت ایسا آیا جس میں مسلم لیگی رہنماؤں نے قائد اعظم سے کہا کہ چند طیب علماء کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں اور انہیں ہم سے توڑا جاسکتا ہے مگر اس کے لئے پیسہ خرچ کرنا ہے، قائد اعظم نے اس تجویز کو رد کر دیا، کہنے لگے: ”میں نے معاملے میں ہم انڈین نیشنل کانگریس یعنی ہندوؤں کا

خَلَمَتْ خَلَقُ

شوگر۔ امراضِ مُرثانہ۔ امراضِ نسواں۔ بے اولاد۔ جملہ امراض کا مجرب علاج

طیبِ اسلامی کے مرکبات جو کہ ملکی بڑی بوٹیوں اور معدنیات کے زیرِ نگرانی حکیم و کارِ اللہ گورایہ صاحبِ احتیاط سے بالکل بے ضرر تیار ہوتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی مرضِ علاج سے فائدہ پا چکے ہیں۔

الحاج حکیم محمد رفیع غلامِ حبیب اللہ

محترم زادہ ہاؤس نزد پولیس اسٹیشن لکھنؤ منڈی ضلع گورنل پاکستان فیض کوڈ نمبر 0431 - 32532

پاکستان کی حمایت کر سکتے تھے مگر کانگریس نے ان کو پہلے خرید لیا تھا " (۱۱۹)

تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک انٹرویو میں بتایا - " ۱۹۳۶ء میں جب مسلم لیگ کا پارلیمانی بورڈ بنایا گیا تھا اس میں مجلس احرار اور جمعیت علمائے ہند بھی ابتدائی طور پر شریک تھیں کہ کانگریس کے مقابلے میں متحدہ مؤقف اختیار کیا جائے۔ پھر انہوں نے قائد اعظم سے رقم کا مطالبہ کیا، قائد اعظم نے

جواب دیا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے، مسلمان غریب قوم ہے تم اپنے طور پر جدوجہد کرو پھر ایک وقت ایسا آئے گا۔ مسلمان تمہاری مدد کریں گے لیکن وہ احراری رقم لینا چاہتے تھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد تو ان لوگوں نے مسلم لیگ کی مخالفت میں یہاں تک کارنامہ انجام دیا کہ پنجاب میں ان لوگوں نے یونینٹ پارٹی سرکار پرست نوڈیوں کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ رہے اور یونینٹ سے مظفر علی اظہر نے رقم لی اور پھر بھٹیوں میں وال بنی، الزامات لگے کہ اتنے پیسے کھا گیا، اتنے پیسے کھا گیا، یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ان لوگوں نے کانگریس سے بھی رقم لی اور تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی، انہوں نے یہاں تک کہا کہ یہ دیوانے کا خواب ہیں

عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا -

" اگر پاکستان کی پ بن گئی تو میری داڑھی پیشاب

سے منظر لپٹا " (۱۲۰)

مشہور احراری لیڈر جناب شورش کشمیری نے بقلم خود اعتراف کیا کہ " جہاں تک کانگریس کے روپے کا تعلق ہے وہ تو خود مولانا حبیب الرحمن کے علم میں ہے بلکہ پنجاس ہزار روپے کی قسط دلوانے کے حصہ دار ہی آپ تھے، رہا یونینٹ پارٹی کے روپے کا سوال تو میرا تجربہ تمام کانفڈنس شاہ جی یا مولانا غلام غوث کو دکھانے کے لیے تیار ہے ان کے سوا وہ کسی کو بھی کوئی کانفڈنس دکھانے کے حق میں نہیں، وہ سب کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہے، وہ ایک سرکاری ملازم ہے، میں اس کا نام بھی بتانے کو تیار نہیں البتہ شاہ جی اور مولانا

غلام غوث چاہیں تو وہ ان سے ملنے کو تیار ہے "

" جب مولانا دھچکار کر جانے لگے تو شاہ جی نے روک لیا "

" مولوی صاحب " آپ کہاں جا رہے ہیں، آپ تشریف رکھیں، آپ کے خلاف یا جماعت کے خلاف شورش کچھ چارج لگا رہا ہے " مولوی صاحب رک گئے، میں نے ترتیب وار چارج لگانے شروع کئے، کانگریس کا روپیہ ساٹھ ہزار، دس ہزار کی ایک قسط، اور پچاس ہزار کی دوسری قسط اور یونینٹ پارٹی۔۔۔ اچھے فقرہ پورا بھی نہ ہوا تھا کہ مولانا غلام غوث نے ایک ایک، شق پر زور دیا، کچھ دیر تو سناٹا چھایا رہا، پھر سکوت لڑا، مولانا نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے لیکن اس وقت ان کے ذہن میں صحیح یا غلطی کا یہ رقم کتنی ہے، بات صحیح پر مبنی ہوگئی، مجھے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ، مولانا مظفر علی اظہر کے مکان پر لے گئے، رات وہیں کاٹی، مولانا اس افشاء کو برا خیال کرتے تھے اور مضطرب بھی تھے لیکن وہ اخفا کے حق میں تھے، میں نے عرض کیا، جب تمام لوگ آپ سے روپیہ لے چکے ہیں تو پھر وہ معصوم عن الخطا کیوں بنے ہیں؟ رات جو گزری سو گزری، صبح پھر وہی حیثیت بحث، صاحبزادہ صاحب نے ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں یہ کہہ دیا کہ شورش اپنے الزام واپس لیتا ہے، میں موجود نہ تھا، جب پہنچا تو مجھے حیرت ہوئی، خیر دوبارہ وہی قصہ چمڑ گیا، مولانا مظفر علی نے تسلیم کیا کہ روپیہ لیا گیا ہے لیکن اس کے سوا وار وہ تمنا نہیں بلکہ باقاعدہ مشورہ سے رقم قبول کی گئی ہے پہلا دس ہزار روپیہ مولانا داؤد غزنوی نے دیا تھا اور شیخ حسام الدین اس وقت موجود تھے دوسری قسط بھی انہی حضرات کے مشورے سے حاصل کی گئی یعنی شیخ حسام الدین نے مولانا حبیب الرحمن کو لدھیان خط لکھا کہ وہ کلکتہ میں کانگریس ہائی کمانڈ تک پہنچیں، یہ خط لے کر محققان باہر مولانا مظفر علی کے صاحبزادے لدھیان پہنچے، مولانا حبیب الرحمن کلکتہ پہنچے مولانا ابوالکلام آزاد ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم دینے کو تیار ہو گئے مگر سرسرا پھیلنے لگے جو کانگریس کے قازن تھے، اس سے اختلاف کیا اور پچاس ہزار روپے کی رقم کا چیک لالہ بہیم سین چمر کی تحویل میں

کیا، شیخ حسام الدین بھی مان گئے، ماسٹر تاج الدین نے بھی سر ہلا دیا، مولانا حبیب الرحمن نے بھی صاف کیا، اس مجموعی رقم میں سے لے دے کے صرف ۲۰ ہزار بچے تھے، مولانا مظہر علی نے دس ہزار اپنے الیکشن کا صرف بتایا اور دس ہزار کے متعلق کہا کہ وہ روزنامہ "آزاد" نکالنے کے لئے جمع رکھا گیا ہے (۱۲۱)

لایا جو ان کی معرفت دفتر احرار میں پہنچا، پھر اس رقم کی پابندی کی گئی، وہ رقم جو یونیٹ پارٹی سے وصول کی گئی، اس کو یہ اختلاف مولانا نے تسلیم کیا اور وہ رقم جو ۲۰ ہزار بطور چندہ قراہم کی گئی، یہ تمام مل ملا کر ۲۰ ہزار یا پچاس ہزار بنتے تھے، جب مولانا مظہر علی نے بتایا کہ اب زادہ قراہم خان کے سوا ورکنگ کمیٹی کے ہر رکن کو ممبر نے ان سے روپیہ لیا ہے تو سب نے تسلیم

”کنز الایمان“
ماہنامہ

تحریک پاکستان

کی بی مثال اشاعت پر چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضوی اور
کنز الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب

قاری اللہ بخش ورک

صدر و اراکین حلقہ ۲۴ اپنی پی۔ جمیعت العلماء پاکستان، لاہور

ادارہ کرم پبلی کیشنز کی مطبوعات

بیمانی امراض میں
ترتیب اور اسکے پیادوں کے لیے پیغام شفاء
بیمانی امراض کے روحانی شفا بخانے
مفت عبدالحق ظفر چشتی

علماء فضلاء
اساتذہ اور تقریرین کے لیے انمول تحفہ
نورائیت مصطفیٰ علیہ السلام
مفت محمد نور شاہ

دل کی دھڑکنیں
سورج اور چاند کے زائے چاہتیں اور نگین اگر صلیب
قلم کی زبان بن جائیں تو آخر کے بغیر نہیں رہیں۔
بات سے بات
مفت محمد نور شاہ

طلبا و طالبات
کے فوج تقریر کا آسان اور عام فہم زبان میں
پرفہر مقالہ طلباء کی تقریریں
مفت عبدالحق ظفر چشتی

ہر فکر کی حرکت کیے
بہشت خوا
مفت محمد نور شاہ
عبدالحق ظفر چشتی

اللہ تعالیٰ کا
اپنی مخلوق سے پیار کا انوکھا انداز
فیض کے چشمے
مفت عبدالحق ظفر چشتی

علماء اور طلباء
اور کتب فروش حضرات کیلئے
خصوصی مراعات

ادارہ کرم پبلی کیشنز چشتیہ منزل ۹ گلی رحمت کالونی مصطفیٰ آباد لاہور فون ۳۳۶۳۴۷

کانگریس اور مسلمان

نصب العین

مسٹر گاندھی کی حیثیت پوپ سے کم نہیں تھی ' وہ جو کچھ چاہتے
کروا سکتے تھے ' کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی (۱۲۳)

اس سلسلہ میں صدر کانگریس مسز بوس کی مثال پیش کی جاسکتی ہے
جس نے واضح اکثریت حاصل تھی لیکن چونکہ وہ "ممانعتی" کی
اشریاد سے محروم تھے ' اس لئے بالآخر انہیں شکست کا سامنا
کرنہ پڑا (۱۲۵)

--- "مدراس میل" میں کانگریس پارٹی کے ایک
بست بڑے ممبر کی شائع شدہ کتاب پچھٹی کے اس اقتباس سے
یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ کانگریس صرف مسٹر گاندھی
کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا ایک ادارہ تھا :

"بڑا افسوس ہے کہ کانگریس گاندھی اور اس کے
متبعین کی برہمنیت کی کچھ میں اس بری طرح چھپی ہے
کہ اب اس کا اس سے ٹکنا مشکل ہو گیا ہے ' اگر یہ انصاف
محض سیاسی ہوتا تو اس کی اصلاح ہو سکتی تھی لیکن مشکل تو یہ
ہے کہ اس نے مذہب کا چولہا پکڑ لیا ہے ' اس جماعت کی
موجودہ نازک حالت کی وجہ یہ ہے -- کہ اس میں کانگریس
کے لیڈر (گاندھی جی) کی (اندھی) اطاعت اور ضبط پر بے جا
زور دیا جا رہا ہے ' کانگریس دراصل برہمنیت کا مندر بن
چکی ہے جس میں اس کے رہنما (گاندھی جی) کا بت رکھ دیا
گیا ہے ' یہی بت پرستی ہے جس سے گہرا کر معقولیت پسند ہندو
اور غیر ہندو اس سے الگ ہو چکے ہیں " (۱۲۶)

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر کرپانی
نے واضح طور پر اعلان شائع کیا کہ کانگریس کے ذریعے جو
حکومت معرض وجود میں آئے گی وہ گاندھی قلف حیات کو
نافذ کرانے کی پابند ہوگی ' فرماتے ہیں - "گاندھی نے سیاست
اور معاشرت کا جو خاکہ تیار کیا ہے ' اس کے تمام اجزاء ایک
دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں --- اگر ہم گاندھی جی
کے بتائے ہوئے بنیادی اصولوں کو تہہ ذہن میں تو ہمارا سارا

یہ کہ کانگریس کی جماعت کہنے والے حضرات یہ بھی
کہتے کہ ابتدا میں کانگریس کا نصب العین کیا تھا '
صدر کانگریس نے اپنے صدارتی ایڈریس میں کہا
' کانگریس کی بنیاد برٹش راج کے ساتھ وفاداری کے لئے
ہوئی تھی جس سے ہمارا ملک خوش حال رہے ' کانگریس
کی یہ ایذا نہیں دی کہ ذرا سا شبہ بھی انگریزی
تائید کے لئے لگایا ہو " (۱۲۴)

۲۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو مسٹر راج گوبال آچاریہ نے
نصب العین ان الفاظ میں بیان کیا تھا -
"نصب العین درجہ نو آبادیات (STATUS
(DOMINION) سے کچھ مختلف ہے لیکن اس کا یہ مطلب
نہیں کہ اگر مصالح وقت کا تقاضا ہو تو عمل آزادی کی بجائے
نو آبادیات قابل قبول نہ ہوگا ' اس چیز کا فیصلہ سیاسی
پیشہ ور دینا چاہیے - آج تو درجہ نو آبادیات بھی
آزادی کے مترادف قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ چیز
آزادی سے بھی تعمیر ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں بحری
(NAVAL POWER) بغیر چہ صرف کے مفت میں ہاتھ
لگائی " (۱۲۴)

کانگریس پر ہندو راج قائم کرنے کے خواہشمند
لوگوں کا قبضہ ہوا ' تو اس کا نصب العین بھی بدل گیا
' گاندھی کی گہری اور ہاتھ کی چھڑی بن
جس پر یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ کانگریس ایک قومی
جماعت ہے لیکن تاریخی واقعات سے اس کی
حقیقت یہ ہے ' ہندو کانگریس کے ساتھ وزیراعظم سی بی

پیشہ ور
میں
ہے

وہ اس سے روح ہو کر رہ جائے گا۔۔۔ اس لئے وہ لوگ جو
ہمیں نے پروگرام کو تو مانتے ہیں لیکن اس سیاسی عقیدہ کو
تسمیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جس پر گاندھی جی نے
کانگریس کے پروگرام کی بنیادیں قائم کی ہیں وہ نہ تو کانگریس
کی تاریخی ترقی سے واقف ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ
گاندھی جی کے فلسفہ حیات نے کانگریس میں کیا مرجعہ حاصل
کر لیا ہے؟ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب کانگریس
محض ایک سیاسی جماعت نہیں ہے جس کا مقصد ملک کو اغیار
کی غلامی سے آزاد کرنا ہو بلکہ وہ ہماری معاشرت کی موجودہ
مشیئت کو بھی بالکل بدل ڈالنا چاہتی ہے اور اس کی بنیاد بالکل
نئے فلسفہ پر رکھنا چاہتی ہے۔۔۔ گاندھی جی سے پہلے سیاسی
لیڈروں نے زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک
سیاسی زندگی دوسری معاشرتی زندگی لیکن گاندھی جی نے اس
اصول کو توڑ دیا۔ انہوں نے کانگریس کو بتایا کہ ہماری
سیاسی تحریک ہماری زندگی کے اعلیٰ فلسفہ کے تحت
ہونا ضروری ہے تاکہ ہماری زندگی کا ایک نیا باب شروع ہو
اور زندگی کا یہی وہ باب ہے جسے گاندھی جی کانگریس کے
ذریعہ سے ہندوستان میں شروع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

واضح ہو کہ کانگریس کی ہر تسمیم گاندھی جی کے فلسفہ
کے ماتحت چلائی جائے گی۔۔۔ کانگریسی سیکوں کا قلم کسی اور
فلسفہ پر نہیں لگایا جاسکتا (۱۲۷)

”مہاتما جی“ کی قیادت میں کانگریس کا جب اصل
درجہ سامنے آیا تو مسٹر گاندھی کے سب سے بڑے مداح
ابوالکلام آزاد بھی کانپ اٹھے اور یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ
”سب سے زیادہ بدتر چیز وہ فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ تھا جو
جزیرہ نما جارہا تھا، متعدد حلقوں میں علانیہ کہا جا رہا تھا کہ
۔۔۔ (تقسیم ہند کے بعد) اگر پاکستان میں ہندوؤں پر ذرا بھی
علم ہوا تو اس کے نتائج ہندوستان کے مسلمانوں کو بھگتے پڑیں
گے“ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسہ میں سندھ کے
ممبروں نے بڑے زور کے ساتھ تقسیم کے ریویلویشن کی
خلافیت کی، ان لوگوں کو ہر طرف سے مطمئن کرنے کی

کوشش کی گئی، اگرچہ پبلک پبلٹ فارم پر ہمیں لکھیں
میں انہیں یقین دلایا گیا کہ اگر پاکستان میں انہیں
تکلیف پہنچی تو ہندوستان، ہندوستانی مسلمانوں سے
بدلہ ضرور لے گا۔
ان باتوں کا حال جب مجھے معلوم ہوا تو میں دم بخود
میں نے محسوس کیا کہ یہ خطرناک جذبہ ہے، اس
اثرات و نتائج بڑے دور رس اور تکلیف دہ ہوں
اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ تقسیم ہند کی تجویز ہندوستان
پاکستان نے اس بنیاد پر منظور کی ہے کہ ایک ملک کی
دوسرے ملک کی اقلیت کے لئے ہر فعال کی حیثیت رہے
یہ تخیل وحشت اور درندگی کا مظہر تھا، بعد کے واقعات
میرے اس اندیشہ کو صحیح ثابت کیا (۱۲۸)

کانگریس کے آلہ کار

بدقسمتی سے کانگریس کو مسلمانوں میں سے
ایسے مذہبی عناصر مل گئے جنہیں کانگریسی لیڈروں
مقاصد کیلئے استعمال کیا۔ وہ ان کے ہر فعل کو
حدیث کے حوالے دیکر جائز ثابت کرتے تھے،
حکومتوں کے مظالم پر پردہ ڈالتے ہوئے مولانا ابوالکلام
فرماتے ہیں: ”مسلم لیگ نے یہ بھی پروپیگنڈہ کیا کہ
وزارتیں اقلیتوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہی ہیں، میں
کمیٹی تشکیل کی جس نے ان تمام الزامات کی تحقیقات
مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ کانگریسی وزارت
نامنصفانہ سلوک پر مبنی تھے، میں ذاتی معلومات کی بنا
سکتا ہوں کہ یہ تمام الزامات قطعی طور پر بے بنیاد
بالکل بیک خیال واقعات اور صوبہ جاتی گورنر کا مجھ
چنانچہ لیگ نے جو (کانگریسی حکومتوں کے مظالم پر مبنی
کمیٹی) رپورٹ شائع کی، اس نے مجھ دار طبقہ کو
متاثر نہ کیا“ (۱۲۹)

۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں پنجاب میں

بقول پروفیسر محمد سرور "وہ ذہین انڈین کانگریسی بن گئے جو وہ آخر وقت تک رہے" (۱۳۵)
----- کانگریس پر تنقید
ن کر مولوی صاحب آپ سے باہر ہو جاتے:
"۳۱ جنوری ۱۹۳۹ء کا ذکر ہے" مولانا (عبداللہ سندھی) بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے کانگریس کے بارے میں کوئی جملہ کہا، مولانا بگڑ گئے، فرمانے لگے "میں کانگریسی ہوں، ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا، اپنے آپ کو بحیثیت انڈین کانگریسی مین کے متعارف کرایا، اس سے میری عزت ہوئی، مجھ پر اعتماد کیا گیا" (۱۳۶)

ایک صاحب نے کہیں اعتراض کیا کہ جواہر لال اور گاندھی مسلمانوں کے لیڈر کیسے ہو سکتے ہیں، اس کے جواب میں ایک مسلمان کانگریسی اخبار نے لکھا کہ: "اگر لیڈری سے مراد مسلمانوں کی دینی امامت و قیادت ہے تو یہ اعتراض درست ہے لیکن اگر اس سے مراد سیاسی رہنمائی ہے تو بے شک وہ قائد و امام ہو سکتے ہیں" (۱۳۷)

ہماری نصیاتی اور تحریک پاکستان پر لکھی جاتی والی کتابوں میں دارالعلوم دیوبند کو کچھ ایسے انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو عالم بدین ہندوستان میں اسلام ختم ہو چکا ہوتا اور پاکستان کا قیام بھی ناممکن تھا لیکن ان باتوں کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، خود مولوی شبیر احمد صاحب لکھانی کا بیان ہے: "افسوس وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اویلوڈ اکابرین نے اسلامی تعلیم اور اس کی روایات کے بقا و تحفظ کے لئے رکھی تھی، آج کانگریسیوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے جس میں ایک ریزرو فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے، دارالعلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پروانہ دے دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے آج بہت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شریعہ اور منکرات میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ شاید کسی ہندو گائے میں یہ بات نہ ہو" (۱۳۸)

آج سے چند سال قبل کی صورت حال کے متعلق جامع مسجد دہلی کے امام جناب عبداللہ بخاری کا بیان تھا:
مفتاحہ کنز الایمان لاہور اگست ۱۹۹۵ء

میں نے اس کے سامنے آئی لیکن اس کے ممبروں کی تعداد کم تھی کہ وہ حکومت بنا سکے، ابوالکلام آزاد نے انڈین مسلم لیگ کی بجائے کانگریسی ممبروں کی طرف رجحان کی منظور نظر یونیٹ پارٹی برسر اقتدار میں اس میں وہ کامیاب بھی ہو گئے، آزاد صاحب نے "انڈیا ونز فریڈم" میں اس "شاعر کا گارناے" کے تحریرہ انداز سے کیا ہے، حالانکہ اور تو اور خود انہوں نے انہوں نے بھی ان کے اس غیر جمہوری اور استبداد کو پسند نہیں کیا تھا (۱۳۹)

کے بڑھنے سے قبل ابوالکلام آزاد کی اس غلط سوچ کا قائل اعظم محمد علی جناح بیٹے کی رائے نقل کی جاتی ہے کہ ہندوستانی صفائی ڈی ایف کراکے قائد اعظم کو انہوں نے مولانا آزاد سے ملاقات کی تھی اور مولانا نے یقین ہے کہ سلسلے میں رائے شماری کا نتیجہ کے حق میں ہوگا، تاہم (صوبہ) سرحد کے باب میں سے کچھ نہیں کہہ سکتے، قائد اعظم نے برکت پوچھا: "مسلمان ہوتے تو جس کو ووٹ دیتے؟ کراکے کوئی مسلمان نہ پڑا۔ وہ (ڈی ایف کراکے) لکھتے ہیں: "انہوں نے اپنے سر کو جھنش دی" میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ زبان بے زبانی کہہ رہے ہیں کہ بوڑھے مولانا (آزاد) کی نیت تو یک

ہم انہیں ہیں" (۱۴۱)
ابوالکلام آزاد کے بعد دوسرے "علاء کرام" کے ہیں جن کی خدمت میں - مولوی حسین احمد دیوبندی ہیں - "بیش ایسی تجاویز کانگریس میں آتی اور باس میں جن کی وجہ سے مذہب اسلام کے تحفظ اور

میں نہ لگے" (۱۴۲)
ایک اور موقع پر مولوی صاحب نے کہا "ہندو ماساجد میں انہوں کی الگ جماعت ہے جیسے مسلم لیگ مسلمانوں میں ہندوستان میں بسنے والے ہر ہندوستانی کی جماعت ہے، یہاں بھی کانگریس کے پروردگار

توجہ ہے "ایک صدی سے بھی پرانی درس گاہ دارالعلوم دیوبند پر آج برسرِ اقتدار کانگریس اپنے ایجنٹ مولانا اسد مدنی کے ذریعہ زبردستی قبضہ کے بیٹھی ہے" (۱۳۹)

جمعیت العلماء ہند کے رہنما اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ آزادی حاصل کرنے سے قبل مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں کانگریس سے بعض شرائط منوائے جائیں (۱۳۰)

----- ان اور دوسرے نیشنل راہنماؤں کا

موقف یہ تھا کہ پہلے مشترکہ جدوجہد کے ذریعے ملک سے انگریزوں کو نکال دو، اس کے بعد ہندو اور مسلمان باہمی حقوق کا تقسیم کر کے یہاں ایک جمہوری حکومت قائم کریں گے (۱۳۱)

لیکن یہ بات ان کی نظر سے اوچل رہی کہ مسلمان تو انگریزوں کا بستر بدھوانے میں مشغول تھے اور ان کے "برادران وطن" اس کی جگہ اپنا بستر بچانے چلے جا رہے تھے (۱۳۲)

یہاں وہ مشہور ہندو راہنما آپاریہ کو نلیہ کے یہ فرمودات نظر انداز کر رہے تھے:

☆ معاہدات ہمسار اور بستر حکمرانوں کے ساتھ کئے جائیں گے اور کمزور کو مطلوب کیا جائے گا (۱۳۳)

☆ دشمن کو تباہ کئے بغیر نہ چھوڑا جائے (۱۳۴)

کانگریسی دور وزارت کا ایک شاہکار واردہا کی تعلیمی سکیم کی شکل میں نظر آیا، اس سکیم کا مقصد مسلمانوں کے تمدن، ثقافت، معاشرت اور روایات کو ختم کر کے مسلمان بچوں کے ذہنوں پر ہندو فطرت اور مذہب کی برتری ثابت کرنا تھا، اس سکیم کے پیچھے کانگریسی کا دماغ کام کر رہا تھا۔۔۔ واردہا سکیم کے دو بنیادی مقاصد تھے، ایک یہ کہ مسلمان طلبہ میں ایسا (عدم تشدد) کی روح پیدا کی جائے اور دوسرے ان میں وطنی نیشنلزم کا جذبہ پیدا کیا جائے (۱۳۵)

----- جمعیت العلماء

ہند کے اجلاس دہلی منعقدہ مارچ ۱۹۳۹ء میں قوم پرست مولویوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر کانگریس نے مذکورہ اسکیم

میں ان کی پیش کردہ تجاویز کے مطابق ترمیم نہ کر دی سول ناظرانی شروع کر دیں گے، اسکیم جوں کی توں نافذ ہوئی لیکن دھمکی کے یہ الفاظ شرمندہ معنی نہ ہوئے (۱۳۶)

اسی طرح کانگریسی دور حکومت میں مسلمانوں پر یہ مظالم ڈھائے گئے، یہاں تک کہ خود جمعیت العلماء کے نائب صدر مولوی احمد سعید صاحب نے بھی ان زیادہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: "کم ظرفی اور قصبہ

مظاہرہ کیا گیا کہ دشمن تو دشمن، دوست بھی پریشان ہوئے حکومت ملے کے بعد بھی ترازو ہاتھ سے نہ گئی، جو چیز دی، تول تول کر اور ٹاپ ٹاپ کر دی گئی، خیر اس کا بھی مضامین نہ تھا، تول کرتی دیا جاتا لیکن پورا تو تولا جاتا، وزیر بن لیکن ڈبڈی مارنے کی عادت نہ گئی، ہندو مسلمانوں کو دو آنے آنکھوں سے دیکھا گیا" (۱۳۷)

لیکن جب مسلم لیگ نے کانگریسی وزراء کے سامنے ہونے پر "یوم نجات" منانے کا اعلان کیا تو ان تمام حلقوں نے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور ملک کے طول و عرض اس کے خلاف مظاہرے کئے اور جیسے منعقد کئے گئے، جن مسلمانوں کو چیلنج دیا گیا کہ وہ کانگریسی حکومت کی کوئی بد عمل ثابت کرے (۱۳۸)

----- حقیقت یہ ہے کہ جب کانگریس اعلیٰ

طور پر مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے پر قن جاتی تو مسلم

عوام کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے نیشنلٹ مولوی

لیڈر اس ماحولیتی ذہنیت پر تنقید بھی کر لیتے (۱۳۹)

چونکہ کوئی عملی اقدام اٹھانا ان کے بس کی بات نہیں تھی اس لئے جذبات ٹھنڈے ہو جانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے برادران وطن کے شانہ بشانہ مسلم لیگ کے خلاف "جہاد" کرنے میں مصروف عمل ہو جاتے۔

ایک انگریز نے "دی پارٹیشن آف انڈیا" نامی

کتاب مرتب کی ہے جس میں ایک ہندوستانی مفکر کے حوالے

سے یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ قوم پرست مسلمان راہنما

اور مولویوں کی وجہ سے کانگریس کو نقصان اٹھانا پڑا کہ

مسلمانوں کی ایک معقول تعداد کانگریس کی سیکرٹریز کا
 قیام کرنے میں ناکام رہے (۱۵۰) لکھنؤ، سیکرٹریز کے سامنے
 ----- اس میں شک نہیں کہ
 انہی کو شل کے باوجود یہ لوگ مسلمانوں کو دو قومی نظریہ
 سے روکتے نہ کرا سکے لیکن انہیں اس جرم کی وجہ سے
 کانگریس کے لئے نقصان دہ قرار دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا
 ان لئے کہ انہوں نے اپنی جانب سے بھرپور کوشش کی
 مسلمانوں نے ہندوؤں کو ناقابل اعتبار سمجھا تو اس میں ان کا
 قصہ تھا اس کے علاوہ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں
 کیا جاسکتا کہ جب بھی کانگریس کسی مسئلہ پر مسلمانوں کو شک
 کرنے کا تہیہ کر لیتی تو مسز گاندھی اور دیگر ہندو لیڈر خود
 سے نہ آتے بلکہ اپنا نقطہ نظر ان ہی کے ذریعے پیش کرتے
 تھے۔ مسلم لیگ کے جائز مطالبات بھی یہ کہہ کر ماننے سے
 انہیں روکتے کہ ان کے مسلمان ساتھی ان سے متفق نہیں
 مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت تسلیم نہ کرنے کے سلسلہ میں
 انہیں ہمانہ بناتے اس سوال کے جواب میں کہ "جب

آپ جناب جناح سے ملاقات پر رضامند ہونے تو کیا آپ
 ان سے "مسلمانوں کے واحد نمائندہ" کی حیثیت سے ملے"
 مسز گاندھی نے کہا "یہ دعویٰ میں نے کبھی تسلیم نہیں کیا"
 لیکن یہ بہر صورت میں نے ہمیشہ کہا ہے کہ مسلم لیگ ہی زیادہ
 مسلم نمائندہ تنظیم ہے اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا میری
 غلطی ہوگی لیکن ساتھ ہی میں اس بات سے بھی آگاہ ہوں کہ
 مسلم لیگ کے باہر بھی مسلمانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے جو
 نہ تو اس کی حمایت کرتا ہے اور نہ ہی دو قومی نظریے پر
 اس کا یقین ہے" (۱۵۱)

سر دار ٹیل نے اپنی ایک تقریر میں کہا "اگر
 کانگریس لیگ کے دعویٰ نمائندگی کو تسلیم کرے تو اس کے
 یہ معنی ہوں گے کہ اسے سرحد کے (قومیت پرست)
 پٹھانوں کو چھوڑنا ہوگا ان شیعوں کو تیاگ دینا پڑے گا جو
 ہندوستان کے آٹھ محکوم مسلمانوں میں سے تین کروڑ کی
 جماعت ہیں اور (میں نہیں بلکہ یہ تو) مولانا ابوالکلام آزاد
 اور دوسرے مسلمان قومیت پرست حضرات سے غداری کے

اسحاق ڈیلرز

اینڈ کلائمہ مرچنٹ

186- انارکلی - شاہراہ قائد اعظم - لاہور نمبر ۶، فون 65135
 7373916

دیگر علماء و محدث فرماتے ہیں "یہ جماعت (جس سے بظاہر کانگریس مراد ہے) اپنا پہلا اصول یہ قرار دے چکی ہے کہ مذہب کے معاملہ میں اسٹیٹ غیر جانبدار رہے۔ ہر ایک اقلیت کا دلچسپ رسم و رواج وغیرہ محفوظ ہوں گے۔ ہر شخص کو غیر کی آزادی، رائے کی آزادی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ (دیکھئے فنڈ امینشل رائٹس یا کانگریس کے بنیادی اصول) اور اسی طرح وہ اسی اعلان میں ہندوستان میں حکومت کا طرز بھی صفائی سے بتا چکی ہے کہ طریقہ حکومت جمہوری ہوگا۔----- (۱۵۵)

علاوہ ازیں اگر وہ شرائط مذہب کی حفاظت سے متعلق ہیں تو کانگریس جو یقیناً مسلم جماعت نہیں ہے، اس سے حفاظت مذہب کا مطالبہ غیرت مسلم کے سراسر مخالف، کون خود دار مسلمان گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی مسجد کے تختہ کی دستاویز گاندھی یا جواہر لال سے لکھوائے (معاذ اللہ) (۱۵۶)

کاکون سا ہوشمند کسی معاہدہ کو اطمینان کے قابل سمجھ سکتا ہے (۱۵۷)

----- باقی اقلیت کی شکایتیں اگر ہیں یا آئندہ ہوں تو ان کا علاج وہی ہوگا جو آج انگریز کے مقابلہ پر کیا جا رہا ہے یا دنیا کی عام جمہوریتوں میں اقلیت کی پارٹی اکثریت کے مقابلہ میں کرتی رہتی ہے، چنانچہ جمعیت العلماء ہند کا یہی مسلک اور اس کا یہی فتویٰ ہے کہ مسلمان اپنی قوت مستحکم کرنے کے لئے زائد سے زائد جمعیت العلماء ہند کے ساتھ مربوط ہوں اور انگریز کو نکالنے کیلئے زیادہ سے زیادہ انقلاب کے خوگر اور مشائق بنیں اور اس مقصد کیلئے دیگر اقوام ہند سے تعاون اور اشتراک عمل میں کوئی پس و پیش نہ کریں" (۱۵۸)

ابراہیم آزاد کافوی یہ تھا کہ "مسلمانوں کو اپنے
(حقوں کے) تحفظات کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف
تعمیل دیکھنا چاہئے" انہیں اپنے برادران وطن کی طرف
دیکھنا چاہئے۔۔۔ ان سے بدگمان نہیں رہنا چاہئے بلکہ
حق و حقوق کانگریس میں شریک ہو جانا چاہئے کانگریس کے

حزب اہل ہوا جنہوں نے موجودہ نیشنل کانگریس کی تشکیل میں اس قدر حصہ لیا ہے۔۔۔ کیا ہم مولانا آزاد اور جمعیت العلماء کے لیڈروں سے آج یہ کہہ دیں کہ آپ اس قومی ادارہ سے تشریف لے جائیے اور مسٹر جناح کی قادت تسلیم کیجئے" (۱۵۲)

کانگریس سے تعلق و عقیدت

لاکھریں میں شرکت کے جواز پر علماء دیوبند سے کئی فتوے منقول ہیں جن میں سے چند یہاں درج کئے جاتے ہیں۔
 "ہندو مسلمان باوجود اختلاف مذہب کے کسی مشترک مقصد کی تحصیل کے لئے متفق ہو سکتے ہیں" ایسا اتفاق شریعت کے کسی قاعدہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کو ان کے دینی مقاصد کی تحصیل میں تعویذ حاصل ہوتی ہو یہ اتفاق ضروری ہو جاتا ہے "یہ اتفاق و اتحاد سیاسی و تمدنی ہے اور ایک قوی اور مشترک دشمن کے مقابلہ میں ہے۔" نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یہود مدینہ کے ساتھ بمقابلہ مشرکین معاہدہ کیا "عہد نامہ لکھا گیا" (مولوی حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند) (۱۵۳)

اس سوال " اگر اس جماعت (یعنی کافر لیس) ہے
مسلمان خواہش کریں کہ ملک کی آزادی سے پہلے باشندگان
ملک میں ایک باہمی سمجھوتا ہو جائے کہ آزادی کے بعد طریقہ
حکومت لیا ہو گا " مسلمانوں کی حیثیت کیا ہوگی اور اپنے مذہبی
ذرائع میں مسلمان آزاد ہوں گے یا نہیں " تو اس کے
جواب میں کہا جاتا ہے کہ غیر ملک کا باشندہ یہاں حکومت
کر رہا ہے " پہلے ہم دونوں مل کر اس کو یہاں سے نکال دیں "
اس کے بعد جو صورت ممکن ہوگی " اس پر عمل کیا جائے گا "
ان حالات کے ماتحت مذکورہ الصدر جماعت کے ساتھ
مسلمانوں کو وابستہ ہو جانا چاہیے "؟ (۱۵۳)

اس کے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد مولوی محمد میاں اور

----- پھر حسرت بھرتے لہجے میں کہتے ہیں " اگر

میں تفسیرِ قلوب کا عالم اور حامل ہوتا تو آج ہندوستان میں نہ کوئی مسلمان (مسلم) لگی ہوتا اور نہ ہی کوئی برطانیہ کا خیر خواہ۔ سب کے قلوب کو جمعیت علماء ہند اور کانگریس کی طرف پھیر دیا " (۱۶۵) گرامسکیم لیکچر برطانیہ کی اور کھوا کا ہے ایک غیر مسلم جماعت کی تشویش میں اس قدر اضمحلال اگرچہ مستحسن نہیں بلکہ بدعت ہے لیکن اسی دوران اس سے بھی زیادہ نقصان وہ ایک اور بدعت کا اضافہ ہو گیا تھا، محترم محمد امین زبیری کا بیان ہے کہ: " مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث کے گھر پر جو مدرسہ کی ملکیت ہے، کانگریس کا جھنڈا لہراتا ہے اور جناب موصوف ان تمام غیر شرعی رسوم میں شرکت کرتے ہیں جو کانگریس میں ہوتی ہیں " (۱۶۶)

شرکتِ صلیا حرام ہے کیونکہ ----- مولوی شبیر

سکندر عثمانی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے: " بار بار ایسا وقت آیا ہے جبکہ سیاسی صورت حال پر خاموش رہنا ممکن نہ تھا، مثلاً دارالعلوم (دیوبند) کے مکان پر، جس میں حضرت مولانا (حسین احمد مدنی) کا قیام رہتا ہے،

کانگریس جھنڈا نصب کیا گیا " (۱۶۷) صلیا حرام ہے کیونکہ

مولوی محمد حسین صاحب، مولوی شاہ عبدالقادر رائے پوری کے تذکرہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں " حضرت کا ذہن سیاسی معاملات میں وہاں تک پہنچا جہاں تک بڑے بڑے سیاستدانوں کے اذہان کی رسائی ناممکن ہے اور یہ نتیجہ ہے ریاضات و مجاہدات کے ساتھ ساتھ کامل اجتماعِ سنت کا جسے اگر کوئی چاہے تو علمِ لدنی کا نام دے لے۔ حضرت نے اپنی مومنانہ فراست سے ہمیشہ سیاسی زعماء کی رہبری فرمائی، جمعیت العلماء، مجلس احرار اسلام اور کانگریس وغیرہ کے بعض لیڈروں کو بروقت نہایت مفید اور قیمتی مشورے دئے، گو خود عملاً سیاست کے میدان میں کبھی نہیں اترتے تاہم سیاسی معاملات میں ہمیشہ مولانا حسین احمد مدنی کی ہمنوا کی اور بار بار فرمایا کہ " ہم تو حضرت مدنی کے ساتھ ہیں " (۱۶۸) تبلیغی جماعت کے متعلق بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ اس کے قارئین کو کانگریس اور کانگریسیوں سے کس قدر

عالم میں ان کے حقوق بالکل محفوظ ہیں " (۱۵۹)

مولوی حسین احمد دیوبندی، جو جمعیت العلماء ہند کے سربراہ اور کانگریس کے بڑے مداح تھے، کو ہندوستان پر بہت زیادہ اعتماد تھا، قائد اعظم محمد علی جناح اور سید محمد علی لیڈر نیز بریلوی علماء و مشائخ کو وہ کانگریس کا ایجنٹ تصور کرتے تھے، وہ آخری دم تک اس عقیدے پر قائم رہے، جناب عبدالرشید ارشد تحریر فرماتے ہیں: " اس نازک وقت میں حضرت (مولوی حسین احمد مدنی) کی گرامی قدر تھی جو آگے بڑھی اور تمام مسلمانوں کو قائل فرماتے ہوئے کہا کہ جو جماعت انقلاب لاتی ہے، وہی برقرار آتی ہے، مسلمانوں کو اپنے ملک کے دوسرے لوگوں سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور مسلمانوں کو جنگ کی کیلئے کانگریس کی شرکت کا مشورہ دیا " (۱۶۰)

مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک عقیدت مند شیخ عبدالرحمن کا کہنا ہے کہ " مولانا حسین احمد مدنی کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کو فرض بتلاتے تھے " (۱۶۱)

مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق رقمطراز ہیں "

حضرت دہلوی کے باوصف آپ اسلام کے سیاسی رخ سے غافل نہ تھے، بڑی ہی تندہی سے فرائض انجام دیتے تھے، جمعیت علماء ہند کے کئی بار صدر ہوئے اور کانگریس کے مشورہ قارئین میں ایک بلند مقام حاصل کیا " (۱۶۲)

کانگریس کے ایک مرکزی لیڈر کی حیثیت سے مولوی صاحب کو کئی بار جیل بھی جانا پڑا، جس کا قائد مسلمانوں کی جماعت مسلم لیگ کو نہیں بلکہ ہندو کانگریس کو پہنچتا رہا لیکن مولوی صاحب علی تندی کے خیال میں:

مولوی حسین احمد دیوبندی نے) ہندوستان کی جیلوں میں رہ کر سنت یوسفی ادا کی " (۱۶۳)

مولوی حسین احمد دیوبندی کا اپنا بیان ہے کہ: " میں پہلے سے کانگریس میں شامل نہ تھا مگر مانا سے ایسی پرورش کا ممبر یا قاعدہ بن گیا اور ہمیشہ جدو جہد آزادی میں رہتا رہا " (۱۶۴)

محبت تھی۔ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس کے رفیق
 خاص مولوی احتشام الحسن کا مدحیہ قلم ہے "حضرت (مولوی حسین احمد) مدنی کی کانگریس میں شمولیت اور سیاسی
 جلسوں کی شرکت کو عام طور پر ایک سیاسی سرگرمی خیال کیا
 جاتا ہے لیکن اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو یہ محض سیاسی
 سرگرمی نہ تھی بلکہ عشق خداوندی کا مظاہرہ تھا اور جہاد فی
 سبیل اللہ کا کارنامہ" (۱۶۹)

[illegible][illegible]

۱۔ ہمارے دل میں یہ سچیت سماعت تھی کہ

ساتھ تبلیغی حضرات کا گہرا تعلق تھا اور ہے، تبلیغی مرا
رائے ونڈ کے انچارج مولوی عبدالوہاب صاحب فرماتے ہیں
: "مجلس احرار سے میرا بڑا تعلق رہا ہے، میں جب لاہور
میں پروفیسر تھا تو روزنامہ احرار سارن پور، زمزم، آزاد
لاہور وغیرہ میرے مطالعہ میں رہتے تھے اور چودھری افضل
حق (رئیس الأحرار)، شاہ جی (مولوی عطاء اللہ شہار
نہاری)، مولانا حبیب الرحمن سبھی قائدین احرار سے
میرے تعلقات تھے اور ان کی مجالس میں نشست و برخاست
رہتی تھی" (۱۷۳)

مجلس احرار کے متعلق جناب ایچ بی خان رقمطراز ہیں

بنامت احرار اسلام مذہبی اور سیاسی امور میں جمعیت (علامہ ہند) کی پالیسیوں اور اس کے مقاصد سے ہم آہنگ اور قریب تر تھی اور چونکہ جمعیت ایک مختصر مدت کو چھوڑ کر بالعموم کانگریس کی سیاسی پالیسیوں کی حمایت کرتی تھی، اس لئے جمعیت علماء ہند اور بنامت احرار اسلام سیاسی امور میں ساتھ ساتھ اور کانگریس کے شانہ بشانہ کام کرتی رہیں۔"

(۱۷۳)

مولوی ماکر احسن صاحب گیلانی نے اپنے ایک مکتوب
عالم اعد الماجد وریادی میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ " علماء
دوبند میں افسوس ہے کہ سب ادھر (کانگریس میں) ہی چلے
گئے جدھر رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں " (۱۷۵)

مولوی شہیر احمد عثمانی، دارالعلوم دیوبند پر کانگریس
اثرات کے متعلق اپنے دھکے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں
:"حضرت مولانا انور شاہ کے عہد مبارک تک دارالعلوم ہر
قسم کے داخلی اور خارجی قوتوں سے پاک و صاف تھا، درس
حدیث میں خدا و رسول ﷺ کی اطاعت کے بجائے مہاتما
گاندھی اور جواہر لال نہرو کی اطاعت کا درس نہیں دیا جاتا
تھا۔۔۔ اب تفسیر جلالین، بیضاوی اور درس حدیث میں
کانگریس کا سبق پڑھایا جائے گا۔ مہاتما گاندھی اور
جواہر لال نہرو کے کارناموں کی نہ صرف تعریف کی جاتی ہے
بلکہ ان کی تہذیب قرآن و حدیث سے پیش کی جائے گی۔

ہونے کا فائدہ اس نے زیادہ کچھ نہیں کہ ہمیں زبردستی نماز پڑھنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ ہمارے اندر وہ ارتداد آہستہ آہستہ اتارا جائے گا جس سے ہم خود نماز پڑھنا چھوڑ دیں، ہماری مسجدیں توڑی نہیں جائیں گی بلکہ ہمارے دل و دماغ کو اندر سے بدلا جائے گا تاکہ یہ مسجدیں ویران ہو کر خود بخود آثار قدیمہ میں تبدیل ہو جائیں، ہماری عورتوں کے چروں سے پولیس کے سپاہی زبردستی غائب نہ ہو جائیں گے بلکہ مدرسے کے معلم نہایت شفقت و رحمت کے ساتھ ان کے ذہن میں وہ معیار اخلاق پیوست کریں گے جس کی بنا پر وہ گھر کی ملک بننے کی بجائے ایلیج کی رقاہ بننا زیادہ پسند کریں گی، یہ آزادی محض ایک ایفون ہے تاکہ اس کی پیٹک میں ہم پڑے سوتے رہیں اور ہمارے گرد و پیش زمین و آسمان بدلتے چلے جائیں، اس آزادی کے پروانے کو لے کر نہ مولوی صاحب پشاور سے مدراس تک ماس کنٹیکٹ کی

ہو جائے اور اس میں شمولیت کی تلقین نہ کی جاتی ہو۔
 کی تقریروں اور رات دن کی متواتر کوششوں کا نتیجہ آج دارالعلوم نہ صرف بخود کا مزاج ہے بلکہ ان کے میں بہت کچھ رنگا چاٹکا ہے (۱۷۶)
 جسے جہل و دیوبند کے موقع پر اس وقت کی بھارتی حکومت نے دارالعلوم دیوبند کی "شاہدار خدمات" کو سراہا تھا۔
 میں لکھا: "دارالعلوم نے مسلمان گاندھی کی قیادت میں مسلمانوں کی آزادی میں تعاون کیا" (۱۷۷)

مسلمان دانشوروں اور رہنماؤں کے تاثرات

علامہ اعظم محمد علی جناح مرحوم کے باڈی گارڈ کرنل سلطان ظہور اختر صاحب نے ایک انٹرویو میں بتایا: "میں نے ہندوستان کی جماعتوں میں کانگریس ایسی جماعت تھی جس کی ایسے مسلمان شریک تھے جو کھواتے تو خود کو مسلمان سمجھتے تھے مگر حقیقت میں یہ ہندوؤں کے چاکر تھے، علاوہ ان کے ہندوؤں کی جماعتوں میں جن تک "مہا سبھا اور اکالی دل" کے ہندوؤں کی بالا دستی کی خواہاں تھیں جبکہ مسلمانوں کی جماعتوں میں "جمیعت علماء ہند" خاکسار تحریک کے اجراء ایسے لوگوں پر مشتمل تھیں جو اسلام کا نفروں کے ساتھ مگر ہندوؤں کے ساتھ تعلقات بھی استوار رکھتے تھے بلکہ ان مسلمان جماعتوں میں کانگریس ہندوؤں کے ساتھ ساتھ باقاعدہ تنخواہ دار آدمی بھی موجود تھے جو ان کے ساتھ ساتھ ان کی زبان میں بھی باتیں کرتے تھے۔"

اعظم کاش الہی قوم پرست مولویوں کے تعاون سے ہندوستان کے والی کانگریس حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایک ایسی جماعت (حکومت کے) اختیارات کے لئے جو ہمارے اصول تہذیب سے قطعاً آشنا اور ہمہ جہت قسم کے نظریات تہذیب و اخلاق و تمدن کی اس حکومت کے ماتحت ہمیں آزادی حاصل

تحریک پاکستان نمبر

شائع کرنے پر

ار اہپن کنز الایمان کو

مبارکباد

علامہ قبال کلج

دہلی رڈ صدر بازار لاہور کینیٹ

فون: ۳۸۰۱۸۷

مسلمانوں کو بے جان کر دیا " (۱۸۱)

ارشاد امام احمد رضا خان بریلوی

بیر سے پردہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

بیر سے پردہ ہے یا نہیں؟

ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے ملحقہ کراتے ہیں اور ملحقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور انکی آواز مکان سے باہر دور سنائی دیتی ہے ایسا بیعت ہونا کیسا ہے؟

الجواب = (۱) بیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو ' واللہ تعالیٰ اعلم (۲) یہ صورت محض خلاف شرع و خلاف میاء ہے ایسے بیعت سے بیعت نہ چاہیے (احکام شریعت حصہ اول - ص ۱۰۹)

تخلیف کرتے پھر رہے ہیں ' انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ پردہ آپ کو اتنی آزادی ضرور دیتا ہے کہ رات دن قال اللہ و قال الرسول میں مشغول رہیں ' آپ کی دائرہ میں زبردستی نہیں موبدھی جائے گی نہ آپ کی عیاض کی جائے گی نہ آپ کی بیعت کی جائے گی نہ آپ کی زبان درس حدیث و قرآن سے روکی جائے گی مگر اس امر کی وہ کوئی ضمانت نہیں دیتا کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی ادرے شکر اور تیسری پشت میں کوئی دیوکارانی برآمد نہ ہوگی " (۱۷۹)

معروف صحابی جناب الطاف حسن قریشی نیشلت مسلمانوں کی خدمات کے صلہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں " وہ نیشلت مسلمان جنہیں اپنی قوی خدمات پر پورا ناز تھا اور ہمیشہ اپنے ہم مذہبوں کی ناراضگی مول لے کر ہندو کانگریس کا ساتھ دیتے رہے تھے ' تقسیم کے موقع پر ہندوؤں اور سکھوں کے عتاب سے نہ بچ سکے ' یہاں تک کہ پاکستان عروہ باز کے نعرے لگاتے والے مسلمان بھی اس جرم میں مارے گئے کہ آخر یہ مسلمان تو ہیں " (۱۸۰)

آخر میں جناب عبدالوحید خاں (سابق ممبر دستور مسلم اسبلی) کی گرانقدر رائے ہدیہ قارئین ہے " قوم پرست مسلمان طبقہ کانگریس کے ہاتھوں میں جس طرح آلہ کار بن رہا تھا وہ سخت تکلیف دہ تھا ' مولانا آزاد اس طبقے کے کانگریس میں امام مانے جاتے تھے اور اس طرح کانگریس ہندو اور مسلمان دونوں کی فائدہ ہونے کا دعویٰ کرتی تھی ' ان کے اثرات کو ختم کرنا آسان نہ تھا لیکن جب مہاتما گاندھی نے ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم کو لکھا کہ میں آپ سے ملنے آؤں گا تو مولانا ابوالکلام آزاد جو مسلم سیاست میں میرے مشیر ہیں میرے ساتھ ہوں گے ' تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ اگر مولانا آپ کے ساتھ آئے تو میں ملاقات نہیں کروں گا ' پھر کچھ دنوں بعد یہ نیشلت صدر کانگریس مولانا آزاد کے ایک نامہ کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ آپ کانگریس کے محض نمائندگی کھلوتے (SHOW BOY) ہیں ' آپ سے کوئی خط و کتابت نہیں کی جاسکتی ' صرف ان دو جملوں نے قوم پرست

فیشن گھر
گارمنٹس

خواتین حضرات اور بچوں کے ریڈی میڈ ملبوسات
کی اعلیٰ درجہ کی دستیاب ہے ۔
پروپرائیٹری
میاں محاسن، میاں جاوید اقبال

فیشن گھر گارمنٹس

سرورڈر، صدر بازار لاہور، فون: ۶۳۰۴۶۱

جمعیت العلماء ہند

قیام و تقسیم

کے شاکر دہی تھے اور نہایت مستند رفیق کار بھی، لہذا اس کی پشت پر اصلی کار فرما ذہن حضرت شیخ الہند ہی کا تھا (۱۸۳)۔

حالانکہ تاریخی لحاظ سے ڈاکٹر صاحب کا بیان صحیح معلوم نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں خود اسی طبقہ کے مولویوں اور لکھنے والوں نے جو کچھ کہا ہے، ان سے اس دعویٰ کی تردید ہو جاتی ہے، مولوی عبد الماجد دریا بادی رقطراز ہیں: "جمعیت العلماء ہندی" وہ بھی گویا انہیں (مولانا عبد الباری فرنگی محلی) کی بنوائی ہے، گو کچھ روز بعد اس سے علیحدہ ہو گئے یا علیحدہ کر دیے گئے (۱۸۳)۔

جناب ایچ بی خان اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں: "حفظ الرحمن واصف خلف مفتی کفایت اللہ نے بیان کیا ہے کہ خدام کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند کا سنگ بنیاد مولانا عبد الباری کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ تھا اور ان جماعتوں کے بانی اور موسس ممدوح ہی تھے" (۱۸۵)۔

جمعیت العلماء ہند میں ہر مکتبہ فکر کے علماء شامل تھے لیکن جب اس نے ہندو نواز پالیسی اختیار کرنی شروع کر دی تو سنی بریلوی علماء نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی: "جمعیت العلماء ہند کی مایوس کن کارکردگی کے پیش نظر مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت کی رکنیت سے ہی استعفیٰ دے دیا تھا۔ انہوں نے جمعیت العلماء ہند کے ناظم اعلیٰ مولوی احمد شہید دہلوی کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

"چونکہ آپ حضرات کی اور جمعیت علماء کی یہ روش کہ وہ بغیر ممبران کے فیصلہ و استصواب کے کانگریس کی کلیئتا تائید کر رہی ہے بلکہ جمعیت کے وجود کو کانگریس پرستوں کے چشم وایرو پر آپ لوگ متحرک کر رہے ہیں، حتیٰ

جمعیت العلماء ہند کی بنیاد سنی بریلوی عالم دین مولانا عبد الباری فرنگی محلی علیہ السلام نے رکھی تھی، بعض حضرات اسے صحیح تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کرتے ہیں، اس لئے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں قلم ہے، اس نے لکھا تو بہت کچھ ہے لیکن کبھی بھی کوئی ایسی بات عام پر آنے نہیں دی جس کا کریڈٹ فریق ثانی کو جائے، ہو سکتا ہے کہ چونکہ جمعیت العلماء ہند ہندو کانگریس کی مددگار تھی، اس لئے اس کے بانی ہونے کا سرا سر یہ قائل نہ ہو سکتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ ابتدا میں اس پر ذہن اس قدر کمزور نہیں تھی بلکہ جب تک اس کی بنیاد مولانا عبد الباری فرنگی محلی مرحوم کے ہاتھ میں رہی، یہ فیصلہ کرنے میں کانگریس کی محتاج نہیں تھی، جوں جوں سنی مولویوں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی، اس کے تیور سے آگے، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ السلام نے مولانا بدایونی علیہ السلام سے خط و کتابت کے دوران اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ جمعیت العلماء ہند پر دیوبندی قابض ہیں (۱۸۲)۔

یہ خطوط "الطاری الداری" کے نام سے

میں بھیجے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں "جمعیت العلماء ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی تھی اور اگرچہ اس کے قیام کے وقت حضرت شیخ الہند دہلی سے باہر تھے تاہم چونکہ اس کے موسس مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی تھے جو حضرت شیخ الہند

اور
سلا
ر
ب
م
ب

کہ ہندو باہر جیسا مشرانہ آپ کے نزدیک قوی
ترانہ ہے اور مولانا حسین احمد دہلی صاحب مسلم لیگ کو تاپنے
والوں کی جماعت تھرا ہے ہیں اور کانگریس کو ذریعہ نجات
بھیجے اور تحریر کرتے ہیں، لہذا ایسی جماعت کے جو بد قسمتی
کے اپنے آپ کو علماء کے ساتھ منسوب کرتی ہو، کوئی
اُردو شخص اس مذموم طریقے کو برداشت نہیں کر سکتا، میں
جمعیت علماء کی رنگیت سے علیحدہ ہوتا ہوں اور کسی قسم کا
کوئی تعلق آپ کی جماعت سے نہیں رکھنا چاہتا، دعا کرتا
ہوں کہ خدائے برتر آپ حضرات کو مشرکین کی غلامی سے
آزاد کرے اور آپ کو منصب علماء اور وقار مذہب کو باقی
رکھنے کی ہمت عطا فرمائے، یقین کیجئے کہ آپ جس تحریک کو
آزادی سمجھ رہے ہیں وہ حقیقتہً ہندو راج ہے، (۱۸۶)
مولوی محمد منظور نعمانی مدیر "الفرقان" لکھنؤ
جمعیت العلماء ہند کی تقسیم کے بارے میں رقمطراز ہیں :-
"مولانا محمد علی مرحوم اور جمعیت العلماء ہند کے درمیان
تخت اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ
جمیت العلماء ہند دہلی کے مقابلہ میں ایک دوسری جمعیت
العلماء بنائی گئی تھی جس کے صدر خود مولانا محمد علی مرحوم
تھے۔ یہ کشمکش ناجائز تھی میں کس حد تک جا چکی تھی، اس کا
اندازہ بس اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ جمعیت العلماء ہند
دہلی کا اجلاس (۱۹۳۰ء میں) امروزہ میں جن تاریخوں میں
ہونا طے ہوا تھا، ٹھیک ان ہی تاریخوں میں امروزہ ہی میں
دوسری جمعیت کا اجلاس بھی طے کیا گیا اور ہوا اور خود
مولانا محمد علی مرحوم نے اس کی صدارت کی" (۱۸۷)

نعمانی صاحب اس اختلاف کی وجوہات بیان کرتے
ہوئے لکھتے ہیں "جمعیت العلماء کے مخالفین کی طرف سے
اس وقت دو باتوں کا خاص طور سے پروپیگنڈا کیا گیا تھا،
ایک یہ کہ یہ لوگ کانگریس سے اور ہندوؤں سے مل جائے
والے ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ دیوبندی دہائی ہیں، نجدیوں
کے حامی ہیں، دشمن رسول ہیں (معاذ اللہ)، اس دوسری
بات کو اچھالے جانے کی خاص وجہ یہ تھی کہ دوسری
جمعیت کے اجلاس کا دائمی اتفاق سے امروزہ کا وہ عصر تھا

جس کے نزدیک دیوبندی دہائیوں کی تکفیر کے سوا مسئلہ
زندگی کا کوئی دوسرا مسئلہ قابل توجہ نہیں تھا" (۱۸۸)
بد قسمتی سے کانگریسی مولوی سچے بات بھی چھو
انداز سے کرتے ہیں کہ اپنی غلطیوں کو خوشنما الفاظ
کرم مقابل کی نیکیوں کو برائیوں میں بدل دیتے ہیں،
تو یہ تھا کہ نعمانی صاحب ہندوؤں کے ساتھ اشتراک
جائز ثابت کرتے اور سنی بریلوی علماء کی مخالفت کانگریس
مسلم لیگ میں شمولیت کے پرچار کار و کتاب و سنت کی
میں فرماتے لیکن انہوں نے اپنی کمزور پوزیشن کو نظر
اوچھل رکھنے کی خاطر مسئلہ تکفیر کا سہارا لیا ہے، اس
بحث کو چھیڑ کر ہم قارئین کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے
شائقین اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ
خود صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔

جناب محمد صادق قصوری تحریر فرماتے ہیں :-
میں جب جمعیت العلماء ہند مکمل طور پر کانگریس
حلیف بن گئی اور مسلم مفادات کو بالکل فراموش
گاندھی کی لگونی کی اسیر ہو گئی تو علمائے حق جن میں مولانا
علی جوہر، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا غار احمد کانیہ
مولانا عبدالکافی الزیادی، مولانا فخر اللہ آبادی اور
قلب میاں فرنگی محللی جیسے اعظم شامل تھے، نے
علحدہ جمیعت کی تاسیس کی فکر کی، چنانچہ کانپور
ایک جدید جمیعت علماء بنائی گئی جس کا صدر مولانا
جوہر جیسے شیخہ مذہب کو بنایا گیا، اس جمیعت کے قیام
مولانا قلب میاں کا خاص عمل دخل تھا (۱۸۹)

شعبہ یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ ایک
بعض مصنفین علی برادران کی سیاسی خدمات کو علمائے
یا اہل حدیث کے کھاتے میں ڈالتے ہیں، حالانکہ خود
محمد علی جوہر نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان
سنی بریلوی مسلک سے ہے۔ (۱۹۰)

اس سلسلہ میں جناب
اسلم سیف فیروز پوری (الہمدیث) کا یہ بیان حرف
حیثیت رکھتا ہے: "ابن سہو" کی رنگ توحید

اس نے علماء سے فتوے لے کر تمام قبروں کے متبدل وغیرہ
ڈھائے تو فرنگی کی ملی بھگت سے ہندوستان کے قبوری
مسلمانوں نے ہر صغیر بحر میں قیامت برپا کر دی، مولانا محمد علی
جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا عبدالباری فرنگی محل لکھنؤ کی
قیادت میں سلطان ابن سعود کے خلاف صف آراء ہو گئے
(۱۹۱۱ء)

اس اقتباس سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ علی
یہ اور ان، جو مولانا عبدالباری فرنگی محل مدظلہ کے مرید تھے
کا تعلق مسلک دیوبند یا اہلحدیث سے نہیں تھا، جہاں تک
”قبوری مسلمانوں“ کی اصطلاح کا تعلق ہے تو ہمارے خیال
میں ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا یا کہنا اپنی مسلمانی کو خطرہ
میں ڈالنے کے مترادف ہے جو قبر یا صاحب قبر کو خدا ماننے
اور اس کی پوجا کرے، البتہ ”فرنگی کی ملی بھگت“ کے
الزام کا جواب ہم خود نہیں بلکہ بڑیاں مولوی محمد میاں ناظم
جمعیت علماء ہند دینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں، مولوی
صاحب تحریر فرماتے ہیں ”عرب عربوں کے لئے جب یہ
سبق شریف حسین نے برطانیہ کو سنانا چاہا تو اس کو نکال کر
ابن سعود کو مجاز پر قابض کر دیا گیا“ (۱۹۲۲ء)

دوسری بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ سنی پریلوئی حضرات
نے جس اصلی جمعیت العلماء ہند کی بنیاد رکھی تھی، اس
کا ذکر مختصر عرصہ کے بعد کسی بھی مآخذ میں نہیں ملتا اس کی
وجہ یہ ہے کہ اس جمعیت کے اکابرین مسلم لیگ میں
شامل ہو گئے تھے، چونکہ سنی پریلوئی حضرات کی ایک مستقل
جماعت ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے نام سے موجود تھی جو
۱۹۲۵ء میں وجود میں آئی تھی، اس لئے اصلی جمعیت
العلماء ہند کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا گیا۔

جمعیت کی کارکردگی

کانگریسی ذہن کے لوگ جمعیت العلماء ہند کی ہندو
نوازی کو پردہ انفا میں رکھ کر اس کے ایسے ”شاعر

کارنامے“ بیان کرتے ہیں کہ جن سے ایک جانب نئے
مولویوں کی تہمت پسندی ذہنوں پر نقش ہوتی جاتے
دوسری طرف مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کی تعزیر
مولوی سید الرحمن علوی کا لفظ نظر یہ ہے کہ:
جماعت اور اس کے اکابر سے متعلق میری واضح رائے
اور ہے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ آزادی خواہ تھے
کی قربانیاں۔۔۔ سے زیادہ ہیں اور انہوں نے بیش
ثبیت سے اپنا رول ادا کیا“ (۱۹۳۰ء)

جمعیت العلماء ہند اور مسلم لیگ کا تقابل
ہوئے مفتی محمود صاحب رقطر اڑیں: ”جمعیت علما
نے جو قابل فخر کردار ادا کیا، اس کا مقابلہ کوئی تحریک
کر سکتی مسلم لیگ کو تو چھوڑیں کہ جدوجہد کا لفظ اس کی
میں ہی نہ تھا، کانگریس بھی ابھی تک پوری بیداری کے
پر نہ آئی تھی کہ بیسویں صدی کے پہلے ریلج کے اختتام
جمعیت نے کامل آزادی کا نعرہ لگا کر جدوجہد کو نیا
دیا“ (۱۹۳۰ء)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلم لیگ کی اخت
جدوجہد کا لفظ موجود نہیں تھا تو پاکستان کیسے وجود میں آ
اس کے متعلق تو عام طور پر یہ جواب دے دیا جاتا ہے
پاکستان انگریزوں کا عطا کردہ تحفہ ہے حالانکہ تاریخ کے او
میں یہ بات محفوظ ہے کہ جدوجہد آزادی کے آخری سا
میں انگریزوں نے کانگریس اور کانگریسی مولویوں کے اس
کی کھل کر حمایت کی کہ ہندوستان تقسیم نہ ہو اور پاکستان
بنے، تاہم اس سوال کا جواب شاید کوئی بھی کانگریسی
فرد نہیں دے سکتا کہ اگر مسلم لیگ بے جان لاش قوی
۱۹۳۵-۱۹۳۶ء کے الیکشن میں کانگریس اور قوم پرست مولو
کے نامزد کردہ امیدواروں کی ضمانتیں کیوں ضبط ہو گئیں۔

کانگریس کے شیدائی مولوی حسین احمد دیوبند
رقطر اڑیں: ”جمعیت (علماء ہند) نے سیاسی اور
خدمات مہمہ آج (تک) انجام دی ہیں، ان کو جمع
کے شاندار ریکارڈ اور ملک سے پوچھنے اور پڑھنے
قاریوں اس راہ میں پیش کی ہیں، مسلم لیگ ان کا شہ

۱۹۵۱ء میں پیش نہیں کر سکتی" (۱۹۵)

جمعیت العلماء ہند کے آرگن روزنامہ "پاکستان" نے ۲۸ - اپریل ۱۹۴۷ء کے ادارہ میں "یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حالیہ انتخابات کے نتیجے میں مسلم لیگ کو جن صوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ مسیحی اور مسلم لیگ کے نام پر نہیں بلکہ جمعیت کے نام پر ہیں۔ ان مجاہدین کی بدولت حاصل ہوئی ہے جو ملک کی آزادی اور استبدادی نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرتے ہیں۔ یہ وہی وہی مسیحی ہیں جو ملک سے نازک سے نازک ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اغیار کی نظروں سے نہ دیکھنے سے بچایا ہے" (۱۹۶)

یہ بات صحیح نہیں، جس وقت کانگریس کی حکومت ہوئی اور مسلم لیگ صوبوں کی مجالس میں اکثریت میں حزب اختلاف کی حیثیت سے بیٹھی، اسی وقت جواہر لال نہرو نے ہداس میں تقریر فرمائی کہ ہندوستان میں صرف دو پارٹیاں ہیں، ایک کانگریس اور دوسری گورنمنٹ برطانیہ، یہ مسلمانوں کے لئے ایک نیا دور تھا اور مسلم لیگ کے وجود سے انکار، اس پر کانگریس نے کہا، "نہیں تیسری پارٹی مسلمان ہیں اور مسلم لیگ۔ پی۔ پی میں پانچ ضمنی انتخابات ہونے والے تھے، کانگریس نے اعلان کر دیا کہ اگر کانگریس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کے ساتھ ہیں تو مسلم لیگ کے مقابلے میں کانگریس اور جیت کر دکھائے، یہ انتخابات ہوئے، کانگریس جیتی، دوسری طرف مسلم لیگ، پانچوں صوبوں میں مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوئے، سارنپور، شہید آباد وہ مقامات تھے جن میں جمعیت علماء ہند اپنی تمام قوت صرف کردی اور کچھ نہ کر سکی، یہ وہ مقامات آزاد کے اس دعویٰ باطل کی حیثیت رکھتے ہیں، یہی میں مسلم لیگ کو جمعیت العلماء کی تائید میں حاصل ہوئی تھیں (۱۹۷) **حکومت**

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں: "جمعیت کے لوگ دیباچے کہتے تھے، ایک توبہ کہ آپ لوگ

خود اسلام سے ناواقف ہیں، آپ کیا اسلامی حکومت قائم کریں گے، دوسری بات یہ کہتے تھے کہ آپ لوگ جو کام کر رہے ہیں، اس سے انگریزوں کو تقویت پہنچ رہی ہے، علماء دیوبند پر تقلید کا ایسا بھوت سوار تھا کہ مولانا محمود الحسن نے ایک زمانے میں جو کچھ کہا تھا، انہوں نے اسے اپنا نصب العین بنا لیا، یہ نہ سوچا کہ اب انگریز جاتے والا ہے، یہ نہ سوچا کہ ہندو کا غلبہ ہونے والا ہے بلکہ وہ کہتے تھے کہ ہندوؤں نے اتنا عرصہ ہماری غلامی کی ہے، ہم انہیں مسلمان بنائیں گے، بڑے بڑے عجیب خیالات تھے، انہیں تو کچھ اندازہ ہی نہ تھا موجودہ دنیا کا، پتہ نہیں وہ کس دنیا میں رہتے تھے، ایک بات وہ یہ بھی کہتے تھے کہ مسلمان تو اب اتنا گھبرا رہے ہیں کہ اس سے کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا، ایک ان میں یہ احساس کمتری تھا، وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان کو بیدار کیا جائے تو مسلمان بہت کام کر سکتا ہے، اسے خواب غفلت میں رکھیں گے تو یہ کام نہیں کر سکے گا" (۱۹۸)

مفتی محمود نے ٹی وی انٹرویو میں کہا تھا کہ جمعیت علماء ہند بھی مسلمانوں کی بہتری کے لئے ایک نصب العین رکھتی تھی اور اس نے مسلمانوں کی آزادی کیلئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا تھا، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے مفتی محمود کے اس ارشاد کے بارے میں فرمایا کہ یہ غلط ہے، جمعیت نے کوئی راستہ متعین نہیں کیا تھا، میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں لیکن ان کا جو نظریہ تھا وہ یہ تھا کہ نظام قضاہ قائم ہو جائے، موزوں کی حکومت عام مسلمانوں پر ہو (۱۹۹) اور مسلمان غلام رہے، یہ ان کا نظریہ تھا، مسلمانوں کی مکمل آزادی، قلاح اور بہتری کیلئے جمعیت علماء ہند نے کوئی لائحہ عمل مرتب نہیں کیا تھا (۲۰۰)

جمعیت العلماء ہند کی "عظیم الشان کارکردگی" کیا تھی، اسے تحریک پاکستان کے مشہور کارکن جناب عبدالحمید بیگ جالندھری کی زبانی سنئے "کانگریسی جمعیت العلماء مولوی حضرات تحریک پاکستان کی مخالفت میں جو کچھ وہ کر سکتے تھے

فرماتے ہیں: "جمعیت العلماء ہند کی تاسیس تحریک خلافت کے دوران میں ہوئی مگر اس نے رفتہ رفتہ کانگریس حمایت کو اپنا شعار بنالیا، اس کا سارا زور آزادی پر تھا۔ آزادی کے سلسلے میں جو مسائل پیدا ہو رہے تھے ان از روئے اسلام اس نے کبھی گفتگو نہیں کی بلکہ اس قسم گفتگو سے نیش احتراز کیا یا سوئے سخن سے کام لیا اور یہ کہ ایسی گفتگوؤں سے برطانوی شمشائیت کے مفاد کو تقویت پہنچے گی" (۲۰۵)

قاضی محمد عدیل عباسی جمعیت کے کردار پر روش ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں: "تحریک خلافت کے زمانہ میں جمعیت العلماء ہند کا قیام عمل میں آیا جس کے خیال علماء نے آخر وقت تک کانگریس اور گاندھی جی سے پیام عمل کی تائید کرتے ہوئے ملک کی آزادی کے دار و درمن کو دعوت دی اور مسلم لیگ کا تادم آخر مقابلہ کے تقسیم پر کبھی راضی نہ ہوئے" (۲۰۶)

جناب عبدالوحید خان سابق ممبر دستور ساز اسمبلی فرماتے ہیں: "مجلس احرار، جمعیت العلماء ہند دونوں مسلمانوں میں بڑی مقبول جماعتیں تھیں مگر مسلمانوں کے خلاف معمولی اور فروغی مفادات کی خاطر کانگریس کے کار بین کر جس طرح ان دونوں جماعتوں نے خود کو ختم کیا ہماری سیاسی تاریخ کا ایک عبرتاک باب ہے" (۲۰۷) جمعیت العلماء ہند نے نہ تو کانگریس پر قبضہ کیا اور نہ ہی اس میں اتنی سکت تھی کہ کسی بھی موقع پر جانز اور مقبول مطالبہ منوائے بلکہ:

سید "وہ مسلمانوں کے سوا واقف سے کٹی ہوئی کانگریس کا دم چھلا جی ہوئی تھی" (محمد احمد خان) (۲۰۸) سید "مولانا حسین احمد مدنی جیسی عظیم شخصیت کی قیاد کے یادمف جمعیت العلماء ہند کی حیثیت کانگریس ضمیمے سے زیادہ نہ تھی" (ڈاکٹر اسرار احمد) (۲۰۹)

سید "ایک دنیا جانتی ہے کہ اس جماعت کا اخیر چند طرز عمل اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ ہندو کانگریس کی اور ہندوؤں کی من گھڑت متحدہ قومیت کی علمبردار بن

گرتے رہے، فتوؤں کی شکل میں، اپنے اخباروں کے ذریعے تحریک پاکستان کے خلاف لکھتے رہے، اپنی تقریروں میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ پاکستان نہ بن سکے، ثبوت یہ اس جارسید کہ یہ کانگریسی مولوی تہ حضرت قائد اعظم کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں تھے" (۲۰۱)

اسی لئے قائد اعظم بیٹھنے نے یہ ہدایت فرمائی کہ مسلم لیگ کا کوئی آدمی دہلی میں ہونے والی جمعیت العلماء کانگریس کے ساتھ کسی قسم کا سروکار نہ رکھے کیونکہ اس جمعیت کی کاروائیاں مسلم لیگ کے مفاد کے خلاف ہیں بلکہ مسلم لیگ کو تباہ کرنے کی غرض سے اختیار کی جاری ہیں" (۲۰۲)

جمعیت اور کانگریس

مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے مولوی محمد اسعد نے ایک تقریر میں دعویٰ کیا ہے کہ "کانگریس ملک کی ایک نوڈی جماعت تھی جس کا کام کانگریسوں کی خوشامد کرنا تھا۔۔۔ اس جماعت پر قبضہ کیا گیا، نوڈی لوگوں کو نکالا گیا اور انقلابی بنایا گیا۔ پھر برسا برسن تک ہندوستان میں ایک جماعت ہے "جمعیت علماء ہند" کبھی آپ نے نام سنا ہوگا، اس کے دفتر میں تباویز مرتب ہوتی تھیں، سودے لکھے جاتے تھے اور اس کے دفتر سے ڈاکٹر انصاری مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم ان مسودوں کو لے کر جاتے تھے اور یا کر کانگریس کے اجلاس میں ان کو منظور کرواتے تھے" (۲۰۳)

ایک اور دعویٰ پروفیسر محمد انوار الحسن نے کیا ہے: "جمعیت علماء کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے بعد اسلامی حکومتوں کو ہندوستان پر قبضہ دلانے کی کوشش کرنی چاہیے" (۲۰۴)

حالانکہ ان دونوں دعویوں کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، اصل بات یہ ہے کہ جمعیت العلماء ہند مسلم لیگ کی مخالف اور ہندو کانگریس کی حلیف تھی، سید مذہب نیازی

(۲۱۰) (مختصر شیعہ)

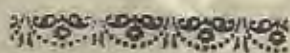
دیتے تو اس سے سارے علماء کی بدنامی ہوتی تھی، اس سلسلہ میں مفتی کفایت اللہ صاحب کے ایک فتویٰ پر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا دلچسپ تبصرہ ہدیہ قارئین ہے، مفتی صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ ابوالاعلیٰ مودودی چونکہ کسی امام کے قائل نہیں، اس لئے ان کا اتباع شرعاً ناجائز ہے۔ مودودی صاحب نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا: ”میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت اللہ صاحب سے یہ سوال کیا تھا، انہوں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہی مولانا کفایت اللہ صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع قرار ہے ہیں اور آج بھی انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس کے حق میں ووٹ دینا چاہیے، کیا کانگریس کسی امام کی قائل ہے؟ بلکہ کیا کانگریس خدا اور رسول کو بھی مانتی ہے؟ پھر جو عالم دین کانگریس کے معاملہ میں تو اماموں کو مانتے یا نہ مانتے کا لحاظ نہ کرے مگر جماعت اسلامی کے معاملہ میں اسے امام یاد آئے لگیں، کیا وہ اس قائل بھی ہے کہ اس کے فتویٰ کا لحاظ کیا جائے؟“ (۲۱۳)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جمعیت العلماء ہند کسی کے بعد اسلامی ممالک کو ہندوستان پر قبضہ دلانے کی کوشش نہ کرے، تو اس کی تردید تقسیم ہند کے بعد خود ان کے اصرار کے اختیار کردہ لائحہ عمل سے ہوتی ہے، مولوی افسانہ علی ندوی لکھتے ہیں: ”جب ہندوستان آزاد ہو گیا، اس وقت میں حکومت خود اختیاری قائم ہوئی تو وہ (مولوی احمد دیوبندی) اپنے اصلی کام (درس و تدریس اور تالیفات) میں ایسے معروف اور سیاسی جدوجہد کے میدان سے ایسے کنارہ کش ہو گئے جیسے ان کا کام ختم ہو چکا“ (۲۱۱)

مولوی محمد اسد نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ”ہم آزادی کے بعد سیاسی تک و دو کو اپنے جماعتی مقصد میں سے نکال دیا، پارلیمنٹری پالیسی کو چھوڑ دیا۔۔۔ اور صرف علمی، لٹری، علمی خدمتوں میں مشغول ہو گئے“ (۲۱۲)

سنی بریلوی علماء کی علیحدگی کے بعد جمعیت العلماء کے وجود کا جواز نہیں رہا تھا، اس لئے کہ جس طرح ان کے بزرگ علماء کرام نے اپنی جمعیت کو مسلم لیگ میں ضم کر دیا تھا، اسی طرح کانگریس مولویوں کو بھی اسے کانگریس میں ضم کر دینا چاہیے تھا

یہ حضرات جب گاندھی اور نہرو کی اتباع کے فتوے



59

علامہ اقبال روڈ
گڑھی شاہو لاہور

فون: ۶۳۶۶۱۷۷

سستی

اور

معیاری

ادویات

کامریکز

رضا

طالسن کھلمنی

اہلسنت وجماعت کے ترجمان اور فکرِ رضا کے امین

ماہنامہ کنز الایمان کے ”تحریکِ خلافت و ترکِ موالات نمبر“
کے تاریخیے اشاعت کے بعد

”کنز الایمان“
ماہنامہ

تحریکِ پاکستان

کی بی مثال اشاعت پر چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر رضویؒ اور
کنز الایمان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

امپریل ایجنسیز

۱۰۔ فیروز سٹریٹ بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، فون:- ۵۶۶۵-۲

ایک قومی نظریہ

کرنے والے صراطِ مستقیم پر گامزن تھے۔
آئیے دیکھتے ہیں کہ ایک قومی نظریہ کی وکالت کرنے والے
قوم پرست مولوی لیڈر اور ہندو رہنماؤں کا موقف کیا تھا۔

پہلے ہندوستانی پھر کچھ اور

مولوی عبید اللہ سندھی آخر دم تک اپنا نظریہ ان
الفاظ میں دہراتے رہے، جس کے راوی آج بھی موجود ہیں
کہ: ”میں سندھی پہلے ہوں اور مسلمان بعد میں“ (۲۱۳)
حکیم محمد حسین بدر مرحوم کے اس بیان سے بھی اس کی
تصدیق ہوتی ہے

”مولانا عبید اللہ سندھی سے جامعہ ملیہ میں ملاقات
ہوئی، مولانا صاحب نے نئے نئے روس سے واپس آئے تھے اور
طلبہ کو متحدہ قومیت اور سوشلزم پر پیکچر دے رہے تھے اور
کہتے تھے کہ میری ان تعلیمات سے نہ ہندو ہندو اور نہ
مسلمان، مسلمان رہے گا اور دونوں خدا سے بھی دور نہ
ہوں گے بلکہ ہندو اور مسلمان کبیر شکر بن کر رہیں گے
(۲۱۵)“

جناب الہی بخش صاحب وزیر مالیات سندھ نے فرمایا
”اگرچہ میں مسلمان ہوں لیکن میں آپ پر واضح کرنا چاہتا
ہوں کہ میں کرسی وزارت پر بیٹھتا ہوں تو میں نہ مسلمان
ہوتا ہوں نہ ہندو“ میں اس وقت خدا کا نمائندہ ہوتا ہوں
اور ہر ایک سے انصاف کرتا ہوں“ (۲۱۶)

مرکزی اسمبلی میں ایک سوال اٹھا کہ محکمہ ریلوے کی
ملازمتوں میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے، مسئلہ
میتامورتی نے بتایا کہ کانگریس پارٹی ایسے معاملات میں ریلوے
غیر جانبدار رہنا چاہتی ہے، فرمایا کہ: ”میں چاہتا ہوں کہ یہ

نظر نہ لگے کہ ہندوستان میں رہنے
والے ایک ہندوستانی قوم ہیں، مذہب سے عقیدت و
محبت ہے لیکن وطن کے مقابلے میں اس کی حیثیت
کمتر ہے، اس لئے کہ مذہب ایک فنی معاملہ ہے
اس سے کوئی تعلق نہیں، تمام ہندوستانیوں کو
ایک شکر، دشمن، انگریز کو یہاں سے نکال کر جمہوری
حکومت کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے، اگرچہ ظاہریہ
نظر سے ضرر معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر انہیں درست
نظر سے دیکھا جائے تو مسلمان کھائے میں رہتے ہیں، اس لئے
کہ ان کے نزدیک پیلا نمبر مذہب کو حاصل ہے، مذہب
میں خلعتیں بھی مل جائیں تو اسلامی نقطہ نظر کے
مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ
جو قوم موجود تمام ملک کو مسلمان آپس میں بھائی بھائی
ہو جائے، مذہب کا آدمی جب اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ
مذہب کا ایک معزز رکن بن جاتا ہے بالفاظ دیگر
مذہب دو قومیں ہیں ایک مسلمان اور دوسری تمام غیر

مسلمانوں میں شک نہیں کہ انگریز تمام ہندوستانیوں کے
مقابلے میں انہوں نے بڑور قوت اس ملک پر غاصبانہ قبضہ کیا
تو اس سے نکالنا ضروری تھا، یہ فرض تمام ہندو
نظر سے اس مفقود کے لئے ہندوؤں نے جو لائحہ
عمل بنایا اس کے صحیح یا غلط ہونے کا تعین کرتے وقت
مذہب پر مبنی، بعض مسلمانوں کی سوچ یہ تھی کہ
مذہب قبول کرنے میں شرعی لحاظ سے کوئی قباحت
نہیں تھی، لیکن یہ تھا کہ یہ نظریہ برحق تسلیم کرنا
ہو گا کہ مسلمانوں کے حقوق قرآن و سنت سے
میں آتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ہندوؤں کے نقطہ نظر کو
میں نے ٹھوکر کھائی اور دو قومی نظریہ کا پرچار

ایوان اپنے اندر قومیت کا جذبہ پیدا کرے جس سے منہمک یہ ہے کہ وہ اول و آخر ہندوستانی ہوں اور یہ اس وقت ہو سکے گا کہ جب ہندو آہستہ آہستہ اس بات کو بھول جائیں کہ وہ ہندو ہیں اور مسلمان بھول جائیں کہ وہ مسلمان ہیں" (۲۱۷)

ہندوستان سے تعلق

مولوی حسین احمد دیوبندی نے ایک تقریر میں کہا "بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی باشندوں ایسا (ہندو مسلم) اتحاد محض غرض پر مبنی ہو سکتا ہے" لے اس کو کوئی دیر پائی اور دوام حاصل نہیں ہو سکتا۔ خیال بالکل غلط ہے، چونکہ یہ اتفاق ہندوستان ہندوستانیوں کے مفاد اور مصالح کی غرض اور ان کے اور سیاسی حقوق کی محافظت کے سبب سے ہے تو وہ کسی مدت تک محدود نہیں ہو سکتا بلکہ جب تک ہندوستان اور کے باشندے روئے زمین پر موجود ہیں اور جب تک ان کی مذہبی اور انسانی و ملکی حقوق کی بقاء ہے، جب تک یہ اور اشتراک ضروری ہوگا" (۲۲۰)

مولوی عید اللہ سندھی اپنے ایک خط بنام ڈاکٹر چوہدری رام پریشاد کاٹگریس کمیٹی سندھ میں لکھتے ہیں:

"جب سے ترکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جزو کیا، اس کامیابی نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے، اسی طرح میرا فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے ہندوستانی مسلمانوں کے اسلام کو پیش کش کا جزو بنانا چاہیے، میری تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً اونٹنی طبقہ کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں، ان کی قدرتی وطن اور ملک ہند کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا، جو بزرگ باہر سے آئے مگر ہمیں کے ہورے وہ بھی ہمارے طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہ پائیں گے، انہیں بھی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہیے۔ اس کے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی شروع کی، اس کو کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے تاکہ ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے"

پڑت دن موہن مالوی نے آزادی حاصل کرنے کا نسخہ یہ بتایا کہ: "ہم اگر آج سے اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی بعد میں ہندو یا مسلمان سمجھیں تو فوراً سوراج حاصل کر سکتے ہیں" (۲۱۸)

قوم پرست مولوی اور رہنما حضرات کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے مایوس ہو چکے تھے جبکہ ہندو رہنما صرف اپنے ہم مذہبوں کے مفادات کا تحفظ چاہتے تھے، مسلمانوں کو ملازمتوں میں جائزہ حصہ دینے کے مطالبے کو ایک قوی نظریہ کی نشوونما کے لئے نقصان دہ قرار دیکر رد کر دیا گیا، جہاں تک اپنے آپ کو پہلے ہندوستانی اور پھر کچھ اور سمجھنے کا سوال ہے تو یہ فلسفہ بھی ہندوؤں کی جانب اس لئے پیش کیا گیا تھا کہ مسلمان اسلام کو خیر یاد کر دیں ورنہ عملی طور پر مشرکین ہند اس کے قائل نہیں تھے، وہ اپنے مذہب کو اولیت دیتے تھے، پڑت دن موہن مالوی کا بیان ہم اوپر نقل کر چکے ہیں لیکن خود ان کا اپنا عمل کیا تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے جو قائد اعظم محمد علی جناح نے کشمیری لیڈر شیخ عبداللہ سے بیان کیا اور جس کے راوی خود شیخ صاحب ہیں۔ قائد اعظم نے فرمایا: "ایک بار وہ بھی میں اپنی بیوی کے ساتھ میز پر دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ پڑت دن موہن مالوی کہیں سے آئے۔ میں نے انہیں اپنے ساتھ ہی کھانا کھانے کی دعوت دی، وہ بولے میں مذہبی وجوہ کے باعث ایک ہی میز پر تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتا۔ جب میں نے کہا کہ آپ ساتھ والی میز پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمائیں تو بولے: یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ مشرک قائلین بھیجی ہوئی ہے اور اس کے ذریعے سے چھوٹ آسکتی ہے، بھیجی میں چھوٹ چھات کا بہت قائل ہوں، تب میں نے میرے کو بلوا کر قائلین بلوا دیا اور

ہیں ہر وہ شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہو، جس کے آباء و اجداد یہاں کے باشندے تھے اور اس ملک سے محبت رکھتے تھے اور جس کے مذہبی راجنما اس ملک کے رہنے والے تھے (۲۲۳)۔

ایک اور موقع پر کہا "ہر وہ شخص جو اس بھارت بھوی کو یعنی اس سرزمین کو جو دریائے سندھ سے سندروں تک پھیلی ہوئی ہے، اپنی مادر وطن اور مقدس سرزمین کو اپنے مذہب کا سرچشمہ اور اپنے ایمان کا گوارہ سمجھتا ہے" وہ ہندو ہے (۲۲۵)۔

پنڈت جواہر لال نہرو کے خیال میں: "ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جس کا نام ہندوستانی ہے اور تمام لوگوں کی نمائندگی کا مستحق رکھتی ہے" (۲۲۶)۔

ایک دینی دارالعلوم کا افتتاح کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے فرمایا "اس وقت اسلام خطرے میں ہے۔۔۔ میں اساتذہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے شاگردوں کو ایسی تعلیم دیں جو انہیں سچا مسلمان اور سچا ہندوستانی بنادے" (۲۲۷)۔

اسلام کو اس خطرہ سے بچانے کے لئے ڈاکٹر فخر داس کی تجویز مسٹر گاندھی کے مشورہ بلکہ ہدایت سے بھی زیادہ نقصان دہ تھی، ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا: "سب سے اہم سوال جو ملک کے سامنے درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے، ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں، اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دیدیں"۔

"اس مابوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم ستوں کو ایک ہی امید کی شمع دکھائی دیتی ہے اور وہ احمدیوں کی تحریک ہے، جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے، وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب ہند اور قوم پرست بن جائیں گے" (۲۲۸)۔

ڈاکٹر سید محمود سابق سیکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی برائے حکومت صوبہ بہار کے وزیر کا ایک مضمون رسالہ "ہندوستان" اکتوبر ۱۹۳۶ء میں چھپا تھا، اس میں انہوں نے ہندو قومیت کی ترقی کے لئے ہندوستان میں مذہب کا ہونا چاہئے جس قسم کا دین اکبر نے ایجاد کیا تھا۔ اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "بعض نے اپنے ہندو قومیت سے بھروسہ کر کے ہندوستان میں متحدہ قومیت کی تشکیل کے پیش نظر ایک ایسے جدید مذہبی نظام کی نشوونما دی ہے جو ہندوستان میں سب کے مناسب حال ہو، یہ ان کے معمولی خدمات نہیں کی جاسکتیں" (۲۲۹)۔

ان کے لئے والے نظام حکومت کے ماتحت اس نئے دین کے لئے ہندو قومیت کے لئے والوں کا نام کیا ہوگا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: "لفظ ہندی کو زبان کے لئے نہیں بلکہ اہل ہند کے لئے اختیار کرنا چاہیے، دنیا بھر میں صرف ہمارا ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف لوگ مذاہب سے مل کر ملتے ہیں، صرف اس کا اظہار ہی ہماری دماغی طاقت کا آئینہ دار بن جاتا ہے اور ہمارے متعلق یہ ثابت ہے کہ ہم اس براعظم کی علیحدہ علیحدہ مذہبی اقوام ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب ایک مشترک نام اختیار کر لیں" (۲۳۰)۔

اصل قوم پرست مولوی اور رہنما اسلام کی نہیں ہندو لیڈروں کی ترغیبی فرماتے تھے ورنہ ان کے اسلامی احکامات سے مطابقت رکھتے، درج بالا کے تجویز کیا جائے تو معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا بھی آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ کتاب و سنت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، موازنہ کے لئے ہم بعض ہندو لیڈروں کے بیانات بھی درج کرتے ہیں، جن کے ایک گوردوارہ میں ہندوؤں اور سکھوں کے مشترک تقریر کرتے ہوئے مسٹر سادو کر، صدر ہندو ماساجا

"لفظ ہندو سے عبارت ہے ہر وہ شخص جو ہندوستان کی نسل اور روایات وغیرہ اور ہندو کے معنی

سرور برسر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد ﷺ است

مولانا (عبداللہ) سندھی واپس وطن آکر سب سے زیادہ مسلم لیگ کے لیڈروں کے اس دعویٰ کی مخالفت کرتے رہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں اسلامی ملت ضرور ہے لیکن اس مسلم قومیت کا نہ یہاں اور نہ باہر کی اسلامی دنیا میں کوئی وجود ہے۔ یہاں سندھی قوم ہے، پنجابی قوم ہے، بلوچی قوم ہے اور پشتون قوم ہے اور یہ اور ہندوستان کی دوسری بہت سی قومیں اس برہمن میں برآمد کی شریک ہیں اور سب مل کر ایک وفاقی یا مافوق وفاقی یا بین الاقوامی وحدت بنتی ہیں (۲۳۱)۔

یہی نظریہ ابوالکلام آزاد کا تھا: ”مسٹر جناح کا یہ نظریہ کہ ہندوستان میں (ہندو اور مسلمان) دو جداگانہ اقوام ہیں، غلط فہمی پر مبنی ہے، میں اس باب میں ان سے متفق نہیں ہوں۔“ (۲۳۲)۔

انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر مسٹر اچاریہ کرپانی نے کانگریس کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے واشکاف الفاظ میں کہا کہ ”یہ خیال غیر تاریخی، غیر قانونی، غیر حقیقی اور غیر طبعی ہے کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ہندو اور مسلمانوں میں لباس کے سوا کوئی فرق نہیں“ (۲۳۳)۔

مسٹر گاندھی نے اپنا نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کیا: ”میں اس بیان کو تسلیم کرنے سے بھی قاصر ہوں کہ ہندوستانی مسلمان ہند کے باشندوں سے الگ اور منفرد ایک قوم ہیں“ (۲۳۴)۔

ہندوؤں سے مل کر کام کریں

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں: ”مولانا آزاد اپنے ابتدائی ایام سے ہی یعنی سیاست میں حصہ لینے کے تہذیب سے کانگریس کی طرف مائل تھے اور مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم کو پسند نہ کرتے تھے، یہی نہیں بلکہ وہ مسلم یونیورسٹی

آزاد مذہب کو نیکر مٹا دینے کو ہی ترجیح دیتے تھے لیکن دین الہی کے وہ بھی مدافع تھے“ فرماتے ہیں: ”ہندوستان میں اسلام ایک غلط طریق پر آیا، بایں ہمہ ان ہر دو متضاد تہذیبات زندگی (اسلام اور ہندومت) میں احتزاج پیدا کرنے کے لئے ایک کو دوسرے میں جذب کرنے کا عمل شروع ہو گیا، یہ سلسلہ گرونانک اور بھکت کبیر جیسی شخصیتوں اور اکبر جیسے بادشاہ کی کوششوں سے کافی ترقی کر گیا، اکبر نے اس باہمی احتزاج کے لئے خاص طور پر کوشش کی، ہر چند وہ اس باب میں اپنی توقعات کے مطابق کامیاب نہ ہو سکا لیکن اس سلسلہ میں تقدم کا سہرا اس کے سر ہے، اس کے بعد یہ کوششیں ماند پڑ گئیں لیکن یہ سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا، رفتہ رفتہ آگے ضرور بڑھتا رہا لیکن قبل اس کے کہ یہ منزل مقصود تک پہنچ جائے، ایک بیرونی طاقت ہندوستان میں آگئی“ (۲۳۵)۔

پنڈت جی نے ایک دلچسپ بات اپنے ایک رازدار دوست سے یہ بھی کہی تھی کہ: ”اگر مولانا ابوالکلام کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا جائے تو وہ اکبر اعظم کی طرح ہر قوم میں مقبول ہوں گے سوائے ان کے جو ان کی بادشاہی کو اپنے لئے نقصان دہ سمجھیں“ (۲۳۶)۔

اسلامی قومیت کا انکار

پروفیسر محمد سرور رقطراز ہیں

”مسلم لیگ کے لیڈروں کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ایک قوم ہیں اور یہ دس کروڑ کی ہندوستانی مسلمان قوم چالیس کروڑ یا ساٹھ کروڑ دنیا کی کل مسلمان قوم کا ایک جزو ہے، علامہ اقبال تمام عمر اسی پیام کی اشاعت کرتے رہے اور مخصوص وطن سے قوم کو منسوب کرنے والوں کو انہوں نے بیش برا بھلا کہا، یہاں تک کہ مولانا (حسین احمد) مدنی کے متعلق انہوں نے زندگی سے آخری ایام میں یہ تک کہہ دیا:

تجدید قومیت کا سانچہ ڈھال دیا ہے، ایسے سانچے بنائے نہیں جاسکتے، وہ قدرت کے مقرر ہاتھوں سے صدیوں میں خود بخود بنا کرتے ہیں، اب یہ سانچہ ڈھل چکا اور قسمت کی مہر اس پر لگ چکی، ہم پسند کریں یا نہ کریں مگر اب ہم ایک ہندوستانی قوم اور ناقابل تقسیم ہندوستانی قوم بن چکے ہیں، علیحدگی کا کوئی بنیادی تخیل ہمارے اس ایک ہونے کو دو نہیں بنا سکتا، ہمیں قدرت کے فیصلے پر رضا مند ہونا چاہیے اور اپنی قسمت کی تعمیر میں لگ جانا چاہیے" (۲۳۸)

کانگریس کے بے اختیار صدر جناب ابوالکلام آزاد کی یہ تقریر اس سے قبل ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء کے پڈت جواہر لال نہرو کے اس بیان کی تعمیر ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا: "عجب ہے کہ ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں جو مسلمانوں کو ایک الگ گروہ تصور کر کے ہندوؤں سے سمجھوتہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں،" یہ انداز فکر قرون وسطیٰ میں رائج ہو تو ہو، موجودہ زمانہ میں اسے کوئی نہیں پوچھتا، آج کل ہر چیز اقتصادی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا ہے جہاں تک افلاس، بے کاری اور قومی آزادی کا سوال ہے، ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور مسیحیوں میں کوئی فرق نہیں ہے، بچوں کے فرق پرست لیڈر ہر وقت جیسے، بخرے اور ہزارے کی باتیں کرتے رہتے ہیں" (۲۳۹)

ابوالکلام آزاد نے فرمایا، جب کبھی ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح و مفاہمت کے آثار نمودار ہوتے ہیں، مسٹر جناح کا ہاتھ اس دروازہ کو بند کر دیتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کوئی صلح تھی جسے مسٹر جناح کی اس تجویز (یوم نجات منانے کی اپیل) نے روک دیا، مصالحت سے مترضین کی مراد یہ ہے کہ پڈت جواہر لال مسٹر جناح کے ساتھ اس موضوع (فرقہ وارانہ مسائل) پر گفتگو کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اس تجویز سے وہ تیاری رک گئی، لیکن سننے خود پڈت جی اس باب میں کیا فرماتے ہیں، انہوں نے ۱۳ دسمبر (۱۹۳۹ء) کو بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فرقہ وارانہ مسائل سے مراد مساجد کے سامنے پانچ بجانا اور ذبیحہ گاؤں وغیرہ ہیں لیکن اس ملک میں

گذشتہ دو سال سے فرقہ وارانہ مسائل سے تو کچھ اور منہموم لیا جاتے لگا ہے اور انہیں بڑی سیاسی اہمیت ہو گئی ہے، مثلاً وزارتوں میں مسلم لیگ کی نمائندگی یا وزارتوں (GOALITION MINISTRIES) کی تشکیل، ہندو معاملات کو فرقہ وارانہ مسائل سے کیا واسطہ؟ آپ ملاحظہ فرمایا کہ پڈت جی کے نزدیک فرقہ وارانہ مسائل ہیں اور سیاسی مسائل اور، دہلی میں سیاسی مسائل پر ہوئی تو مقتدر کانگریسی حضرات نے اس امر کا اعلان کیا چونکہ مسٹر جناح کی اولین شرط یہ تھی کہ لیگ کو مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کیا جائے اور یہ شرط کانگریس منظور نہ تھی لہذا گفتگوئے مصالحت پروان نہ چڑھ سکی حصہ تو ہمیں ختم ہو گیا، اس کے بعد پڈت جی مسٹر جناح کے ساتھ کن معاملات کے متعلق گفت و شنید کرنے جانا تھے، اس کے متعلق وہ خود اپنی محولہ صدر تقریر میں ہیں: "دہلی میں جب مسٹر جناح سے سیاسی معاملات کے گفت و شنید کر رہا تھا، تو میں نے ان سے کہا کہ میں بات کے لئے بھی تیار ہوں کہ کسی آئندہ تاریخ پر وارانہ مسائل کے متعلق بھی آپ سے گفتگو کروں" (۲۴۰) مرکزی اسمبلی کے ممبر اور کانگریس کے مشور لیڈر امین نے اپنی تقریر میں کہا "آریہ سماج نے ہندو قوم کو خدمات سر انجام دی ہیں وہ ایسی مشہور و معروف ہیں اس خطبہ میں ان کا ذکر کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا، ہندو ایک قوم ہیں، اب مسلمانوں کے متعلق سنئے، فرماتے ہیں: "مسلمانوں کی طرف سے اب یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ وہ صرف اسلام کے پیرو اور ہندوستان کے شہری ہی نہیں ایک قوم ہیں" (۲۴۱)

دستبردار نہیں ہو سکتا

انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس دہلی ستمبر ۱۹۳۳ء خطاب کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا: "آج اگر

واقع اور مفید تر ہندو مسلم اتحاد یعنی ہندوستانی آبادی کا اشتراک عمل ہے" (۲۳۵)

"مولانا شبلی کا عقیدہ تھا اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے اور انہوں نے کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد اور متفق ہو کر اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرتے چائیں۔ مولانا شبلی نے مسلم سیاست کے متعلق اپنے مسلسل مضامین بنام "مسلمانوں کی سیاسی کروٹ" لکھے، ان مضامین میں مولانا نے مسلم لیگ کی تنقید کی پر بھی تنقید کی" (۲۳۶)

پنڈت جواہر لال نہرو بھی یہی اپیل کرتے رہے کہ "ہندوستان میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک متحدہ قوم پیدا ہو" (۲۳۷)

ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت کا احساس انگریزوں کو بھی تھا، اس لئے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے ابھر کر ان کے لئے درد سر بنیں

ان کی بدلیوں سے اتر آئے اور دہلی کے قلعہ جٹار سے ہو کر یہ اعلان کرتے کہ سوراج چوہیں گھنے کے لئے مل سکتا ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے ہو جائے تو میں سوراج سے دستبردار ہو جاؤں گا مگر سے دستبردار نہ ہوں گا کیونکہ اگر سوراج کے لئے میں سے تو یہ ہندوستان کا نقصان ہو گا لیکن اگر ہمارا اتحاد قائم رہے تو یہ عالم انسانیت کا نقصان ہو گا" (۲۳۲)

ایک اور موقع پر فرمایا: "میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، ہندوستان کی ایک ناقابل متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں، میں اس متحدہ قومیت کا ایک اہم عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا پیکل برباد ہو جاتا ہے، میں اس کی تکوین (بنائیت) کا ایک عامل FACTOR ہوں، میں اپنے اس دعوے سے بھی دستبردار نہیں ہو سکتا" (۲۳۳)

اتحاد ضروری ہے

مولانا محمد حسن نے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو بات فرمائی دیا تھا، اس سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ حق تعالیٰ شائے نے آپ کے ہم وطنوں اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہندو) کو کسی طرح سے آپ کے ایسے (بھائی) خلافت کی راہ پر لے کر پاکستان کے حصول میں موید بنادیا ہے اور ان دونوں قوموں کے اتفاق و اتحاد کو بہت ہی مفید اور نفع بخش ہے اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو اس کے لئے فریقین کے عداوت نے کی ہے اور ہے ہیں، اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے

مولانا حسین احمد دیوبندی نے ۲۹ دسمبر ۱۹۴۳ء کو "پنجریک" میں کہا: "ہندوستان کی آزادی کے لئے جن کی ضرورت ہے، ان میں سب سے زیادہ اہم اور

فائن پینٹس



بہترین گورنگ، لازوال چمک، موسمی اشرا ت سے محفوظ

بلال پینٹ انڈسٹری لاہور

بارے میں یہی خیال تھا" (۲۵۰)

ابوالکلام آزاد جو پنڈت جواہر لال نہرو کے دوست تھے (۲۵۱)

----- ایک جانب تو اسلام سے اس قدر ہو چکے تھے کہ اسے ایک چلا ہوا کارٹوس سمجھتے تھے کانگریس میں شمولیت کے بعد لاہور کی ایک نشست میں آزاد اور علامہ اقبال کے درمیان اسلامیان ہند کے مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی کہ دوران گفتگو مولانا آزاد ایک ایسا جملہ کہا کہ جو حضرت علامہ کی طبع پر بے حد گزرا، ایک ممتاز عالم دین سے یہ سن کر علامہ نے بقول سید نذیر نیازی (مرحوم) علامہ نے بعد میں ان سے کہ میری طبیعت اتنی مشتعل ہوئی کہ جی چاہا کہ اس امام (۲۵۲)

کو وہ سناؤں کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے، اس نے ازیت ناک الفاظ کہے تھے: "ڈاکٹر صاحب، آپ اسلام کی بات کرتے ہیں؟ (ISLAM IS A SPENT FORCE) یہ ایک چلا ہوا کارٹوس ہے" (۲۵۳)

تو دوسری جانب ہندو مذہب سے اس قدر مرعوب کہ اسلام سے بھی زیادہ اسے توحید کے قریب سمجھتے تھے آزاد صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا: "ہندو مذہب پرانا دماغ اور نقش جو ہمارے سامنے آتا ہے، اس میں زیادہ وسعتیں تھیں اور جہاں تک میرا مطالعہ ہے، دنیا تمام مذاہب میں نظریہ توحید کو جس مذہب نے سب سے قریب سے دیکھا ہے وہ ہندو مذہب ہے، میرے پاس اس بات سے تاریخی شواہد و نظائر موجود ہیں" (۲۵۴)

ایک ابوالکلام آزاد نہیں بلکہ دوسرے قوم پرست مولویوں کے دلوں میں بھی ہندوؤں اور ہندو مذہب کے نرم گوشے موجود تھے جس کی وجہ سے وہ اسلامی نظریہ توحید کے باوجود متحدہ قومیت کے برحق ہونے کا پرچار آتے تھے، اسی سلسلہ میں مولوی عبید اللہ سندھی کے الفاظ نظریات ملاحظہ فرمائیں

جائیں، دوسری وجہ یہ تھی کہ متحدہ قومیت کے موجد چونکہ انگریز تھے، اس لئے وہ اپنے اس باطل اور غیر شرعی نظریہ کو مقبول بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے، اس وقت کے نیشنلسٹ مولوی اگرچہ بار بار یہ وضاحت فرماتے تھے کہ متحدہ قومیت سے ان کی مراد وہ نہیں جو مخالفین بتاتے تھے اور کتاب و سنت کے علاوہ عربی لغت کی بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیکر اپنا نقطہ نظر اسلام کے عین مطابق قرار دیتے تھے لیکن عملاً ان کے رویہ سے انگریزی طرز کی متحدہ قومیت کو فروغ ملا، جس کے شواہد آج بھی موجود ہیں

مذہب اور قومیت

مولوی حسین احمد دیوبندی نے ایک تقریر میں کہا "آیت (دشمنان اسلام کے لئے جس قدر بھی قوت اور سواریاں گھوڑوں وغیرہ کی ہو سکیں، تیار کرلو تاکہ اس کے ذریعہ سے تم خدا کے اور اسچھ دشمنوں کو ڈراتے رہو، سورہ انفال) صاف بتا رہی ہے کہ مسلمانان اہل ہند کے لئے یہ (ہندو مسلم) اتحاد ضروری ہے کیونکہ وہ قوت جس کے ذریعے سے ہم دشمن کو ڈرا سکتے ہیں اور اس کے پتھر پیلے دل و دماغ کو بکھٹا سکتے ہیں، وہ اہل ہند کے لئے ظاہری حیثیت سے اتحاد ہند، مسلم اور صرف اتحاد ہندو مسلم ہے" (۲۵۸)

----- اس لئے یہ اتحاد مذہبی حیثیت سے قطعاً جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہوگا (۲۵۹)

پروفیسر محمد سرور، مولوی عبید اللہ سندھی کے متعلق لکھتے ہیں کہ "وہ اس کے قائل نہ رہے تھے کہ اگر ایک شخص اپنا مذہب بدلے تو وہ اپنے پہلے معاشرے سے بالکل قطع تعلق کر کے دوسرے مذہب سے معاشرے میں آجائے۔۔۔ راقم الحروف نے بتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی اس

جائے (لیکن یہ یاد رہے کہ)

(۳) مذہبی مراسم کو نیشنل تحریک کا جزو بنانا "خواہ کسی نیک نیتی سے ہو" ملک کو چاہی سے نجات نہیں دے گا اس کے بعد آپ نے اس پروگرام کی وضاحت کی ہے جسے وہ تحریک انقلاب کی تمہید کے طور پر نمونہ سندھ میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں مثلاً

(۱) سندھی زبان (جو آج کل عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے) کو رومن رسم الخط میں لکھا جائے۔

(۲) مسلمان گھنٹوں سے نیچے تک کی نیکر اور ہیٹ پہنیں اور شگے سر نماز پڑھ لیا کریں۔

(۳) نماز پوٹ سمیت پڑھ لی جایا کرے۔" (۲۵۷)

مولوی حسین احمد دیوبندی مسلمانوں اور ہندوؤں کے ایک ہونے کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "اگرچہ انگریز وہ معاملہ چھوٹ چھات کا نہیں کرتے مگر اسلام کے بدترین

اور اعلیٰ ترین دشمن ہیں، بخلاف ہندو، یہ ہمارے پڑوسی ہیں اور پڑوسی اگرچہ کافر ہو پڑوسی پر حق رکھتا ہے۔ کمادونی الحدیث، ان کے ساتھ ہمارا خون ملا ہوا ہے، رشتہ اور قربت داری ہے یا آباء کے ساتھ یا جدات کے ذریعے سے" (۲۵۸)

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ہندو لیڈروں کے خیالات کیا تھے، مسٹر کے۔ ایم۔ فنی ہوم فشر حکومت بمبئی نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں فرمایا "جس قدر رجحانات مذہب یا زبان یا ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل کی بناء پر قومیت پرستی کے خلاف پیدا ہوتے ہیں، کانگریس ان رجحانات کی مخالفت میں ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے، من حیث القوم ہماری کمزوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے ایک واحد پیدا کر دیا گیا ہے کہ مذہب یا زبان کا رشتہ قومیت کے رشتہ کی جگہ وجہ جامعیت ہو سکتا ہے، یہ ایک بڑا ملک دعو کا ہے، یاد رکھئے مذہب یا زبان کا رشتہ ہمیشہ قومیت کے بلند ترین رشتہ کے ماتحت رہتا چاہیے، یہ تصویریں ہندوستان کو محکم اور آراہنہ بنائے گا" (۲۵۹)

لوگ موجودہ سامراج (انگریز) کے خلاف ہمارے لئے لڑ رہے ہوں گے، خواہ وہ ہمارے ہم مذہب نہ ہوں، ہم انہیں اپنا ساتھی سمجھیں گے اور ان کے لئے کسی کفر کی اصطلاح نہیں برتنیں گے، جو سامراج کے دشمن کے، خواہ وہ ہمارے ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوں، مسلمان کہنے کو تیار نہ ہوں گے" (۲۵۵)

"میں عام طور پر یہ بات کہتا نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے آلفیڈ (الہ کی جمع) یعنی دیوتا ہمارے ملائکہ خدا ہندوؤں کے نزدیک اللہ الالہہ ان دیوتاؤں کا ہے، ہم نے غلطی سے ان کے دیوتاؤں کو خدا سمجھ لیا ہے، اس طرح ان کے مذہب کو صحیح طور پر نہ سمجھ سکے، اصل تعبیرات اللہ الگ ہیں، اصل حقیقت ایک ہے ان میں بھی خدا سب سے ماوراء ہے" (۲۵۶)

"آپ (مولوی عبید اللہ سندھی) کی تجویز یہ ہے کہ مسلمان ہند کو وہ شعبوں میں تقسیم کر دیا جائے، ان میں سے ایک شعبہ کے متعلق فرماتے ہیں: جمعیت العلماء ہندوستان کے سربراہ کشن کو اسلامی فلاسفی کا محافظ ہونا چاہیے، یہ فلاسفی دراصل ہندو فلاسفی ہے جسے مسلم مسلمانے کرام نے ہندوستان میں پھیل کے درج تک پہنچا دیا ہے، مولانا صاحب جامعہ مدنیہ میں اسی قسم کے "اسلامی فلسفہ" کا ایک مدرسہ کھولنا چاہتے ہیں، جمال کے فارغ التحصیل مسلم نیشنلسٹ: "ہندو فلاسفروں سے متحد خیال ہو کر یورپین انقلاب معاشی میں ہندوستان کو بہت کے لئے جائیں گے، یعنی اسلام کا نہ کوئی اپنا فلسفہ زندگی نہ معاشی نظام، فلسفہ میں ہندوؤں سے متحد الحیال بنانا چاہیے اور نظام معاشی کے لئے یورپ کی تقلید کرنی چاہیے، اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے آپ آتے ہیں

جمعیت العلماء کا وہ کشن جو حکمت و فلسفہ کے لئے خاص تھا، میں اس کے ہر ممبر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ انڈین کانگریس کا ممبر ہو جائے (اور)

انڈین نیشنل کانگریس کو تمام سیاست ہند کا مرکز بنا دیا

☆ عملی زندگی میں ہم دونوں (ہندو اور مسلمان) جداگانہ قوموں میں تقسیم کرنا ناممکن ہے ہم دو مختلف نہیں ہیں ہر مسلمان اگر اپنے خاندان کی تاریخ میں دو پیچھے جائے تو اسے معلوم ہو گا کہ اس کا اصلی نام ہندو ہر مسلمان دراصل ہندو ہی ہے جس نے اسلام قبول ہے، ایسا کرنے سے کوئی جداگانہ قومیت تو پیدا نہیں (۲۶۳)۔

☆ "میری روح اس امر کے تصور سے بغاوت کرتی کہ اسلام اور ہندومت دو مختلف اور متضاد کلچر اور نظریات (حیات) کے مذاہب ہیں کسی ایسے نظریہ کا تسلیم کر لینا یہ نزدیک خدا کے انکار کے مترادف ہے کیونکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کا خدا بھی وہی ہے جو گیتا کا خدا اور ہم تمام ایک ہی خدا کے عیال ہیں، خواہ ہم کسی سے کیوں نہ پکارے جائیں، میں اس نظریہ کے خلاف بغاوت کروں گا کہ وہ لاکھوں مسلمان جو ابھی کل تک تھے، اسلام قبول کر کے اپنی قومیت بھی بدل بیٹھے (۲۶۳)۔"

مذہب انفرادی چیز ہے

متحدہ قومیت کے غیر اسلامی نظریہ کو پروان چڑھانے کے یہ ضروری تھا کہ مذہب کو پرائیویٹ معاملہ قرار دیا جائے اسے سیاست سے بے دخل کیا جائے، اس لئے کہ کتاب سنت سے کوئی بھی علامہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ انگریز مسلمان تو ایک قوم نہیں بن سکتے لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم نہ ماننے والے انگریز کے ایجنٹ ہوتے ہیں قوم پرست مولوی اعلانیہ یہ بات نہیں کہہ سکتے تھے کیونکہ جو مذہب کا نام لے کر ہی سیاست میں داخل ہوئے تھے انہم وہ اشاروں، کنایوں اور عمل سے مذہب کو اس سطح لانے میں مدد، معاون ثابت ہوئے اس کے علاوہ وہ مسلمان رہنماؤں اور علماء کی "بے دینی" تو ہر وقت بیان فرماتے تھے لیکن اسی موضوع پر کفر یہ کلمات کہنے والے نام نہ

پنڈت جواہر لال نہرو اپنی آپ جی میں لکھتے ہیں: "مسلم قومیت کا ذکر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی قوم ہی نہیں، صرف مذہبی اخوت کا رشتہ ایک چیز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جدید مذہب و تمدن کو ترک کر کے ہم لوگ عمد و سخی کے طریقوں کو پھر اختیار کر لیں۔ مسلم قوم کا تخیل تو صرف ہند لوگوں کی من گھڑت اور محض پرواز خیال ہے اگر اختیارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت قہوڑے لوگ اس سے واقف ہوتے اور اگر زیادہ لوگوں کو اس پر اعتقاد بھی ہوتا تو حقیقت سے دو چار ہونے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا" (۲۶۰)۔

آخر میں قوم پرست رہنماؤں اور مولویوں کے محبوب لیڈر مسٹر گاندھی کے ارشادات نقل کئے جاتے ہیں۔ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ خدا اور بندے اور انسان اور انسانوں میں رشتہ پیدا کر دے، کیا اسلام صرف ایک مسلمان ہی کو دوسرے مسلمان سے ملاتا ہے اور ہندو کی مخالفت سکھاتا ہے، کیا رسول (اکرم علیہ السلام) کا پیغام مسلمانوں کو اپنے اندر ہی امن و سلامتی کی تلقین کرتا تھا اور ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ جنگ کرنا سکھاتا تھا، کیا ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں (کے قلوب) کی پرورش صرف اس چیز سے کی جائے گی جسے میں زہر ملائی کے سوا اور کچھ قرار نہیں دے سکتا، وہ لوگ جو اس زہر کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر رہے ہیں، وہ اسلام کے ساتھ بہت بڑی بدخواہی کر رہے ہیں، میں جانتا ہوں کہ اسلام یہ نہیں ہے، میں مسلمانوں میں ایک آدھ دن نہیں، مسلسل بیس برس سے رہتا چلا آ رہا ہوں، مجھے تو کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا نہیں بتایا کہ اسلام ہندومت کے خلاف ہے" (۲۶۱)۔

☆ "تاریخ میں مجھے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ نو مذہبوں کے کسی گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ اپنے آباء و اجداد کی قوم سے ایک الگ قوم ہیں اگر مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں ایک قوم تھی تو آج بھی تمام ہندوستانی ایک قوم ہیں باوجودیکہ ان میں سے اکثر نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے" (۲۶۲)۔

تحت صدر ہوتا تھا، مجھے ان کی تاریخ، غرائز اور
اقتصادیات سب غلط معلوم ہوتی تھیں، ہر چیز کو مذہبی رنگ
دے دینے سے روشن خیالی کا خاتمہ ہو گیا تھا" (۲۶۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "(مولانا) محمد علی (جوہر) غیر معمولی
انداز میں کانگریس کی قرار دادوں میں انکار احسان مندی یا
بعض دعائیہ کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دے دیتے،
میں اس کے خلاف احتجاج کرتا تھا" (۲۶۹)

مشرکاندھی نے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا:
"اگر میں ڈکینز بن جاؤں تو مذہب اور سیاسیات کو ایک
دوسرے سے علیحدہ کر دوں کیونکہ مذہب فرد کی فنی معاملہ ہے
"(۲۷۰) "ماترانی" مذاہب کا مقصد بتاتے ہوئے کہتے ہیں:
"اگر مذہب کو علی حال رہنے دیا جائے یعنی ایک نچ کا معاملہ
اور خدا اور بندے کے درمیان ایک ذاتی تعلق تو پھر
ہندوؤں اور مسلمانوں میں کئی ایک اہم مشترک عناصر نکل
آئیں گے جو مجبور کریں گے کہ یہ دونوں ایک مشترک زندگی
بسر کریں اور ان کی (راہ) عمل بھی مشترک ہو، مذاہب
انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لئے نہیں ہیں،
وہ انہیں ایک رشتہ میں پرونے کے لئے ہیں" (۲۷۱)

تمام مذاہب سچے ہیں

ابوالکلام آزاد نے تمام مذاہب کے سچے ہونے کا
اقرار کرتے ہوئے سورہ البقرۃ کی آیت ۶۲ کا ترجمہ یوں کیا
ہے "جو لوگ (پیغمبر اسلام پر) ایمان لائے ہیں وہ یوں یا
وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو
اور کسی گروہ ہندی میں سے ہو) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور
آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے اعمال بھی اچھے
ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پیارے خدا سے
ضرور پائے گا، اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا ٹکڑا ہو گا نہ
کسی طرح کی غمگینی" (۲۷۲)

کثرت مسلمانوں کی تحریروں پر بھی بھی گرفت نہیں لی
میں یہ عظام اللہ شاہ بخاری نے بمقام ادو ضلع مظفر نگر
میں فرمایا کہ: "مسلمان اللہ اکبر کا اور ہندو
ماترم کا نعرہ نہ لگائیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی کچھ
میں آسکتے بلکہ انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانا چاہیے

رسالہ کلیم میں (ایک نام نہاد قوم پرست مسلمان)
فرماتے نام سے ایک مضمون چھپا، جس میں وہ لکھتا ہے: "
میں نے تصور کی ابتدا انسان کے اس دور سے شروع ہوتی
ہے کہ انسانی عالم طفولیت میں تھا، وہ فطرت کے عظیم
ظہار کی توجیہ نہ کر سکتا تھا، سوائے اس کے کہ ان
ذاتی الحادیت ہستی سے منسوب کر دے۔۔۔ مذہب کا تو ہم
قر کے ساتھ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آج تک بھی جہاں
مذہب زیادہ ہے اور علم کی روشنی کم ہے وہاں مذہب
زیادہ ہے، مذہب ایک غیبی چیز ہے اور فنی چیزوں کو
میں زیادہ فروغ ہوتا ہے" اس کے بعد حیات
مذہب کے عقیدہ کی مخالفت کی گئی ہے، آخر میں
فرماتے ہیں کہ ہندوستان چونکہ علوم و فنون اور تہذیب و
حیات میں بہت پیچھے ہے، اس لئے یہاں فی الحال مذہب کو
تھپا دیا جائے لیکن "مذہب کو اجتماعی حیثیت نہ دی جائے"
خالص شخصی یا انفرادی چیز سمجھنا چاہیے، اس طرح
کی ایک حیثیت رفع ہو کر خالص پرائیویٹ یا فنی حیثیت
سے کی" (۲۶۹)

یہ اخبار "ملاپ لکھتا ہے کہ "ہندوستان سے فرق
کھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہندو مسلم کی تیز اڑادی
ہندوستان میں اپنے آپ کو ایسا بتائیں کہ مذہب کو اپنی
تک محدود رکھیں، اسے سیاسیات میں داخل کرنے کی
کوشش نہ کریں" (۲۶۷)

چند جاہر لال سرود کا عقیدہ بھی یہی تھا، اپنی آپ
فرماتے ہیں: "بعض اوقات میں پریشان ہو جاتا تھا کہ
میں مذہب کو اتنا عقل کیوں سے، مولوی، مولانا اور
میں تقریروں میں جو جوتے تھے، اس میں کر مجھے

کو ختم کرنے یا کم از کم مشکوک بنانے کے سلسلہ
ابوالکلام آزاد کے بعض دیگر اقدامات کی نشاندہی
جاسکتے ہیں، مثلاً بقول محترم عشرت رحمانی (انہوں
”بد مذہب“ جیسے غیر اسلامی ترانہ کی تعریف کی
”مسلمانوں کو مرتد اور نیست و نابود کرنے والی شدھی
شکستہ تحریکوں کی ہمت افزائی فرمائی (۲۸۰)

----- وزارت
انچارج ہونے کے باوجود، نصائی کتب میں اسلام اور
اسلام کو جس مسخ شدہ حالت میں ظاہر کیا گیا، اس کا
تک نہیں لیا (۲۸۱)

----- لاکھوں مسلمانوں کی آبروریزی اور
کا تماشا دیکھنے کے بعد اس لادینی حکومت میں جس
مسلمانوں کے خون سے یہ بولی کھلی ہو، وزارت کی گد
براجمان رہے (۲۸۲)

----- اپنے محبوب دوست پنڈت جواہر
نہرو کے پسندیدہ نظریہ ”مظلوم“ (۲۸۳)

----- کی تائید و حمایت
(۲۸۴) اس لئے جس طرح شلہ میں مسلمانوں نے
حسین احمد دیوبندی کی امامت میں نماز پڑھنے سے
کروا تھا، (۲۸۵)

----- بالکل بھی سزا ابوالکلام آزاد کے
تجویز کی اور انہیں کلکتہ میں مہدین کی امامت سے علیہ
دیا (۲۸۶)

----- جبکہ ہندوؤں میں سے پنڈت جواہر لال
نہرو نے آزاد صاحب پر شراب نوشی کا الزام
(۲۸۷)

----- اور بقول شورش کاشمیری ہندو انہیں گایا دیتے
(۲۸۸)

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی بددیوایاں حاصل کر
کے لئے یہ کتنا شروع کروا تھا جو لوگ کہتے ہیں کہ مذہب
سیاست سے کوئی تعلق نہیں، وہ مذہب کے مفہوم سے
(۲۸۹)

----- آزاد صاحب نے
واحد گناظ میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:
”اس (قرآن حکیم) نے صرف یہی نہیں بتایا کہ ہر مذہب
میں سچائی ہے بلکہ صاف صاف کہہ دیا کہ تمام مذاہب سچے
ہیں، اس نے کہا، دین خدا کی عام بخشش ہے، اس لئے
ممکن نہیں کہ کسی ایک جماعت ہی کو دیا گیا ہو اور دوسروں
کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو“ (۲۹۰)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی (دیوبندی) نے بالکل صحیح
لکھا ہے کہ ”آیات قرآنی کی تفسیر میں مولانا (آزاد) کی
ذاتی ترجمانی کو بڑا دخل تھا“ (۲۹۱)

----- مولوی انور شاہ کشمیری
کی کتاب ”مشکلات القرآن“ کے دباچہ میں مولوی محمد
یوسف صاحب بنوری نے تفسیر ترجمان القرآن کے اس حصے
پر سخت گرفت کی ہے جس میں تمام مذاہب کو سچا ثابت
کرنے کی کوشش کی گئی ہے (۲۹۲)

----- اس موضوع پر ایک
ہندوستانی سکالر کا مبسوط مقالہ ماہنامہ تجلی (دیوبند) میں بھی
شائع ہوا تھا (۲۹۳)

----- علامہ محمد اقبال علیہ نے اپنے ملفوظات
میں مدبر ”محارف“ میں سلیمان ندوی کے اس رویہ پر تنقید
چینی فرمائی جو کہ انہوں نے مذکورہ بالا تفسیر پر تبصرہ کرتے
ہوئے اس کی خامیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی (۲۹۴)
البتہ مسٹر گاندھی کو اس تفسیر کی اشاعت پر بید خوشی ہوئی
اور جامعہ علیہ میں دوران تقریر کہا کہ: ”مجھے ایک عرصہ
سے خیال تھا کہ اسلام ایسا نیک نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ
نجات و معافیت کو اپنے ماننے والوں تک ہی محدود رکھے اور
سچائیاں صرف اپنے اندر ہی بیان کرے مگر اس بات کی مجھے
سند نہیں ملتی تھی، اب مولانا آزاد نے تفسیر شائع کی ہے تو
مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی کہ اسلام تمام مذاہب
میں یکساں سچائیوں کا مدعی ہے لہذا ہم نے اس تفسیر کے
معلقہ حصوں کا ہندی ترجمہ کر کے عام کر دیا ہے“ (۲۹۵)
اسلام کی دوسرے مذاہب پر برتری کے مسئلہ نظریہ

ان کی یہ ادا اگرچہ ہندو لیڈروں کو پسند نہیں تھی
انہوں نے وقتی طور پر خاموشی اختیار کر لی اور وہ بھی
اسی اس نظریہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ
اسی حاصل ہو جائے کے بعد ان باتوں کی حوصلہ افزائی
کی جائے گی (۲۹۰)

----- جب مسلم لیگی لیڈروں نے بھی
اس غور کا کر مسٹر گاندھی کو لٹکارا تو وہ چونک پڑے اور
(۲۹۱) طرح

----- ان پر نکتہ چینی شروع کر دی (۲۹۲) ساتھ
اس بات پر زور دیا کہ سارے مذاہب سچے ہیں تاکہ
ان کے ذہن سے اس تصور کو بخود دیا جائے کہ اسلام
مذاہب سے ارفع و اعلیٰ ہے، انہوں نے دعویٰ کیا کہ
مسیح یا نبیل اور قرآن پاک کی من پسند تشریح کرنے کا
ہو جائے تو اپنے آپ کو عیسائی یا مسلمان کہلانے میں
سہ نہیں کریں گے (۲۹۳)

یہ علیحدہ بات ہے کہ بقول
مشر ائمہ قرآنی تعلیمات سے سخت تکلیف پہنچتی تھی

اور کہا کرتے تھے کہ ان میں سے جو حکامات ان
سوا پر پورے نہ اتریں، انہیں وہ مسترد کرنے کا حق
ہے (۲۹۴)

----- تمام مذاہب کے سچے ہونے کے متعلق مشر
کہتے ہیں: "میری ہندو جبلت مجھے بتاتی ہے کہ کم و
بیش تمام مذاہب سچے ہیں تمام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں
نامکمل ہیں کیونکہ وہ ہم تک نامکمل انسانوں کے
سے پہنچے ہیں (۲۹۵)

اسلام اور رسول پاک ﷺ کو نامکمل قرار دینے
ان باتوں کے پجاری کی اصلاح کرنے کے بجائے
انہیں حسن اور ان کے ہم مسلک مولویوں نے اس
"تہذیب" کے دوران مسلمانوں کا قائد بنا کر ان کی
سلاسل اور خلافت فقہ سے دور کر کے
کے عہدے پر قابض کر لیا (۲۹۶)

----- خدا کا خوف رکھنے
والے سنی بریلی علماء و مشائخ نے اسے اسلام کا دشمن اور
صرف ہندوؤں کا غائبانہ کا قرار دیا تو کانگریسی مولویوں نے
انہیں بدعتی، قبر پرست، شرک، انگریز پرست و غیر ہم جیسے
الفاظ سے نوازا اور اس کلی ہندو نوازی کے باوجود ان کی
توجہ پر کوئی حرف نہ آیا۔ دس مسٹر اور مسٹر کے سرسری سربراہ
"مہاتما جی" نے ایک اور موقع پر فرمایا: "میں ایک مسلمان
شناختی ہندو ہوں، اس لئے میں عیسائی، بدھ اور مسلمان
ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہوں، کچھ مسلمان دوست بھی کہتے
ہیں کہ میں پرارتھنا میں قرآن کی آیات کیوں پڑھتا ہوں یا نہیں
وہ نہیں جانتے ہیں کہ اصلی مذہب زبان اور کتاب کی بندشوں
سے آزاد ہے، مجھے کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی کہ میں کلمہ
کیوں نہ پڑھوں، (اللہ کی حمد و ثناء کیوں نہ کروں مجھے (مستحکم
) کو اپنا پیشہ کیوں نہ سمجھوں" (۲۹۷)

مذہب کی مخالفت

کسی بھی قوم پرست مولوی کے لئے یہ ممکن نہیں
تھا کہ وہ واشگاف الفاظ میں مذہب کی مخالفت کرنا کیونکہ
اسلام کا نام ہی تو لے کر وہ مسلمانوں کو کانگریس میں شامل
کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے لیکن دوسری جانب مسر
گاندھی اور ہندو لیڈروں کے اعتماد کو بھال رکھنا بھی
ضروری تھا، اس لئے کوئی ایسی بات بھی کہہ جاتے جس سے
اسلام کی ناکامی ثابت ہوتی، جناب ابوالکلام آزاد نے
فرمایا: "یہ کہنا عوام کو ایک بہت بڑا فریب دیتا ہے کہ
صرف مذہبی یکجہت دو ایسے علاقوں کو متحد کر سکتی ہے جو
جغرافیائی، معاشی لسانی اور معاشرتی اعتبار سے ایک دوسرے
سے بالکل جدا ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام
ایک ایسے معاشرے کے قیام کی کوشش کی جو نسلی، لسانی،
معاشرتی اور سیاسی صہ ہندیوں سے بالاتر ہو لیکن تاریخ شاہد
ہے کہ شروع کے چالیس برسوں کو یا زیادہ سے زیادہ پہلی

صدی کو چھوڑ کر اسلام کبھی سارے مسلمان ممالک کو صرف مذہب کی بنیاد پر متحد نہ کر سکا" (۲۹۸)

بعض حضرات آزاد صاحب کی اس غیر شرعی سوچ کو شرف یہ اسلام ثابت کرنے کے لئے مقوطہ خاک کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ یہ حادثہ اسلامی احکامات سے روگردانی کی وجہ سے ہی پیش آیا، ایک مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے کہ اسلام کسی حالت میں بھی شکست سے دوچار نہیں ہو سکتا، ناکام وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کا نام لیا ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے، کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مسلمان بے عمل ہو چکے ہیں، اس لئے اس تصور کو اب ختم سمجھ لینے میں ہی بہتری ہے، اس اصول کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کا کوئی بھی حکم اس کی زد سے بچ نہیں سکتا، مثلاً کوئی یہ دعویٰ کرے کہ چونکہ اکثر مسلمان نماز نہیں پڑھتے، اس لئے اب اس حکم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی مسلمان اس قسم کے مطالبے کو درست نہیں سمجھ سکتا، لہذا یہ تصور بھی اسلام سے رخصتی مصافحہ ہونے کے مترادف ہے کہ اسلام ناکامی سے دوچار ہو سکتا ہے۔

کانگریس پارٹی کے لیڈر مسٹر بھولا بھائی ڈیباٹی قوانین الہی کے نفاذ کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں "اب یہ ناممکن ہوگا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو، اب وقت آپکا ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کر لیں اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ غیر مذہب اور خدا کو ان کے مناسب مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انہیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں مداخلت نہ کرنی دیا جائے، اس بات کا تو تصور بھی ناممکن ہے کہ اگر مذہب کو سیاست سے الگ نہ کیا جائے تو کوئی نظام حکومت قائم ہو سکتا ہے۔۔۔ عمد حاضر میں بہترین نظام حکومت کی بنا اس نظریے پر قائم ہو سکتی ہے کہ جغرافیائی حدود کے اندر گھرا ہوا ایک ملک ہو اور اس ملک کے اندر رہنے والے تمام اقوام معاشی اور سیاسی مفاد کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک متحدہ قومیت بن جائیں" (۲۹۹)

کوئی اور ہوتا تو اس قسم کی متحدہ قومیت یا ایک نظریہ پر بحث بھی کر تو بہ تائب ہو جاتا لیکن یہ قوم پر مولویوں کا حوصلہ تھا کہ اس قسم کے تقریب خیالات کی کرنے کی جہت نہ پا کر خاموش رہنے میں اپنی عافیت سمجھتے، اس قسم کی متحدہ قومیت کو تسلیم کرنے کے عوض ہندو کچھ مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ کانگریس کے صدر مسز یوس نے ایک تقریب کے دوران پیش کش کی:

"(۱) میں سب کچھ مسلمانوں کے حوالے کر دیتے ہو، ہوں بشرطیکہ وہ متحدہ قومیت کے نظریہ کو تسلیم کر لیں۔ (۲) اس کی وضاحت کرتے ہوئے "نیشن" نے اپنے جون ۱۹۳۸ کے پرچے کے افتتاحیہ میں لکھا: "بس اس شرط کے ماتحت طول و عرض ملک میں کوئی ایک کانگریسی ایوان ہوگا جو تمام اختیارات مسلمانوں کے حوالہ کرنا پر آمادہ نہ ہو، ان کے (یعنی کانگریسیوں کے) نزدیک یہ ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتا کہ کانگریس یا حکومت کے دائرہ زمام حکومت جس کے ہاتھ میں ہے وہ ہندو ہے یا مسلمان، عیسائی کیونکہ ان کے نظریہ کی رو سے مذہب کو سیاسیات نہ کوئی واسطہ ہے اور یہ ہی ہونا چاہیے" (۳۰۱)

"پنڈت جواہر لال نہرو مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "جس چیز کو مذہب یا منظم مذہب کہتے ہیں اسے ہندوستان میں اور دوسری جگہ دیکھ کر میرا دل میت ہو گیا ہے، میں نے اکثر مذہب کی مذمت کی ہے اور اسے مٹا دینے تک کی آرزو کی ہے۔ قریب قریب ایسا نہ ہوتا ہے کہ یہ اندھے یقین اور ترقی دشمنی کا نتیجہ عقیدت اور تعصب کا، توہم پرستی اور لوگوں سے بچاؤ اٹھانے کا، قائم شدہ حقوق اور مستقل حقوق کی بقاء کا ہے" (۳۰۲)

ایم۔ او۔ صفائی کا کہنا ہے کہ نہرو نے ایک بار اپنے بارے میں بتایا تھا کہ وہ لا مذہب (PAGAN) ہے، وہ مکمل طور پر انسانی جہتوں سے متعلق ہے، مجھے یہ تک کوئی نہرو کی موت ایسے نہیں لگتی کہ ایک خاندان اور ایک بیوی

ایمان رکھتے ہوں" (۲۰۳) جنہیں کسی خاص مذہب سے تعلق نہ تھا اور ان کو ہندوستان میں باقی نہیں رہنا چاہیے۔ ہندوستان میں ان طرح پندت جو ابر لال شروے اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں کہ "ہندو دھرم کا تحت چھ مہینے کے اندر حاصل کر لیتا ہے" "اس دھرم کی آزادی" میں مذہب اور مشر گاندھی کی طرف سے سخت پزاری کا اظہار کیا ہے (۲۰۴)

لیکن ایسا یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے کہ جب بھی ہندو مت پر معمولی سی آغوش ہو تو ایک قوی نظریہ کا علمبردار نہ رہے جیسا کہ اس سلسلہ میں ماہنامہ "طلوع اسلام" میں شائع شدہ ایک مضمون مذمت ہے۔

مذہب پندت جی کی زبان سے ہندو مذہب کی طرف سے متعلق بھی کچھ سنئے۔ ریاستی کانفرنس کے خطاب میں فرماتے ہیں: "ہندوستان میں مدنی آزادی (CIVIL LIBERTY) کی سب سے بڑی حیر آباد میں ملے گی جہاں اس چیز کی طرف بھی توجہ منعطف کرائی جائے گی کہ وہاں بعض مذہبی رسوم کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ حیر آباد میں آزادی کی یہ بڑی سطح نہ مشرق و تحریک کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک عرصہ سے وہاں حالہ ہی ایسے ہیں۔"

پندت جی جو مذہب کو یکسر مٹا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں

(۲۰۵) یہاں آج کی صورت

متحدہ مذہب

ایک قومی نظریہ کو پروان چڑھانے کے لئے ایک

شادی بیاہ

اور دیگر تقریبات کے موقع پر

بہترین پکوانی کھانے

رابطہ علی رضا - محمد شفیع مریدی

مکان 369 گلی 33 ڈی جی محلہ صدر بازار لاہور چھانوئی

یہ آریہ سماج کی مداخلت اور حیر آباد کی مسلمانوں کی مخالفت میں اٹھتے ہیں تو اس مداخلت کے خلاف یہ بڑا الزام یہ عائد کرتے ہیں کہ وہاں مذہبی رسوم پر عمل نہ کیا گیا کیونکہ عائد کر دی گئی ہیں۔ یہ ہے ہندو قوم کے لیڈر حضرات کی بے قصی کی مثال۔ اب ذرا یہ سمجھ جائیے کہ وہ کون سی "مذہبی آزادی" ہے جس پر عائد ہونے کی وجہ سے پندت جی کے دھارمک ہر مذہب پرست دل میں یوں نہیں پیدا ہوئی ہے۔ ان کی حضرات کی تقریروں اور تحریروں کے چند نمونے یہاں دیے جہاں یہ اقتباسات اور ان جیسے متعدد اور اس طرح کی اورج ہیں جو حکومت نظام نے "حیر آباد میں مذہب" کے عنوان سے شائع کیا ہے: "ریاست حیر

تجویز یہ بھی پیش کی گئی تھی کہ ہندو اور مسلمانوں کے لئے ایک مشترک مذہب کا خاکہ تیار کیا جائے تاکہ روزِ روز کے یہ جھگڑے ختم ہو جائیں، مشہور و معروف قوم پرست لیڈر اور مولوی حسین احمد دہلوی کے معتقد ڈاکٹر اشرف صاحب نے جمعیت العلماء ہند کے آرگن اخبار "الجمعیت" میں تحریر فرمایا کہ:

"ہم ہندو مسلمان کے لئے نئے تمدن میں معروف ہیں، ہماری سیاسی اور سماجی کوشش یہی ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کا ایک مذہب بنا دیا جائے" (۳۰۶)

بارنس کے ڈاکٹر بیگوانداس صاحب کا ایک تفصیلی مضمون "ہندوستان ٹائمز" بابت ۲۲ فروری ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی منافرت کے اسباب کیا ہیں اور ان کے مناقشات مٹانے کی تجویز کیا ہو سکتی ہے، فرماتے ہیں: "ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی غلط فہمی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ یہ ہر دو مذہب (بلکہ تمام بڑے بڑے مذاہب) اپنی اصولی باتوں (ESSENTIALS) میں بالکل یکساں ہیں اور اختلافات جزئی باتوں میں ہیں جنہیں مولانا ابوالکلام آزاد فرور سے تعبیر کرتے ہیں --- اس مرض کا حتمی علاج یہ ہے کہ ان اصولوں کی تعلیم عام کر دی جائے جو تمام مذاہب میں یکساں طور پر پائے جاتے ہیں (اور اس کی عملی ترکیب یہ ہے کہ) کانگریسی وزارت کو چاہیے کہ ایک مختصر سی کمیٹی مقرر کرے جو اس قسم کی نصاب کی کتابیں تیار کرے جن میں مشترکہ اصولوں کی تعلیم موجود ہو --- اس کے ساتھ ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کے تمام بچوں کو ذہن نشین کرا دیا جائے کہ ہندوستان کے تمام موجودہ مسلمان اپنے ہندو آباء و اجداد کی اولاد ہیں، اس لئے ہندو اور مسلمان دور یا نزدیک سے باہمی رشتہ دار ہیں --- میری مخلصانہ درخواست ہے کہ ان تمام کتابوں (کے مجموعہ) سے جنہیں عوام الناس مقدس سمجھتے ہیں، ایک جدید مجموعہ تیار کیا جائے --- میں یہ بھی واضح کر دیتا چاہتا ہوں کہ اس "عالمگیر مذہب" کی

مشترکہ کتاب کی تجویز میں نے اس سے پیشتر کسی ایک پیش کی ہے" (۳۰۷)

کانگریسی وزارت نے اس تجویز پر عمل کر کے بجائے ایک قدم مزید آگے بڑھایا، اس دور کا ایک تعلیمی سکیم کی شکل میں آیا، اس سکیم کا مقصد مسلمانوں، ہندو، ثقافت، معاشرت اور روایات کو ختم کر کے بچوں کے ذہنوں پر ہندو کلیچہ اور مذہب کی برتری ثابت کرنا، اس سکیم کے پیچھے گاندھی کا دماغ کام کر رہا تھا، ڈاکٹر حسین نے خواجہ غلام الہی دین کے ساتھ مل کر اس تیار کیا جس کے متعلق گاندھی نے کہا:

"ہم نے واردہا سکیم سے مذہبی تعلیم کو خارج کر دیا ہے، کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ مذہب اختلاف پیدا کرے" "واردہا سکیم کے دو بنیادی مقاصد تھے، ایک یہ کہ طلبہ میں ایسا (عدم تشدد) کی روح پیدا کی جائے دوسرے ان میں وطنی نیشنلزم کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ مولوی عبدالحق فرماتے ہیں: "میری انجمن کا ایک قصبہ پانڈھرا (ضلع چندواڑہ) کے مدرسے میں پہنچا تو اس حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اس نے یہ دیکھا کہ مدرسے کے شروع ہونے سے پیشتر ہندو اور مسلمان لڑکے سرسوی مورت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرار تھا کر رہے ہیں، لڑکے ان مدرسوں میں پڑھ کر سلام تک بھول گئے ہیں السلام علیکم کی بجائے "نستے" اور رام ہی کی جے کہتے" (۳۰۸)

جمعیت العلماء ہند کے مارچ ۱۹۳۹ء کے اشتہار میں جناب شوکت اللہ انصاری نے ان لوگوں پر تنقید کی جو واردہا سکیم کو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ سمجھتے اور تجویز پیش کی کہ مذہبی اداروں میں بھی ان اصولوں کی شکل نصاب پڑھانا چاہیے (۳۰۹)

بقول جناب عشرت رحمانی: "ابوالکلام آزاد اس سکیم اور "ہندے ماترم" جیسے اسلامی ترانہ کی توثیق کرتے تھے" (۳۱۰)

جامعہ ملیہ اسلامیہ

کتابت ہوتی ہے اور اخبارات چھپتے ہیں، غرض جن اشخاص کو ہند کے لوگوں سے کام پڑتا ہے ان کے لئے اردو کا جاننا لازمی ہے (۳۱۵)"

اردو زبان کی مقبولیت اور عمومیت کے باوجود ہندوؤں نے اسے ہندوستان بدر کرنے کی تحریک چلائی، اس لئے کہ اس کی ترقی کی بنیاد مسلمانوں کے عہد میں پڑی تھی، اس مقصد کے لئے انہوں نے ۱۸۶۷ء سے ہی کوششیں شروع کر دیں، 'باجا کیشیاں' مجلس اور سچائیں مختلف ناموں سے قائم کی گئیں (۳۱۶)

پہلا کانگریس لیڈر تھا جس نے تجویز پیش کی کہ دیوناگری رسم الخط میں لکھی ہوئی ہندی، ہندوستان کی قومی زبان ہونا چاہیے (۳۱۷) مسٹر گاندھی کا نقطہ نظر بھی یہی تھا کہ:

"میں نے پہلے ہی اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے کہ صرف دیوناگری ہی ایسا رسم الخط ہے جو ہندوستان میں عالمگیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے" (۳۱۸)

اس پر زور اس لئے دیا جاتا تھا کہ ہندوؤں کو فائدہ پہنچے کیونکہ رسم الخط کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، مسٹر شو ر قنطار ہیں:

"رسم الخط اور ادب کا بہت بڑا تعلق ہے اور رسم الخط کی تبدیلی اس زبان کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جس کا ماضی شاندار رہا ہو، رسم الخط بدلنے کے ساتھ الفاظ کی شکلیں بدل جاتی ہیں، آوازیں بدل جاتی ہیں اور قدیم و جدید ادب کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار حائل ہو جاتی ہے اور قدیم خیالات بدل جاتے ہیں، ادب ایک ایسی اجنبی زبان کا ادب بن کر رہ جاتا ہے جو مرده ہو چکی ہو" (۳۱۹)

ایک قومی نظریہ کا پرچار کرنے والے اردو زبان کو ختم کرنے کے لئے مصروف عمل ہو گئے پونا کے اخبار مرہڑ نے لکھا "اردو زبان تو کبھی قومی زبان نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ہندوؤں کے شاستر میں ان کو مسلمانوں کی زبان ہونے سے روکا گیا ہے" (۳۲۰)

نومبر ۱۹۳۶ میں لاہور میں آریہ سماج کانفرنس کے جلسہ میں اردو کو ہندیشی اور غلامی کی یادگار زبان کہتے ہوئے اسے صفحہ ہستی

خارج کر دیا گیا (۳۲۱)

تادم جمعیت العلماء ہند نے اس کی اگر ان کی پیش کردہ تجاویز کے مطابق ترمیم کی تو وہ سول نا فرمانی شروع کر دیں گے، یہ مطالبہ کیا لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کرنے میں بہتری (۳۲۲)

سلسلہ میں مسٹر گاندھی نے کہا: "مختلف طبقات و جماعتوں کے بچوں میں رواداری اور دوستی کی جو روح پیدا ہو رہی ہے اس کے پیش نظر اس بات کو سخت مسلک سمجھنا ہوتا ہے کہ ان کو یہ سکھایا جائے کہ ان کا تمام مذاہب پر برتری رکھتا ہے یا جس مذہب کے پیروں میں ان کے نزدیک ہیں وہی مذہب سچا ہے، اگر ہم اپنے دین و قوم میں ہر امت کی برتری کو لازمی سمجھیں تو ہر فرقہ کا علیحدہ اسکول ہو جس میں ہر ایک کو اپنے مذہب کی پوری آزادی حاصل ہو یا ہر مذہب اپنے مذہب کے تذکرہ کو بالکل ہی ممنوع قرار دے" (۳۲۳)

اردو زبان

ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

اردو ہندی ہی کی دوسری شکل ہے اور ہندوستانی سے دو بول مراد لی جاتی ہیں۔۔۔ ہندوستان کے تمام ہندوستانی کم و بیش کبھی جانتی ہے، گویا یہی ہندوستان کے لئے دالی ہے (۳۲۴)

یہ اقتباس واضح نہیں ہے لیکن مشہور فرانسیسی محقق رنیل نے اردو کے بارے میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

یہ گویا ملک کی دوہنی زبان ہے اور اسی میں بہت کچھ خط و

گیا تھا کہ مسٹر گاندھی کے مخالفانہ رویہ کی وجہ سے ہماری کچھ اردو زبان کو ملیا میٹ کیا جا رہا ہے، علامہ نے فرمایا کہ ذرا دیر سے ہماری قومی قوم اور زبان اس طرح ملنے سے بڑے کی (۳۲۵)“

اگرچہ تقسیم کی وجہ سے مصوٰر پاکستان کی یہ پسند کوئی صحیح ثابت ہوئی لیکن بھارت میں اردو کے ساتھ دوسرا رویہ رکھا گیا، وہ برا ہی دلخراش واقعہ ہے (۳۲۶)

دو قومی نظریہ اور انگریز

ہندو لیڈر اور قوم پرست مولوی (انگریز) کو دو قومی نظریہ خالق بتایا کرتے تھے حالانکہ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ایک گو چاہے دنیا کے کسی بھی کونہ میں رہتا ہو، وہ اسلامی برادرانہ معزز رکن ہوتا ہے، اس کے برعکس تمام کفار اسلام کے متعلق میں ایک قوم ہیں، یہ ایک اچھی واضح بات ہے کہ محتاج تھے نہیں، یہی وجہ ہے کہ جب مولوی حسین احمد دہلوی نے تقریر میں کہا کہ ”موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں بنتیں“ (۳۲۷)

----- تو علامہ محمد اقبال نے بڑے مرگ پر تھے، نے درج ذیل اشعار کہہ کر اس کی تردید کی:
 غم بنوز خداوند موزدیں

ز دیوبند حسین احمد ایس چہ بولعجمی
 سرود بر سر مہر کہ ملت از وطن
 چہ خبر ز مقام محمد عربی
 یہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ ویں ہند
 اگر بہ اونہ رسیدی تمام بولعجمی است (۳۲۸)

”جن خوش نصیب حضرات کو حضرت علامہ اقبال کی قرب کی سعادت نصیب تھی، ان کا بیان ہے کہ انہوں نے (اقبال) نے جب اس بیان کو پڑھا تو وہ بچوں کی طرح ہلکے ہلکے روتے تھے اور کہتے تھے یا اللہ العالمین اس ہندوستان میں اس پیغام ازل کا کیا انجام ہونے والا ہے، جہاں کے مفت

سے مٹا دینے کی تلقین کی گئی اور اسے میچوں کی زبان کہہ کر قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والی قرار دیا گیا“ (۳۲۹)

----- جبکہ متحدہ قومیت

کے چیمپین مسٹر گاندھی کا کہنا تھا کہ:

”اردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے، قرآنی حروف میں لکھی جاتی ہے، مسلمان بادشاہوں نے اسے اپنے زمانہ حکومت میں بنایا اور بتلایا تھا، وہ چاہیں تو اسے رکھیں“ (۳۳۰)

جس شخص نے بھی اس ناپسندیدہ رویہ کے خلاف احتجاج کیا، اسے فرقہ پرست اور رجعت پسند قرار دیکر راستے سے ہٹا دیا۔
 پنڈت جواہر لال نہرو فرماتے ہیں:

”پندرہ سستی سے ابھی تک ہندوستان میں فرقہ پرستی طاقتور ہے اور اس بناء پر زبان میں علیحدگی پسندی کا رنجان بھی وحدت کے رنجان کے ساتھ ساتھ اپنا اثر برابر دکھائے جا رہا ہے، قوم پرستی کے پورے نشو و نما کے ساتھ یہ علیحدگی پسندی جو زبان کے معاملہ میں پائی جاتی ہے، یقیناً فنا ہو جائے گی، ایک علیحدگی پسند حامی زبان کو اوپر سٹکھڑ پتو دیکھو گے کہ وہ اندر سے فرقہ پرست ہے بلکہ زیادہ تر قوم اسے ایک سیاسی رجعت پسند پاوے“ (۳۳۱)

اسلامی کلچر کی حفاظت کرنے کے دعویدار جمعیت العلماء ہند کے لیڈر وں نے جون ۱۹۳۰ء میں اپنا بارہواں سالانہ جلسہ بمقام جو پور منعقد کیا، اس جلسہ کا اشتہار حسب ذیل ہے:
 ”آپ کو جان کر بڑی خوشی ہوگی کہ ہمارے شہر میں جمعیت العلماء ہند کا بارہواں سالانہ جلسہ اوپر لکھت تارنجوں میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی بھی صدارت میں ہوگا، جس میں دیش کے سب سے بڑے بڑے مسلم عینا آویں گے، یہ آپ کی بھلی بھائی گلیات ہے کہ جمعیت العلماء ہند ایک ایسی سنستھا ہے جس نے سرود (۹) کانگریس کا آزادی کی لڑائی میں ساتھ دیا ہے اور اب بھی دیش کی آزادی کے لئے مسلم جاتی کو نیسٹر نو کر رہی ہے۔ ات آپ سے سن رووہ بر ستنا ہے کہ اس سیمیلن کو سچل بنانے کے لئے اس میں بڑی سے بڑی تعداد میں اک قرت ہو کر سیمیلن کو سچل کیجئے“ (۳۳۲)

علامہ اقبال مرحوم کی محفل میں اس بات کا خدشہ ظاہر کیا

دو قومی نظریہ نقصان دہ ہے

مخالفین کے نزدیک دو قومی نظریہ کا تخیل خطرناک اور نقصان دہ تھا۔ مولوی حفظ الرحمن صاحب نے پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کئے اور دکھایا کہ مسلمانوں کے لئے نظریہ پاکستان سراسر مفید ہے (۳۳۰)

مسٹر گاندھی کا کہنا تھا کہ:

"دو قومی نظریے پر میں بے حد سوچتا ہوں۔ یہ مجھے اتنا ہی زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے، میں اس بیان کو بھی تسلیم کرنے سے قاصر ہوں کہ ہندوستانی مسلمان ہند کے دیگر باشندوں سے الگ اور منفرد ایک قوم ہیں، بعض دعویٰ کرتا کوئی جواز نہیں رہتا بلکہ اس طرح کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کے نتائج تو اور بھی خطرناک ہیں، اگر ایک بار اس اصول کو تسلیم کر لیا گیا تو پھر ہندوستان کو پیشکار ٹکڑوں میں تقسیم کرنے۔ عجب سے جاؤں گے جس سے ہندوستان کی چابی ناگزیر ہوگی" (۳۳۱)

دو قومی نظریہ اور اسلام

مسٹر گاندھی ہر مسئلہ کے متعلق اسلامی نقطہ نظر پر ایسے انداز سے بیان کرتے تھے جیسا کہ وہ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز ہو چکے تھے کہ نیشنلسٹ مولویوں نے نہ کبھی اسے ٹوکا نہ اس کی تصحیح کی بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی موافقت کرتے رہے۔ "مقاماتی" دو قومی نظریہ کو اسلام کی روح کے خلاف سمجھتے تھے، فرماتے ہیں:

"میں پوری حراٹ و جسارت کے ساتھ اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیال حضرات اپنی اس روش سے اسلام کی کوئی خدمت سر انجام نہیں دے رہے بلکہ وہ اس پیغام کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں جو لفظ اسلام کے اندر پوشیدہ

ہے، مجھے یہ کچھ کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آج مسلم لیگ کی طرف سے جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے میرے دل سخت نہیں لگ رہی ہے، میں اپنے مخالفین کی ادائیگی میں کوئی کڑی نہیں کروں گا، اگر میں ہندوستان کے مسلمانوں کو اس دروغ بانی متنبہ نہ کروں، جس کا اس ایک وقت میں ان میں پروپیگنڈا جاری ہے" (۳۳۲)

اسلام کے اس "فرمان" کا دو سرا بیان اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کہتے ہیں:

"دو قومیں کا نظریہ نقل باطل ہے، ہندوستان مسلمانوں کی اکثریت یا تو خود دوسرے مذاہب چھوڑ کر مسلمان ہو جائے یا ان کے آباء و اجداد مسلمان ہوئے تھے، اس لئے مجھے مسلمان ہو جانے سے وہ ایک جداگانہ قوم نہیں بن سکتے" (۳۳۳)

مسٹر گاندھی کے ان "اجتنادات" کی تصدیق کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے "نظریہ پاکستان اسلام کے خلاف" (۳۳۴)

تقسیم ہند کے بعد بھی قوم پرست مولویوں کے پس ماندہ اپنے ائمہ دین کی اس غیر شرعی سوچ کو برحق سمجھتے ہیں، مولوی سراج احمد دین پوری جو سوشلزم کو حین اسلام سمجھتے ہیں (۳۳۵) نے فتویٰ دیا ہے کہ:

"پاکستان بننے وقت لا الہ الا اللہ کا نعرہ دھونک تھا" (۳۳۶)

اس طرح مفتی محمود صاحب کے فرزند ارجمند مولوی فضل الرحمن صاحب بھی دین پوری صاحب کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ان کے دو ارشادات نقل کیے جاتے ہیں:

"اسلام کے نام پر تقاریر ساتھ دو بار مذاق ہوا ہے، ایک بار تقسیم ہند کے وقت اور دوسری بار آٹھ برسوں سے نظام اسلام کا ورد سننے میں آرہا ہے لیکن اس کا مکمل اطلاق نہیں ہوا" (۳۳۷)

"جہاں تک پاکستان کی اساسیت کا سوال ہے تو یہ فراڈ تھا جو اسلام کے نام پر کھیلایا گیا، پاکستان کا وجود اسلام کے لئے تھا بلکہ مغربی سیاسی سسٹم کو بچانے کے لئے اس کو غلط باتوں کے ذریعے وجود میں لایا گیا، یہ سب فراڈ تھا جو اسلام کے نام سے کیا گیا، تمام لوگ غیر اسلامی" (۳۳۸)

۱۹۴۷ء میں جب بھارت پاکستان کو دو ٹوٹ کرتے ہیں مصروف جمعیت العلماء ہند نے دو قومی نظریہ پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ قرار داد منظور کی تھی :

”جمیٹ العلماء ہند نے اپنے ایک ہنگامی اجلاس میں قیام کے خلاف ایک قرار داد پاس کی ہے جس میں نظریہ کی شدید مذمت کی گئی ہے“ اس طویل قرار داد کو عربی میں منتقل کر کے عرب ممالک میں پھیلا دیا جا رہا ہے“ اس غرض سے جمیٹ العلماء ہند کی طرف سے مولانا عیوب الرحمن نے بیانات بھیجے ہیں (۳۲۹)

قرار داد پاکستان

جب مارچ ۱۹۴۷ء میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو ہندوؤں نے عربی مولویوں کے حلقوں میں کھلبلی مچ گئی، مسٹر گاندھی نے یہ حقیقت تسلیم کر لی کہ ”اگر ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان فی الواقعہ اس اسکیم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس خط کوئی ایسی قوت نہیں جو انہیں اس سے باز رکھ سکے، خواہ یہ قوتی ہی تشدد آمیز یا عدم تشدد کے انداز کی مخالفت کیوں نہ ہو“ (۳۳۰)

پس ”مہاتما جی“ نے ”اسلام کی حفاظت کی خاطر“ اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا :

”میرا خیال ہے کہ مسلمان تقسیم کو قبول نہیں کریں گے، مسلمان کو تقسیم سے روکے گا ان کا مذہب ان کو اس قسم کا خود کشی کی اجازت نہیں دے گا“ دو قومی نظریہ ایک ”چونکہ میں اپنا میں یقین رکھتا ہوں“ اس لئے میں اس مسئلہ پر مجبورہ تقسیم کو روک نہیں سکتا، لیکن میں اس چیز میں قریب نہیں ہوں گا کیونکہ تقسیم کا مطلب ان بے شمار اور مسلمانوں کے کام کو تباہ و برباد کرنا ہے جنہوں نے اسے ایک قوم کی حیثیت میں رہنے کی کوشش کی“ (۳۵۱) اسے یونہی سے نقل اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہے کہ مسٹر گاندھی اگرچہ عدم تشدد کا پرچار کرتے تھے لیکن

مسل اس کے برعکس تھا مہاتما جی کے سابق ایڈوکیٹ جنرل ایچ ایم بیروانی رقمطراز ہیں :

”ہندوستان اور بین الاقوامی سیاست میں عدم تشدد پر گاندھی کے نظریات کو اس کے بنیادی مسلک کے ساتھ ہم آہنگ کرنا آسان نہیں“ ایسے لگتا ہے کہ گاندھی نے عدم تشدد کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا حالانکہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تشدد کی حمایت کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا اور تشدد سے چشم پوشی کرتا تھا“ (۳۵۲) آگے چل کر لکھتے ہیں

”عبدالغفار خان صاحب نے پیارے لال کو امر دیوے دوران بتایا ”گاندھی نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر پاکستان نے پختونوں کو دیا تو ہندوستان ضرور ان کی مدد کے لئے آئے گا“ گاندھی نے یہ یقین دہانی عبدالغفار خان کے ایک رشتے دار کو آزادی کے بعد دہلی میں بھی کرائی، جب پوچھا گیا کہ اس صورت میں ان کی عدم تشدد کی پالیسی کا کیا بنے گا تو گاندھی نے قہر لگایا اور جواب دیا ”آپ میری عدم تشدد کی پالیسی کے بارے میں پریشان نہ ہوں میں اس کا علاج کر لوں گا“ (۳۵۳)

واشہر اے ہند لارڈ ویول نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ گاندھی ہندوؤں کے مفادات کے تحفظ کی خاطر ”مسلمانوں کے خلاف قوت استعمال کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا“ (۳۵۴)

بلکہ خود انگریزوں کے ساتھ بھی اسی قسم کے رویہ کی ایک کھلبلی اس واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے جب ”مہاتما جی“ نے لارڈ لنسٹھ گکو سے کہا کہ برطانوی حکومت کو ہتھیار ڈال کر بظہر کا مقابلہ روحانی طاقت سے کرنا چاہیے“ (۳۵۵)

لیکن اسی دوران ہندو راج حاصل کرنے کی شرط پر وہ جنگ میں اتحادیوں کی حمایت کرنے پر آمادہ ہو گئے (۳۵۶)

ایک جانب تو وہ سرحد کے غیور پٹھانوں کو اپنا (عدم تشدد) کا درس دیتے تھے تو (۳۵۷)

دوسری جانب خود فرماتے ہیں کہ

”اگرچہ میں پیشہ جنگوں کا مخالف رہا ہوں تاہم اگر پاکستان سے حصول انصاف کا ہر طریق بے سود ثابت ہوا تو پھر ہندوستان کے پاس پاکستان کے خلاف جنگ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں“ (۳۶) (مئی ۱۹۴۷ء) (۳۵۸)

اس میں شک نہیں کہ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں سے کوئی بددلی نہیں تھی، وہ ہندو مفادات کا حامی تھے (۱۹۵۰ء)

----- اس نے
بہت کم فہم قوم پرستوں کے ’سب مسلمان سنی علماء و مشائخ‘ سے اس موقف کو صحیح سمجھتے تھے کہ اسلام کے اس کلمہ، شہنشاہی مسلمانوں کا نمائندہ سمجھتا اسلام کو لہجہ چھری سے قلعہ کرنے کے متاثر ہے، خود مشہور احراری رہنما جناب شورش کشمیری اس حقیقت کی نشاندہی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”ماتما گاندھی جب اچھوتوں کو ہندو قوم کا جزو قرار دیتے رہے برت رکھتے ہیں تو کیا وہ فرقہ وارانہ نہیں ہوتا؟ ۱۹۴۱ء میں ہندو مساجد بھارت بھر میں اپنا سالانہ اجلاس کرنا چاہا، اسی دن بقرعہ عید تھی، حکومت نے قصاب کے خنجر کو محسوس کرتے ہوئے اجلاس بند کر دیا، مساجد بھارت کے صدر سارور کو دفعہ ۱۳۳ توڑ کر گرفتار کر کے اور صرف ایک دن جیل میں رہے لیکن مملکتی نے احتجاجی بیان دیتے ہوئے کہا کہ حکومت نے بھارت بھوش سارور کو گرفتار کر کے شہری آزادی پر چوٹ لگائی ہے، کیا یہ ایک فرقہ وارانہ جماعت کی اعانت نہ تھی؟“ (۳۶۰)

مسٹر گاندھی کی اس دوغلی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید فضل الحسن حسرت مولہانی مدظلہ نے بالکل سچ کہا تھا ”گاندھی جی“ یعنی فلسفی کی طرف ہر حکام میں دو متضاد پہلو رکھتے ہیں اور بیک وقت دونوں کو حق سمجھتے ہیں“ (۳۶۱)

بات ہو رہی تھی مسٹر گاندھی کی مخالفت قرارداد پاکستان کی، اب ملاحظہ فرمائیں قوم پرست مولویوں کے بیانات، ان حضرات نے قرارداد پاکستان میں ایسے ایسے عناصر کی نشاندہی فرمائی، جنہیں چرچہ کر ہندو لیڈر بھی ان کی ”وفاقی اور عقلمندی“ پر رشک کرنے لگے

یہ اسکیم برطانوی حکومت کو قائم رکھنے کی اور برطانیہ عظمیٰ کے مفاد کے لئے ہندوستان اور ہندو ممالک کے درمیان ایک

نیشہ کا نام دے گی (مولوی حفص الرحمن) (۳۶۲)

ملک کے مفاد کے لئے بالعموم مسلمانوں کے مفاد

بالخصوص نقصان رساں ہے (مولوی حبیب الرحمن)

اس اسکیم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلم لیگ کے

مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے (حافظ محمد ابراہیم)

کہا یہ جاتا ہے کہ کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر جو

مظالم ہوئے ہیں، پاکستان اسکیم ان کا نتیجہ ہے لیکن یہ

پاکستان کے بعد بھی ویسے ہی ہوتے رہیں گے یہ جو کہا جاتا

کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم ہوئے ہیں تو اس

کوئی بنیاد نہیں، اگر ان صوبوں میں لیگ والے بھی صاحب

ہوتے تو وہ مسلمانوں کے مفاد کے لئے اس سے زیادہ کچھ

جو کانگریس نے کیا ہے (حافظ محمد ابراہیم)

اس اسکیم میں اقلیتوں کے صوبوں کے مسلمانوں کو

کر دیا گیا ہے (مولوی حبیب الرحمن)

یہ با اختیار صوبوں کو دیں ریاستوں کے درجہ تک پہنچ

کی (مولوی حبیب الرحمن)

مسلمانوں پر یہ مذہبی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ امر

پیغام دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچا دیں لہذا وہ اپنے

منطقوں کے اندر مقید نہیں کر سکتے (مفتی کفایت اللہ) (۳۶۳)

ہم اسلام کی حفاظت اپنی قوت اور قربانی سے کریں

اسلام کی حفاظت پاکستان سے نہیں ہو سکتی، مجلس احرار

کے حقوق کے تحفظ کے لئے پہلے ہی جدوجہد کر رہی ہے، اگر

”اسلامستان“ کا الگ وجود عمل میں آیا تو وہ مجلس احرار

ہاتھوں عمل میں آئے گا (مولوی حبیب الرحمن)

اگر ہندوستان کی تقسیم مذاہب کی بنیاد پر کی جاتی ہے

لوگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ سکھوں کو ایک ”سکھ

بنانے سے روک دیں (مفتی محمد نعیم) (۳۶۴)

اقتدار کے بھوکے چونکہ مسلم اقلیتوں کے صوبوں سے

ہو گئے ہیں اس لئے یہ قوت و اقتدار کے متلاشی مسلم

کے صوبوں کو اکٹھا نہ بنانا چاہتے ہیں (مولوی سجاد ہزاری)

ہر ممکن نقطہ نظر سے میں نے مسلم لیگ کی تجویز

غور کیا، اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں

شرقی اور ناقابل عمل تھا جب تک کہ مسلمان حکمران رہے۔
اگرچہ ان میں سے اکثر جیسے غنشاہی ان دو قوموں کو ایک قوم
بنانے میں ناکام رہے لیکن ان کی روآوری اور انکشاف پسندی کی
دیکھ کر حالات پر امن رہے۔ انگریز برسرِ اشدِ اوج تھے۔ یہیں
لئے مسلمانوں کے ذہنوں کے مغربی کھلنا شروع ہو گیا۔ مسلمانوں کی خلافت
برہمنوں کے ساتھ جوڑ کر لیا اور مسلمانوں کو برہمنی معاشرے کا
اور سیاسی میدان میں شمولیت کر کے رکھ دیا۔ ان حالات کے باوجود
اٹھارہ سو برسوں کے سابقہ اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا اور دونوں
قوموں کے درمیان جو مذہبی اختلافات کی سطح حاصل تھی وہ وسیع
ہوئی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد حضرت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے
انہوں نے ہندوؤں کے بدلے ہوئے تیر دھرم کو اپنی قومیت قرار دیا
کہ ہندو اور مسلمانوں کا اتحاد کسی صورت میں بھی قائم نہیں رہ
سکا۔ ذیل میں ہم چند ایسے ہی مشاہدات و واقعات درج کرتے ہیں
یہاں سے یہ بات اظہارِ حال سے ملتی ہے کہ انہوں نے بھی نظریہ کو
برحق مانے اور اسے پروان چڑھانے کی خاطر جدوجہد کرنے کیلئے
حکومت نے ٹھیکر کھائی اور اپنی کم کم بھیجی کی وجہ سے ہندوؤں کے

یہ نہ صرف مجموعی حیثیت سے ہندوستان کے لئے بلکہ
مسلمانوں کے لئے بھی مضر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس
نئی مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ بہت سے نئے مسائل پیدا
ہوئے ہیں (ابوالکلام) آزاد (۳۶۶)

سرجان نے ایک بیدرد دہشت پسند کی طرح ہمارے
یہ ہم پیچھا ہے جس سے انتشار اور لامبانی پیدا ہوئی ہے
آج متعدد عمل وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی
بہت جتن اول درجہ کا فرقہ پسند بن چکا ہے۔ ہمیں
یہ اچھی طرح سوچنا چاہیے، مسرجان کی
مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی جو قرارداد منظور کی ہے
کلیسیٹہ شرانگیز نہیں کیا جاسکتا تو کم از کم اسے
وقت کے خلاف ضرور دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اس امر کا بدیہی
ہے کہ ہندوستانی سیاست ایک سخت مرغل میں مبتلا ہے
یہ ہوشیار سیاست دان ہے اور اس نے ہندوستان کی دو
قسموں کی چھٹل سے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور دھم پر چھاپا
ہے بجائے مختصر سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے لٹا دینے
تے۔ مسلمان سرمایہ داروں کے تقسیمی مصلحتات
کیلئے روکا نہیں جاسکتا، مسلمان بنگالہ داروں کے
لئے ہے، اونچے طبقوں کے خیالات کا قیام، مسلم قوم کے
چھاپنا ایک جتنی بات ہے، موجودہ حالات کو دیکھ کر یہ
کئی نکالا جاسکتا ہے کہ متحدہ اختلافات اپنے بڑھ چکے ہیں
اور فرقہ وارانہ فسادات مستقبل کے فسادات کے ساتھ
ہمیں گئے، مسرجان کی تجویز ایک سرورہ چہ کا انجم نہیں
ہو سکتی تھی سرورہ والا دیو جتا ہے اور اگر اس پر پوری
توجہ دیا گیا تو یہ بہت زیادہ ضرر کا باعث ہو گا اصل طلب
یہ ہے کہ اعلیٰ قرارداد نے جو پریشان کن صورت پیدا کر دی
اس پر کس طرح قابو پایا جائے؟ (افضل حق چوہدری)

آپ کے مہموں کے محافظ

ماؤنٹ ایوریسٹ
ڈرامائی کمپنیز

6660691

دھوکا انتظام

بھی 338 - سرورہ روڈ
صدر بازار لاہور کمپنیز

ناقابل عمل نظریہ

بات بلا شک و شبہ کہی جاسکتی ہے کہ ایک قوی نظریہ

مردم مقاصد کے سمجھنے سے قاصر رہے۔

مستر ولیم ایل شرر لکھتے ہیں کہ ایک راجہ عقیدہ ہندو کسی مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتا، یہاں تک کہ ایک ہی کتویں سے پانی پینے کا روادار بھی نہیں، گاؤں میں جہاں دونوں قومیں مملوک الحال ہیں اور پرامن رہتے ہیں، ایک کتواں ہندوؤں اور ایک مسلمانوں کے لئے ہوتا ہے، خوراک میں اختلاف بھی دونوں فریقوں کے درمیان اشتعال انگیزی کی ایک وجہ ہے ہندو سبزی خور ہیں، موٹا گوشت نہیں کھاتے، ان کے نزدیک گائے ایک جبرک جانور ہے اور وہ اسے ذبح کرنا کبیرہ گناہ سمجھتے ہیں، انگریز اور مسلمانوں جیسے گائے کا گوشت کھانے والے لوگوں سے انہیں نفرت ہے (۳۶۸)

ایک اور انگریز اپنے سفر ہند کے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ریل گاڑی چلتی رہی، جو نبی ہم روشنی والے اسٹیشنوں سے گزرتے گئے، سرخ پکڑیوں والے قلی اور اوپر گھومتے نظر آئے، نعرے لگانے والوں کا شور مچا تھا، مصرعہ تھا، 'ہندو چائے مسلمان چائے' ہندو پانی مسلمان پانی، حیرت ہے کہ ان وہ قوموں کے لئے تو علیحدہ علیحدہ بندوبست تھا، پارہ یا دوسرے فرقے اس سے مستثنیٰ کیوں تھے، اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اصل جھگڑا ان دونوں میں ہی ہے (۳۶۹)

اصل بات یہ ہے کہ ہندو صرف اپنے آپ کو پاک و صاف مخلوق سمجھتا ہے، اس پر اگر کسی دوسرے مذہب کے فرد خاص کر مسلمان کا سایہ بھی پڑ جائے تو وہ غصے ہو جاتا ہے، مذہب کی رو سے ایک ہندو کے لئے کسی بھی غیر مذہب سے وابستہ شخص کے ساتھ اکٹھے کھانا کھانے کی اجازت نہیں، اگر بغرض محال مخصوص حالات میں وہ ایسی جسارت کر بھی لے تو وہ ہندوستان سے خارج ہو جاتا ہے اور دوبارہ شمولیت کے لئے اسے ایک تکلیف دہ رسم کا سامنا کرنا پڑتا ہے (۳۷۰)

خواجہ افتخار صاحب کی روایت ہے کہ امرتسر کے کبھی بارغ کے قریب واقع ٹھنڈی کوئی کی سبیل پر (جہاں ہندوؤں کا قبضہ تھا) ۱۹۳۷ء تک غیر مسلموں کو شیشے کے گلاسوں میں پانی پلایا جاتا تھا لیکن جب کوئی پراسا مسلمان ٹھنڈی کوئی کے شیشے اور ٹھنڈے پانی

سے اپنی پیاس بجھانی چاہتا تھا تو اس سبیل پر پانی پلاتے، اس مسلمان کی اوک میں پانی ڈالتے وقت کم از کم دو اونچائی سے پانی انڈولتا تھا کہ کہیں پانی پلاتے وقت اس کے اس ہندو کے بدن یا قریب پڑے ہوئے شیشے کے گلاسوں جا گیں (۳۷۱)

جناب منظور الہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "گر میوں کی دوسر تھی، میں گپتا ہائی سکول کے ساتھ گزر رہا تھا، پیاس محسوس ہوئی تو میں نے سکول کی تک شیشہ پانی مانگا، بھلا وہ اس طوائی کا جس نے ترکی ٹوپی دیکھ کر دیتے ہوئے کہا بیابا جی کل سے آپ کا یہ گلاس ہوگا، اس احساس کے نازک آئینے نوٹ گئے، برسوں بعد ایک دوست نے بات سن کر کہا، طوائی کی ایک برکت نے تمہارے دل میں کا بیج بودا" (۳۷۲)

اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ ۱۹۳۹ء میں پنڈت لال نمونے راوی کے کنارے آزادی کا جھنڈا لہرایا اور مسلمان بھائی بھائی کا نعرہ بلند کیا، مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے پانی پینے کا علیحدہ علیحدہ انتظام تھا، اس موقع پر لائل اب فیصل آباد) کانگریس کمیٹی کے صدر حکیم نور دین پنڈت کے ہمراہ تھے، انہوں نے اعتراض کیا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی تو پانی پینے کا انتظام جدا جدا کیوں ہے اور احتجاجاً ہندو سبیل پانی پی لیا، ان کے برخواست ہوتے ہی وہ گلاس توڑ دیا (۳۷۳)

ہندو اور سکھ اس خیال سے کہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے سے وہ پلید نہ ہو جائیں، مسلمان خریداروں سے اپنے ہاتھ پیسے بھی نہ لیتے تھے، اس غرض کے لئے وہ ایک ٹکڑی کی استعمال کرتے تھے، اس کا دست خود طوائی تمام لیتا اور مسلمانوں سے کہتا کہ وہ اس کے پیالے میں پیسے ڈال دے، یہ ٹکڑی ڈوٹی اس واسطے استعمال کرتا تھا کہ ہندوؤں کا خیال تھا کہ مسلمان کی چھوٹی ہوئی ٹکڑی کو ہاتھ لگانے سے وہ بھڑست نہیں ہوتا، اس طرح ہندو دکاندار پلید ہونے سے بچ جاتا تھا، جب میں چوہدری افضل حق (رئیس الاحرار) اس ڈوٹی کے پیالے میں ڈال رہا تھا تو بد قسمتی سے دکاندار کو میرا ہاتھ لگ گیا، اس

بھجوا دیا گیا اور اس نے مجھے ایک ہی سانس میں لایا اور سنا ڈالیں، ایک ساعت کے لئے میں بالکل بھونچکا رہا اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔۔۔ ازاں بعد وہاں گیا اور زندگی کے کئی سالوں تک بعد میں کسی ہندو یا سکھ نے نہ کیا، میری زندگی کا یہ واقعہ جس نے میری زندگی کو پھل کو بالکل بدل کر رکھ دیا، اس وقت رونما ہوا تھا کہ میں کوئی بھی سیاسی یا سماجی تحریک نہیں تھی اور مسلمانوں کی باتیں برداشت کرتے رہتے تھے (۳۷۴)

اب دافع مولانا حکیم سلطان محمد صاحب (پیدائش ۱۸۷۵ء) اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین رحمہ اللہ پر انوار پر حاضری دینے کی غرض سے گئے، درگاہ شریف کے لئے "شور شر" سے دربار حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے لئے سفر کرنا پڑا تھا ہندو بٹے مسلمانوں کو شور سے بچتے تھے، اتفاق ایسا ہوا کہ جس ٹانگہ پر مولانا سلطان محمد صاحب کے ساتھی سفر کر رہے تھے، اس میں ایک ہندو بیٹھ رہا تھا، راست خراب تھا، ٹانگہ کو جھٹکے لگ رہے تھے جن سے مولانا صاحب کے ایک ساتھی کا جسم اس ہندو بیٹھ سے ٹکرا گیا، ہندو بیٹھ نے نفرت بھرے انداز میں کہا: "میں آنا، میرے کپڑے پلید کر رہے ہو" مولانا سلطان محمد صاحب کی غیرت ملی سے یہ ضبط نہ ہو سکا، انہوں نے فوراً اپنی کالی اور اس ہندو بیٹھ کو اصل جہنم کر دیا (۳۷۵)

جناب ممتاز حسین لعل، علامہ اقبال سے اپنی ایک ملاقات کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ہندو مدرشن کے عزیز نے ایک سرد آہ بھری اور کہنے لگا جان ہندو اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہم ہیں، ان کا مفاد ایک ہے اور نقصان بھی ایک، مگر یہ قدر اندیشہ ناک ہے کہ وہ اغیار کے اشارے پر آپس میں لڑ رہے ہیں"

حضرت علامہ (اقبال) کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے "یہ ضرور البوسناک ہیں مگر یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت وقوع پذیر ہو رہے ہیں" یہ منصوبہ انگریز کا بنایا ہوا ہے، ہندو بٹے نے دھوکے سے کہا "عزیز من یہ منصوبہ ہندو کا

تہ

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" ہندو بٹے نے دریافت کیا۔

"حالات کا تقاضا ہے کہ انگریز جلد یا بدیر ملک چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا، ہندوؤں کو یقین ہے کہ اس وقت یہاں مغربی جمہوریت رائج ہوگی، ممکن ہے مغربی جمہوریت انگلستان میں کامیاب ہو مگر یہاں اکثریت سے مراد ہندو اور اقلیت سے مراد مسلمان ہیں، ہندوؤں کا خیال ہے کہ مغربی جمہوریت کے پرے میں ملک میں خالص ہندو حکومت قائم ہو سکتی ہے اور مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے، ہندو فسادات کے پرے میں ابھی سے مسلمان کو مرعوب کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ بے چون و چرا ہندو کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال لے" (۳۷۶)

۱۹۲۵ء میں سوای مستیہ دیو پری پرائیج نے ساگر (متوسط ہند) میں تقریر کرتے ہوئے ہندوؤں کے عزائم کا اعلان کر دیا اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں تاکہ مسلمانوں کی انفرادیت ختم ہو جائے اور سب ہندو بن جائیں، سوای جی نے اپنا منصوبہ پیش کرتے ہوئے ہندوؤں سے کہا "ہندو سنگٹھن (اتحاد) کرو، مضبوط بنو، اس دنیا میں طاقت ہی کی پوجا ہوتی ہے اور جب تم مضبوط ہو جاؤ گے تو یہی مسلمان تمہارے قدموں پر سر جھکا دیں گے اور ہم ان سے یہ شرطیں منوائیں گے

۱ قرآن کو الہامی کتاب نہ سمجھا جائے

۲ محمد (ﷺ) کو خدا کا رسول نہ مانا جائے

۳ عرب وغیرہ کا دل سے خیال نکال دیا جائے

۴ سعدی و رومی کی بجائے کبیر تلمی داس کی تصانیف زیر مطالعہ رکھی جائیں۔

۵ اسلامی تنویدوں اور تعطیلات کی بجائے ہندو تنوید اور تعطیلات منائی جائیں۔

۶ مسلمانوں کو رام اور کرشن وغیرہ دیوتاؤں کے تنوید منانے چاہئیں، قرآن مجید کو الہامی کتاب نہ سمجھا جائے

۷ اسلامی نام رکھنے ترک کر دیئے جائیں، گزشتہ ہندوؤں کے نام رکھنے

۸ تمام عبادتیں عربی کی بجائے ہندی میں کی جائیں (۳۷۷)

ایک کانگریسی ہندو لیڈر تحریر فرماتے ہیں: سوال یہ ہے کہ پھر

ہندو مسلم اتحاد کیسے ہو، تو سنئے جناب ہندو مسلم اتحاد ایسے ہو جسے

میں سے ہوا ہے یا جیسے آریوں نے ہندوستان میں آکر قیام کیا
اس سے کیا آپ کا یہ کہنا میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کی طرح
آریہ بھی ہندوستان میں ملے کرتے آئے ہیں اور یہ بھی مسلمانوں
کی طرح روہیلہ ہیں۔ مگر آریوں اور مسلمانوں میں بڑا بھاری فرق
ہے۔ آریوں نے یہاں آکر ہندوستان ہی کو اپنی جسم بھوی سمجھ لیا
اور انہیں کے ہو کر رہ گئے، جیسے علی گڑھ کے لوگوں نے پوتھانا
میں کے بنارس اور ہر دوار کو مقدس سمجھا اور انہیں لیا جو کچھ
مسلمانوں کی حالت یہ نہیں ہے۔ وہ اب تک ہندوستان کو
اپنا گھر نہیں سمجھتے اور فلسطین، عراق، عرب اور مصر کے مقابلہ
میں ہندوستان کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ مولانا محمد علی کا انتقال نہت میں
ہوا لیکن نکلتے کے وہ فلسطین میں اور کسی ایک مسلمان نے بھی
یہ نہ کہا کہ ہندوستان کے لیڈر کو ہندوستان میں وفات پانے
مسلمان سے پوچھ رہی تھی کہ ”سبحان اللہ! صاحب پرہیزگار
مقدس وائے تھے جو اپنی پاک مٹی نصیب ہوئی“ اس کا مطلب کیا
ہے؟ یہی کہ ہندوستان کی مٹی پاک ہے یا اتنی پاک نہیں جتنی
فلسطین کی، اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ ہر مسلمان یہی تکرار کرتا
ہے کہ اس کی موت عرب میں ہو تاکہ اس کی لاش اسی زمین میں
چھائی جائے (۳۷۸)

----- کیا ہے؟ کیا اسی کو وطن کی محبت کہتے
ہیں؟ کسی مسلمان سے میں نے یہ نہ سنا کہ وہ ہندوستان کے کسی
مقام پر مرے یا بلیا کر دیا تاکہ کسی کی اتھل پرتھل نہ دیکھو
یہی پکار رہا ہے کہ: -----

میرے مولانا محمد علیؒ کے لئے یہ ہے مسلمان ہندوستان کو اپنا
وطن کہتے، دھرمی کہتے ہیں؟ مولانا حسین احمد رائے بڑے
پیشانی ہیں، لیکن ظاہر کے ساتھ ”مدنی“ لکھتے ہیں، اسی طرح
گوڑوں مسلمان ہیں جن میں سے کوئی اپنے کو شہزادی کہتا ہے،
کوئی ترقی یافتہ کہتا ہے، کوئی بھاری کہتا ہے، کوئی قدوائی کہتا ہے، کوئی
اصفہانی کہتا ہے، کوئی ہندوستانی کہتا ہے اور تو اور خان عبدالغفار
خان غالب کو شہر ہندوستان کے بیٹے، شہر افغان کہنا چاہتا ہے (۳۷۹)
----- ہندوستان ہندوستان میں تو لڑائی چل رہی ہے، اس کا
بہتر شہید اعلیٰ انگریز کی دیکھ چکے ہیں یہ ہم اپنی جانیں اس لڑائی

میں اس لئے قربان کر رہے ہیں کہ ہم اپنے دلش کو آزاد
پرکار سے خود مختار بنا دینا چاہتے ہیں، ہم کسی بات سے
ہندوستان کے باہر جھیک کا کنورا لے کر جانا نہیں چاہتے
اورش یہ ہے کہ زبان ہو تو ہماری رسم الخط ہو تو ہمارا
کا طریقہ ہو تو ہمارا لیکن مسلمان چاہتے ہیں کہ زبان
اور ایران کی رسم الخط ہو تو قرآن کا اور حکومت
سب سے نرالہ، آپ کی بات کو کوئی ہندو لیڈر بھی نہیں
”مقام کا دھرمی تو خیر کیا مائیں گے“ جو اہر لال شہزاد
رائے جیسے دھرمی بھی اسے نہیں مان سکتے، ہاں مسلمان
لئے چاہیں تو اردو کے نام سے فارسی عربی جو چاہیں
بولیں لیکن جب سارے ہندوستان کی قسمت کا سوال
پھر وہ اس قسم کی چیزوں کو ہمارے گلے نہیں باندھ سکتے
کوئی مذہب نہیں بلکہ ہندوستان کی سوسائٹی کا دوسرا نام
سے ہندو میں سب مذہب بنا سکتے ہیں، جس طرح ہمیں
بودھ و شیر و غیرہ سینکڑوں مذہب الگ الگ ہونے پر بھی
لفظ میں شامل ہیں، اسی طرح اگر مسلمان ہندوستان کو
سمجھتے ہیں تو انہیں ہندو سوسائٹی میں داخل ہونے پر مجبور
چاہیے، جس طرح چین کے مسلمان، مسلمان ہو
سوسائٹی میں داخل ہیں اور عقیدہ کے سوا کسی بات میں
سے مختلف نہیں، اسی طرح مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے
(۳۸۰)

ان حقائق کی موجودگی میں اگر کوئی یہ دھمکی کرے
قوی نظریہ کامل عمل اور شرعی لحاظ سے درست ہے تو
علان کرانے کے لئے ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے

چند گراں قدر آراء

محترم ولی مظہر ایڈووکیٹ راقطر از ہیں:
”مولانا محمد علی جوہر کے ان الفاظ پر برصغیر میں
تجربہ آپ نے فرمایا۔۔۔ میں مسلمان پہلے ہوں اور ہندو
میں۔۔۔ مولانا ابوالکلام آزاد، حسین احمد مدنی، مفتی محمد

--- اس سلسلے کی سب سے بڑی ٹرینڈی یہ ہے کہ عالمان دین نے
تادمہ "جہیت" نیشنل کانگریس اور اس کی پالیسی کے پرچوش
ہمنو اول میں شامل ہوئی اور شدت کے ساتھ اپنے مسلک پر قائم
رہی " (۳۸۳)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے افکار و نظریات کا تجزیہ کرتے
ہوئے جناب حکیم محمود احمد برکاتی تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا حسین احمد مدنی کی قوت فیصلہ کے متعلق ہم اچھی
زائے نہیں رکھتے، انہوں نے مدت العمر کسی بھی سیاسی مسئلے میں
اصالت رائے کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا، ان کا انداز فکر منطقی نہیں
مندیاتی تھا، انگریز دشمنی میں وہ حدود اعتدال سے تجاوز کرتے تھے
اور احساس وطن کے لئے وہ ہندو قوم سے غیر مشروط تھے۔
توکل تھے اور اس سلسلے میں اس حد تک بڑھتے تھے کہ
اشتراک وطن کی بنیاد پر مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک قوم فرمانے
لگے تھے، وطنی قومیت متحدہ کی تبلیغ کو انہوں نے اپنے مشن کا
ایک جز بنایا تھا اور شہر شہر اس کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے، زبان و
قلم پر راہور اس متحدہ قومیت کی حمایت میں صرف نہتے

سیف الدین کھلو وغیرہ اور اس قماش کے دوسرے گاندھی
منج کرنے والوں نے اس کا پورا پورا منایا، ان حضرات کا کہنا تھا کہ
ہندوستانی اور بعد میں مسلمان ہیں:

یہ لاگڑھی ملائیں تم کو بتاؤں کیا ہیں

گاندھی کی پالیسی کا عربی ترجمہ ہیں (اکبر الہ آبادی)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کانگریسی علماء کے راہبر گاندھی
نے اپنے مسلک کے --- خیرنامہ --- میں "قوی یک جہتی"
گاندھی پیدائش صدی میں --- مذہبوں کی ہم آہنگی کے عنوان
تحت لکھا کہ اس میں شک نہیں کہ ایک معنی میں یہ بات جو
ہم نے کہی جاتی ہے، صحیح ہے کہ میں مذہب کو اپنے ملک سے
عزیز رکھتا ہوں یعنی میں --- ہندو پہلے ہوں اور محب وطن بعد
میں --- مگر اس عجیب و غریب سے بڑے بڑے قوم پرور سے
محبت وطن نہیں ہوں، میرا اس سے صرف یہ مطلب ہے کہ
ملک کے اغراض و مقاصد وہی ہیں جو میرے مذہب کے ہیں

ممتاز صحافی و مدیر ماہنامہ حکایت جناب حمایت اللہ متحدہ

قوت کا مقصد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قومیت کے اس فریب کارانہ نظریے کا خالق مسلمان
گاندھی اور اس کے صف کے دیگر ہندو لیڈر تھے، ان ہندو
مذہبی اور مفکروں نے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے توڑنے کے
لئے "ہندوستانی قومیت" کا غلطیہ عام کیا، اسی کے تحت انہوں
--- ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ہندوستانی (ہندو، سکھ اور مسلمان)
کی بغاوت کہا، افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض مسلمان بھی
تحریر قومیت کے قائل ہو گئے، یہی وہ مسلمان زعماء و دانشور
علماء تھے جنہوں نے مطالبہ پاکستان اور دو قومی نظریے کی
تائید کی تھی، انہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا

مولوی سید سعید عالم ندوی کا نقطہ نظریہ ہے:

"متحدہ قومیت کے ماننے والے ایک چل میل مشترک
--- اور مشترک قومیت کے گمن گاتے تھے جس کے نتیجے میں
ہماری جذبہ زور پکڑ رہا تھا اور اکبری دور کی ہندوانہ جاہلیت
اور مسلمانوں کے پھر پلٹ جانے کی راہ ہموار ہو رہی تھی

الْوُفِیْرُکِس

لیڈیز اینڈ جینٹس کی رائیٹی کا مرکز

سفاری شو بزم سوٹ
اور تمام اقام کی ورائٹرز
موجوب ہیں

صدر بازار لاہور کمیٹی
6660691

احرار کی وساطت سے میرے ذہن میں اتر چکا تھا، کانگریس کے ارباب دست و کشادہ ہندو تھے اور ہندو بھی ایسے جو مسلم اکثریت کے صوبوں میں انتہائی قلیل تعداد میں ہوتے ہوئے بھی صنعت و حرفت اور تجارت پر پوری طرح قابض تھے، ویمات کے ایک چھوٹے سے بچے کے پاس بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں رہتی ہوتی تھیں لیکن ہندو اتنے پر بھی قانع نہ تھا بلکہ وہ تو ان مسلمانوں کو جن کے آبائی اجداد صدیوں ہندوستان پر حکمران رہے تھے اپنا غلام بنا کر اچھوتوں اور شورروں کی زندگی گزارنے مجبور کرنا چاہتا تھا، فی الحقیقت انہیں انگریز سے نفرت نہ تھی ورنہ آزادی کے بعد بھی لارڈ مونت بیٹن کو کیوں اپنا گورنر جنرل بنائے رکھا، بلکہ ان کی نفرت کا مرکز مسلمان تھے، یہ تھا وہ ہندو جس کا ساتھ مجلس احرار سمیت سادہ لوح مسلمان علماء دے رہے تھے، چنانچہ ہندو بھی ان علماء اور خاندان کی بھرپور مدد کر رہے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صرف انگریزوں کو اس ملک سے نکلنے کی دیر ہے پھر مسلمان خود بخود برسرِ اقتدار ہوں گے کیونکہ ہندو تو حکمرانی سے رہا ہے تو کاروباری شخصیت ہے، افسوس کہ مسلمانوں کے یہ نادان دوست ایک زبردست غلط فہمی میں مبتلا تھے، آج بھارت میں مسلمانوں پر جس طرح غمراہ حیات تلک ہو رہا ہے، وہ ان کی خوش فہمی کی تاریخ بیان کر رہی ہے اور وہی کاروباری دنیا آج پورے ایشیا کو برباد کرنے کی کوشش میں ہے (۳۸۶)

تھے۔ میں تب کہ ایک بار دہلی میں انہوں نے یہ گمراہ کن اور سرکھٹا وعدہ ثنایت دوز کے ساتھ فرمائی کہ ”اقوام اہل ان سے بنی ہیں“ (۳۸۷)

مشہور صحافی، مورخ و مدیر ماہنامہ ”مسلم“ جناب ثنایت عارف متحدہ قومیت کو ہندوؤں کی سازش قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی ہو چکا تھا، وہ اجتماعی سطح پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہند بدر کرنے کے لئے صبح و شام طرح طرح کی سازشوں اور ریش روایتوں میں مصروف رہتے تھے، سیاسی سطح پر انہوں نے متحدہ قومیت کا ڈھونگ کانگریس کی مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جسے ہندوستانی کہتے ہیں، یہ ہندو سامراجیت کی ثنایت گہری سازش تھی، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو جائیں اور ہندو اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں، ہمارے بے شمار سادہ لوح اور عاقبت نااندیش علماء کرام بھی ان کے اس دام ترویج کا شکار ہو گئے اور نیشنلسٹ علماء کلام نے آخر محبوبوں کرنے لگے“ (۳۸۵)

”سید میر بادشاہ بخاری ایڈووکیٹ راولی ہیں:

کانگریس کا مشہور نظریہ ”متحدہ قومیت“ بھی (مجلس)

ارشاد امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ

روند جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات غلیظ غلیوں میں بھی گرتی ہیں اور رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے اور یہی حال شہرت کا ہے کہ اگر سے تنہاوں میں وہ لوٹ چلائی جاتی ہے کہ آدھا آٹھوہ بھی شہرت ہے باقی نہیں رہتا اور تمام شہرت مگر کر زمین پر رہتا ہے اور خیرات اور لکڑ جاتے ہے یا بوجہ رزق کے بے ادبی کے گناہ ہے (الجواب) یہ خیرات تو نہیں ضرورہ بینات ہے نہ ارادہ، اندکی یہ صورت ہے بلکہ دکھاوے کی اور حرام ہے اور رزق بے ادبی اور شہرت کا ضائع کرنا گناہ ہے (حکام شریعت ص ۳۳)

خیرات کی چیزیں اوپر سے پھینکنا اور لوگوں کا ان کو لوٹنا مسئلہ = لیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ”آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں کہ بچتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں اور کلوے روٹیوں کے اور بکٹ وغیرہ پھیلتے ہیں اور صدقہ دہی ان کو لوٹتے ہیں ایک کے اوپر ایک کرتا ہے بعض کو بڑے لک جاتی ہے اور وہ روٹیاں نیچے زمین میں گر کر پاؤں سے

قائد اعظم اور قوم پرست مولوی

نیچے بیانے تراش کر قائد اعظم اور ان کے رفقاءے کار پر گمراہی اور بے دینی کے فتوؤں کی گولہ باری کرتے تھے بلکہ ایک فتویٰ تو خود مفتی صاحب سے بھی منسوب ہے جو اسی مقالہ کے ”مسلم لیگی اور قوم پرست مولوی“ کے باب میں موجود ہے لیکن ایک سیاستدان کی طرح وہ گذشتہ زمانے کی باتیں بھول گئے، آج اگر مفتی صاحب زندہ ہوتے تو ان سے یہ گزارش بجا طور پر کی جاسکتی تھی کہ نیچے درج فتوؤں کا مطالعہ فرمائیں تاکہ بھولی بھری باتوں کی یاد تازہ ہو جائے، مفتی صاحب کے پہنچنے کا جواب جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما چوہدری رحمت الہی نے ایک مختلف انداز میں دیتے ہوئے کہا تھا:

”کافر سازی کا کاروبار خود مفتی (محمود) صاحب کی جماعت میں بلا تکلف ہوتا ہے اور خود مولانا مودودی اور جماعت اسلامی بھی اس سے محفوظ نہیں رہی“ (۳۸۸)

سروست میں بعض وہ فتوے نذر قارئین ہیں جو تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح علیہ السلام پر لگائے گئے تھے، مشہور مولانا جناب رحیم احمد جعفری رقمطراز ہیں:

”جب نئے انتخابات کی گماگمی شروع ہوئی تو مجلس احرار کے روح رواں مسٹر مظہر علی اعظم (۳۸۹)

اور تحریک خاکسار کے

بانی اور علیہ دار مسٹر حمایت اللہ مشرقی نے علی الاعلان برسر عام مسٹر جناب پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے ایک ”غیر مسلم“ سے ”سول میرج“ (۳۹۰)

کی تھی اور یہ کہ خود مسٹر جناح کا اسلام منکوک و مشتبہ ہے، اس لئے کہ جو قرآنی احکام کو ٹھکرا کر ایک ”غیر مسلم“ سے شادی کرے، وہ کافر نہیں تو کیا ہے؟ مسٹر مظہر علی اعظم نے تو بھرے جلد میں ایک فی البدیہہ شعر بھی ارشاد فرمادیا:

انہوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور محبوب رہنما قائد اعظم محمد علی جناح علیہ السلام اور عظیم اور قابل احترام شخصیت ہیں جنہوں نے انگریزوں، ہندوؤں اور قوم پرست مولویوں کے خلاف ایک بڑے وقت مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی اور انہیں ہارنے کا اعزاز حاصل کیا، یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض شخصیات آج بھی مخصوص خیالات رکھنے کی وجہ سے ان کی عظمت کو تسلیم کرنے سے گریز کرتے ہیں، حالانکہ اب تو صحیح حالات و صورت حال سامنے آچکی ہیں جن سے اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ نہ تو کبھی اور نہ ہی کسی کے آگے جھکے اور جس نظریہ کی حمایت کرتے رہے وہ بالکل صحیح اور برحق تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے ذمہ دیا تھا کہ آج گدڑوں مسلمان ہندوؤں کے ظلم و ستم کو دیکھ کر ایک آزاد اسلامی ملک میں سانس لے رہے ہیں، ان میں وہ جانے والے فیروز مسلمانوں کا سارا بھی حمایت میں ہیں لیکن جو پھسل گئے وہ پھسل ہی گئے، انہوں نے جی بھر مسلمانوں کے قائد اور مسلم لیگ کی مخالفت کی، ان پر فتوے جاری کیے گئے، ان کا ایجنڈا قرار دیا اور اسلام و دشمن ہندو لیڈروں کو تحریک دیتے رہے، دنیا جانتی ہے کہ عظمت مصطفیٰ علیہ السلام نے انتخابات میں ان ہندو نواز مولویوں کی ضمانتیں دینا پر ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت گمراہی پر

فتاویٰ

”چیلنج کیا کہ“ ہمارے اکابر نے قائد اعظم یا مسلم لیگ کو کافر نہیں کہا“ (۳۸۷)

حیرت ہے کہ مفتی صاحب اور ان کے ہمراہ تھے جس وقت ان کے اکابر مختلف

"(۳۹۱)"

اسی امارت شرعیہ ہمارے کا یہ لازوال کارنامہ ملاحظہ فرمائے

تالون

"لیگ کے قاعدے نے ۱۹۱۲ میں سول میمن کے مطابق شادی ایک کافر عورت سے کی تھی" اس میں اپنی لامذہبت امانت اور اب تک انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت نہیں کیا" (۳۹۰)

حقیقت یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ نے کسی غیر مسلمہ خاتون سے شادی نہیں کی تھی بلکہ ان کی بیگم نے شان سے قبل اسلام قبول کر لیا تھا، منشی عبدالرحمن رقطار ہیں: "قائد اعظم نے ایک پارسی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کیا جس پر رتن بائی نے بھی کے ایک ممتاز خطیب کے رو ایک پروکار تقریب میں اسلام قبول کر لیا، مغائرت کی واپار سے پر دونوں کی حسب احکام شریعت محمدی نکاح و شادی ہو گئی جس سے معروف اخبار سینیٹسمین نے ان الفاظ میں خبر شائع کی: سر سید سینیٹ کی انکوائری صابزادی میں رتن بائی نے کل اسلام قبول کر لیا اور آج آئینہ میل ایم اس جناح سے ان کی شادی ہو رہی ہے" (۳۹۸)

علامہ شبیر احمد ہاشمی کے بیان کے مطابق: "بیمیں کے یہ خطیب مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کے تھے مولانا احمد صوفی تھے جن کے پاس قائد اعظم بھی کبھی حاضری دیتے تھے" (۳۹۹)

حیرت کی بات یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں جس قابل احرام اور عظیم شخصیت کو اپنا رہنما منتخب کیا، ان کے کفر کے قتلے لگائے گئے لیکن ان ہی حضرات نے اسلام کے دشمن اور بتوں کے پجاری مسٹر گاندھی کو نہ صرف منبر رسد بنایا (۳۰۰) بلکہ ان کے اہل بیت کو بھی اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اسی "مقامی" کی زیر قیادت میں مصروف رہے، یہ سوچنے کی تکلیف گوارا نہ کی کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو شکست دے کر ہندو راج قائم کرنے کا کامیاب ہو جائے تو کیا مسٹر گاندھی کی قوم انہیں آزاد ہندو

"ہندو" کے واسطے اسلام کو چھوڑا

"یہ کافر اعظم ہے کہ ہے قائد اعظم" (۳۹۱)

ایک اور مقام پر جناب رئیس احمد بخاری حیرت کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ حیرت جانشین شیخ الحد اور دیوبند کے شیخ الحد مولانا حسین احمد صاحب مدنی پر ہے، ان تمام تحریروں، تردیدوں کے ملاحظہ فرماتے کے باوجود مسٹر اور مسز جناح کے کفر اور سول میمن کے افسانہ پر انہیں اب تک یقین ہے، اب بھی وہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں مسلمانوں کے "کافر" لیڈر اور کافر بیوی کا ذکر کرتے رہتے ہیں، کوئی بتاؤ کہ ہم بتائیں کیا؟" (۳۹۲) ترجمہ لکھی

مولوی حسین احمد دیوبندی سی ۳۷ اکتوبر ۱۹۳۵ کو مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا تھا اور قائد اعظم کو کافر اعظم کے لقب سے نوازا تھا (۳۹۳)

مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک نامہ منشی عبدالرحمن صاحب کاکھری مولویوں کی الزام تراشی کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"قائد اعظم نے جب اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے پاکستان کی تحریک چلائی تو پھر کاکھری مولویوں کی باری آئی اور انہوں نے قائد اعظم کی شادی کے مسئلہ کو بنیاد بنا کر ہندو کاکھریوں کو وفاداریوں کا یقین دلانے کے لئے قائد اعظم کو کافر سے کافر اعظم بنا دیا" (۳۹۴)

عزیز کشمیری صاحب اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض صاحب بھی اس سے آگاہ رہیں کہ جن لوگوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا تھا، وہ ان کے ساتھ میں تھے اور وہی لوگ ہیں جو مسجد کی دیواروں سے لے کر نکاح کے چھوڑوں پر خیریت جانتے ہیں" (۳۹۵)

منشی محمود صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"جمعیت العلماء ہند نے امارت شرعیہ فی اللہ کا اہتمام کر کے مسلمانوں کے لئے دینی وحدت کا اہتمام کیا، یہ پروگرام ہمارے سب سے زیادہ کامیاب ہوا اور اب تک ہے

بدعت تم اسے کافر اعظم قرار دے رہے ہو (۲۰۳)

بے دینی

اس میں شک نہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح کسی دینی دارالعلوم سے فارغ التحصیل نہیں تھے نہ ہی انہوں نے اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا۔ اس لئے نیشنلسٹ مولویوں کے معتقدین یہ پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ اسے مسلمانوں نے ایک رافضی بدوین کا ساتھ دینا ہے یا اسلام کے محافظ حضرت شیخ الاسلام کا۔ حالانکہ یہ تقابل ہی صحیح نہیں تھا، ایک جانب مسلمانوں کے قائد اعظم محمد علی جناح تھے تو دوسری طرف دشمن اسلام مسٹر گاندھی، ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے قوم پرست مولوی قائد اعظم کو پزیر اور مسلم لیگیوں کو پزیریوں سے تشبیہ دیتے تھے:

اس اسلامی نظام نافذ کرنے کی اجازت دے دیجیے، کیا ہندو اپنے مذہب کو پس پشت ڈال کر اپنی توانائیاں اسلام کی تشوہل پر صرف کرتے یا بامری مسجد کی طرح (۲۰۱)

----- سوچو عبادت گاہوں سے بھی بچو دھو بیٹھے، سب سے زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ یہ مہربان اپنے کارناموں کو اب بھی برحق سمجھتے ہیں اور کسی تنقید و تفسیر کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ہفت روزہ ”زندگی“ کے ایک مضمون میں مفتی محمود صاحب سے گزارش کی گئی تھی: ”ہمیں تو رہ نہ کر خیال حضرت قائد اعظم کا آرہا ہے، آج حضرت مفتی صاحب نے قائد اعظم کو سچا مسلمان قرار نہیں دیا، میں قائد اعظم کی درخواست سرخ فیتے کا شکار تو نہیں ہوگئی، سب مسجدوں میں سرخ مولوی ہو سکتے ہیں تو سرخ فیتہ کیوں نہیں ہو سکتا (سکا) حضرت قائد اعظم کو اس دنیا سے رخصت ہوئے اکیس سال بیت گئے، ان کی زندگی میں تو مفتی صاحب کو ان پر ”رحم“ نہ کیا وہ اب تو اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور ان کو ”سچا مسلمان“ قرار دے دیں (۲۰۲)

مفتی صاحب کے قریبی ساتھی مولوی غلام غوث ہزاروی نے ردیہ پر اسی ہفت روزہ نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا تھا: ”یہ وہی مولانا ہیں جن کی صدارت میں قیام پاکستان سے پہلے اسی عرصہ پہلے اسی لاہور کے دہلی دروازہ کے باہر ایک جلسہ میں اجازتی لیڈر مظفر علی اٹھر نے تقریر کرتے ہوئے دریدہ سے کام لیتے ہوئے قائد اعظم کو کافر اعظم قرار دیا تھا اور مولوی صاحب نے اسے لگام دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد منیر اٹھواری کیپٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں مظفر علی اٹھر نے پھر کہا تھا کہ وہ مسلمان ہی بانی پاکستان کو کافر اعظم ہی سمجھتا ہے لیکن مولانا (غلام غوث ہزاروی) نے اس وقت بھی اس ناانصاف کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی کہ جس شخص کو تم حبش باطن کا مظاہرہ کرتے ہو کافر اعظم کہہ رہے ہو، وہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی شخصیت کا بانی ہے اور یہ کارنامہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بدنامی کا سہرا لٹا دینا ہے اور اس کا سہرا اس شخص کے سر پر لٹا دینا قرآن و سنت کی حکومت کے سوا کوئی بات نہیں کرتا لیکن

جی۔ ایس۔ ٹیلرز
جینٹس سپیشلسٹ

سلائی اور کرٹھائی کا کام
تسلی بخش کیا جاتا ہے

عزیز مارکیٹ
صدر بازار سرور روڈ لاہور کینٹ
پرور پرائیڈ محمد یاسین خان

تھے، جو فرد یا گروہ قرآن و سنت کے نام کو ذاتی مفادات حصول کے لئے استعمال کرتا ہو، حق اس کے لئے کوئی نہیں رکھتا، باطل کا ساتھ دینے والے یہ علماء ہر لحاظ سے گویٰ کو شعار کرتے رہے، انہوں نے قائد اعظم کے متعلق کہ انہیں اسلام کے بارے میں بنیادی حقائق بھی معلوم نہیں حالانکہ قائد نے مختلف موقعوں پر اسلام کے متعلق جو باتیں کہی، وہ اسلام کی روح سے واقفیت کی دلیل ہیں، خصوصاً انہیں راک لینڈ کے سرکاری ممان خانے میں تو اب بہادر یار جنگ موجودگی میں مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ کہا وہ صدق کلمہ کے ۱۹۳۱ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے قائد اعظم اسلام کے متعلق ان نام نہاد علماء سے کچھ زیادہ جانتے تھے (۳۰۶)

اس حقیقت کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے مخصوص انداز میں اس طرح کیا تھا کہ:

"مشر جتھ اور مسلم لیگ قرون وسطیٰ کے نظریات ملہا رہے ہیں مگر کانگریس ماڈرن ہے" (۳۰۷)

گالیاں

علیم محمد حسین بدر مرحوم راوی ہیں

"۱۹۳۳ء میں راقم الحروف جب اپنے ایک دوست الرحمن چٹا گانگی سے ملنے جامعہ ملیہ دہلی پہنچا تو مولانا عبد الحمید سے بھی ملاقات ہوئی۔۔۔ میں نے سیاہ رنگ کی اور علی گڑھ کٹ کا پاجامہ اور سر پہ ترکی ٹوپی پہن رکھی تھی، مولانا (عبد اللہ سندھی) کی مجھ پر نگاہ پڑی تو کہنے لگے کہ یہ دشمن جامعہ ملیہ میں کیسے آیا، خلیل الرحمن نے مجھے دور پہچان لیا اور کہا کہ یہ ایک پنجابی طالب علم ہے جو مجھ سے ملے، مجھے خلیل الرحمن مولانا صاحب کے پاس لے گئے، صاحب سے میں نے سلام کیا، مولانا صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ علی گڑھ میں زیر تعلیم ہیں، میں نے کہا، جی

"کانگریس، جمعیت العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو جو ملاحیاں سنائیں، ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے، ان لوگوں نے مسز محمد علی جناح کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزیدوں سے تشبیہ دی، خدا کا شکر ہے کہ کہیں گاندھی کو امام حسین علیہ السلام سے مشابہ قرار نہیں دیا" (۳۰۸)

مولوی حسین احمد دیوبندی فرماتے ہیں

"باوجودیکہ مسز جناح مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت بخت بخت بھی ہیں، نہ ان کی زندگی مذہبی ہے نہ اس بچارے نے مذہبی ہونے یا مذہبی قیادت کا دعویٰ کیا ہے، وہ ایک گامیاب بیرونی سیاست بھی اس قسم کی جو کہ یورپین اقوام اور ممالک کی ہے، اسلامی سیاست سے نہ وہ واقف ہیں اور نہ اس کے مدعی، اس پر طرح یہ ہے کہ اصحاب اغراض عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے امام اور قائد اعظم ہیں" (۳۰۹)

جنا ب راجہ رشید محمود صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح ان نام نہاد "علماء" سے اسلام کے متعلق زیادہ علم رکھتے تھے جو انہیں بے دین سمجھ رہے تھے

"جن علماء" نے "ہندو مسلم اتحاد" کے نعروں میں کانگریس والوں کا آگے کاربنا منظور کیا تھا، انہوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم کہا، دین کو وطن کے مقابلے میں اہل ہندوؤں سے دو سٹی کے تاجر میں پس پشت ڈال دیا، پاکستان کے حامیوں کو بدعتی اور مشرک قرار دیتے رہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے اور اپنی زبان و آڑیوں کے سارے ان کے خلاف فضا پیدا کرنی چاہی، قائد اعظم کو اسلام کی مبارکات سے بھی ناواقف گردانا گیا، انہیں ان کی وضع قطع کی بنا پر "انگریز" کہا گیا، حالانکہ حقیقت صرف یہ تھی کہ قائد اعظم ان ہندو دوست "علماء" کے ہمدردوں کی طرح منافقت کے قائل نہیں تھے، ان کے ظاہر و باطن میں اور گفتار و کردار میں کوئی عقادت نہ تھا، وہ کانگریس منافقت سے بےزار تھے، امیروں کے "غریب دوستی" کے دعوؤں کی حقیقت سمجھتے

بخاری، شیخ حسام الدین امرتسری کو معلوم ہوئی تو انہوں نے بے حد برا منایا اور مجھے بلا کر کہا:

"خان بھائی، احرار کے دل میں آپ کی بے حد عزت ہے لیکن آپ نے مولانا سندھی کو یہ بابا کھڑک سنگھ کا خطاب دیا ہے" اس سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی ہے، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ہمارے ان بزرگوں کی یادگار ہیں جنہوں نے حضرت شیخ الحدید سید محمود الحسن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کے احکامات کی تعمیل میں زندگی کی بہترین ہماریں لٹائی ہیں، ہم مولانا کی غلطیاں بھی پکڑنا گناہ سمجھتے ہیں اور "خطائے بزرگان گرفتند خطا" یقین کرتے ہیں، ایسی حالت میں ہم چاہتے ہیں، آپ کو عبرت ناک سزا دیں" (۳۱۱)

ظاہر ہے کہ یہ سوچ اسلام سے مطابقت نہیں رکھتی کہ اپنی پسند کی شخصیت جو چاہے کرے وہ ہر حال عزت کی مستحق ہو اور مخالف، اسلام کی خدمت بھی کرے تو وہ گردن زنی قرار پائے، اسلام تو ہمیں ہر حال میں انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے چاہے اس کی زد میں اپنے ہی کیوں نہ آئیں، اس سلسلہ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ کو داد دینی پڑتی ہے کہ ۱۹۲۱ء میں جب انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرتے ہوئے فتویٰ دیا (۳۱۲)

----- تو اپنے

پرائے کی تیز کے بغیر صاف صاف شرعی حکم بیان فرمایا، یہاں تک کہ اپنی بچی اچھٹے کی بھی پردہ نہ کی، اس سلسلہ میں ہندو پریس کی مدد سے بعض کم فہم مولویوں نے انہیں انگریز کا ایجنٹ مشہور کرنے کی کوشش فرمائی اور بعض خوف خدا سے بے نیاز ہو کر اب بھی اس شغل میں مصروف ہیں لیکن جب جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تو سب اہل ایمان کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حق وہی تھا جو فاضل بریلوی نے فرمایا تھا (۳۱۳)

اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے ہم محترم غلام فرید کیلانیہ کے تاثرات پیش کرتے ہیں:

"جنگ شہر میں ہندو قوم کی اکثریت تھی، لوکل بائیو کے ادارہ پر ان کا قبضہ تھا اور تعلیم میں ہم سے پچاس سال آگے تھے، ان میں پورا سیاسی شعور آچکا تھا، ان کے پاس بولنے کے لئے کانگریس کا اسٹیج موجود تھا، مولویوں کے بڑے گروہ -- ان کے

صاحب نے کہا کہ آپ نے ایسے شخص کو قائد اعظم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کی زبان اور دین نہیں جانتا، میں نے جواب دیا کہ انہوں کی اکثریت کانگریس متفقہ فیصلہ ہے اور ۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو اتحاد کے جامعہ علی گڑھ نے ایک تقریب میں محمد علی جناح کو قائد اعظم خطاب دیا اور انہوں نے ازراہ خوشنودی طلبہ اسے قبول فرمایا، اب سنتے ہی مولانا موصوف آپ سے باہر ہو گئے اور حضرت اقبال اور قائد اعظم کے لئے ایسی فٹش اور بازاری زبان کی کہ جو تحریر سے باہر ہے" (۳۰۸)

جماعت اسلامی کے ایک کارکن جناب محمد یعقوب ظاہر اپنا خیال الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"راقم الحروف مارشل لاء لگنے کے ڈیڑھ ماہ بعد یا لک ٹریبون میں، میاں چٹوں میں ایک مشاعرے میں گیا، وہاں شاعروں میں امین گیلانی، سائیں حیات اور غلام نبی جانپاز کے تھے، رات کو غلام نبی جانپاز اور سائیں حیات نے محمد علی جناح مرحوم کو ماں بہن کی گالیاں دینی شروع کیں، میں چوڑھویں، چھارویں کی سطح تک سے نیچے اتر کر تو راقم سے شدید جھڑپ لینی پڑی" (۳۰۹) تعلیم کے شعبہ

یہ لوگ مسلمانوں کے محبوب رہنما کے متعلق تو اس قسم کی باتیں مناسب زبان استعمال کرتے تھے لیکن جب معاملہ اپنے اوج پہنچا تو ان کی سب کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیتے، ہندو قوم کے مشہور مبلغ مولوی محمود حسن کے متعلق مولوی محمد تقویٰ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کو کبھی شیخ الحدید کے حیرے دل پر ایک تیر سا لگتا ہے، اس لئے کہ شیخ الحدید، شیخ الاسلام کو شیخ الحدید کہتے ہیں، بہت ہی برا معلوم ہے، اس میں حضرت کی ستیغ معلوم ہوتی ہے، ان مدعیان حضرت کی شان ہی کو نہیں پہچانتا" (۳۱۰)

اس سبب نماز پڑھنے کی بات اور دیگر انتہا پسندانہ باتیں گفتگو کو مد نظر رکھتے ہوئے خان غازی کابلی احراری مولانا عبید اللہ سندھی کو "بابا کھڑک سنگھ" کا خطاب عطا فرمایا، صاحب کا بیان ہے کہ جب یہ بات مولوی مفتی علی محمد حبیب الرحمن لدھیانوی، مولوی عطاء اللہ شاہ

نیازی صاحب نے فرمایا:

"آج جو اس کی تائید کر رہے ہیں، میں نے جب صاحب کی زبان سے یہ بات سنی تو میں اسی وقت کھڑا ہو گیا اور نے کہا کہ "بند کرو" وہ اس وقت سہم گئے، مجھے تو نے روک لیا، "ازراہ مذاق نہیں کہا، جب یہ لوگ الگ محفل میں بیٹھے ہیں تو ان کے منہ سے وہی نکلتا ہے، ان کے منہ سے بغض نکلتا ہے جو کہ ان کے دلوں میں اس سے زیادہ ہے۔" جب الگ بیٹھے ہیں تو پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں، قائد اعظم کو گایا دیتے ہیں، "جمعیت علماء اسلام جو کہ نظریہ پاکستان کو فروغ دینے کے لئے قائد اعظم کی قیادت پر مکمل یقین اور اعتماد رکھتے ہیں، وجود میں آئی تھی، اب وہی جمعیت علماء اسلام کا مقرر مولویوں کی وکالت کا حق ادا کر رہی ہے، کبھی حسین احمد مدنی لڑکے کو بلواتی ہے، اس کی تائید کرتی ہے کبھی ابوالکلام آزاد تائید کرتی ہے اور بھی قائد اعظم کے خلاف کہتی ہے، میں کہوں کہ اس سے بڑا فراڈ سیاسی تاریخ میں آج تک نہیں ہوئی وہی لوگ جو تحریک پاکستان کے مخالف تھے اس جماعت میں گئے جو نظریہ پاکستان کی علمبردار تھی" (۳۱۷)

مولانا نیازی صاحب سے محذرت کے ساتھ ہم یہ گزارش کریں گے کہ اس سے بھی بڑا سیاسی فراڈ یہ ہے کہ قائد اعظم یہ ناقدین اب بانی پاکستان ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، ان بیانیوں کا مدارک نہ کیا گیا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ پاکستان کی تاریخ مسخ ہو کر رہ جائے گی اور نئی نسل مخالفین، محسین اور محسین کو مخالفین سمجھنے لگ جائے گی، اختصار پیش نظر یہاں چند حوالے پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

"پاکستان کے قیام کے لئے مولانا حسین احمد مدنی نے زمین ہموار کی کیونکہ اگر وہ اتنی بے یلگری سے انگریز کے خلاف نہ لڑتے تو انگریز کبھی اس ملک سے نہ جانا اور یوں پاکستان قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوتا" (مولوی ضیاء القاسمی) (۳۱۸) "بڑے دکھ اور افسوس کی ساتھ کہتا پڑتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہزاروں مصیبتوں، تکلیفوں، اذیتوں کے بعد جو قانون قرآن کو نافذ کرنے کے لئے فکر زمین (پاکستان) کیا کیا۔۔۔" (مولوی عابد اللہ انور ابن مولوی احمد علی لاہور)

مرغ دست آموز بنے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو سیاسی طور پر گمراہ کرنے کا منصب ان کے سپرد تھا۔ ان کا کام صبح شام قائد اعظم اور مسلم لیگ کو گایاں دینا تھا، اس وقت پاکستان کے مخالف تھے اس کے خلاف فتوے جاری ہوتے تھے، اب اسی پاکستان میں اسلام کا آئین نافذ کرنے کا مطالبہ ہے، اگر خدا نخواستہ پاکستان کا قیام نہ ہوتا تو خدا معلوم یہ اسلام کہاں نافذ کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آج تک پاکستان کو دل سے قبول نہیں کیا، جواب بھی قرآن مجید پڑھ کر بچے گاندھی کی روح کو بخشتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ (پاکستان بنانے کے گناہ میں ہم شریک نہیں تھے) (۳۱۳)

مجلس احرار کے سرکاری رہنماؤں کے مشاغل کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب سید زاہد حسین رقمطراز ہیں:

"اجزائی لیڈر شپ تقریر کے معاملے میں لاثانی تھی، جذبات کو مشتعل کرنے اور پھر ان مشتعل جذبات کو عامیانہ مذاق سے فرو کرنے، سامعین کو ہنسی کا گول گپا بنا دینا اور اپنے عجیدہ سے شجیدہ، محترم سے محترم اور عظیم سے عظیم سیاسی حریف کو پھبتیوں میں اڑا دینا اجزائی لیڈر شپ کی غالب اکثریت کا خاصہ تھا۔ ان دنوں بمالویر اجرار کا ایک بہت بڑا گڑھ تھا اور عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے ساتھیوں سمیت قائد اعظم کی آمد روزگارے قسم کی شخصیت کا سرعام منہک اڑانے میں اور تحریک پاکستان کے خلاف ریاست کی فضا کو مسموم کرنے کو عین اسلام سمجھا کرتے تھے" (۳۱۵)

جناب سید مسعود زاہدی کا مگر مولویوں کے رکیک حیلوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں

"ہماری راہ میں اختلاف کی سخت چٹائیں جمعیت العلماء ہند اور مجلس احرار تھیں، ان کے لیڈران کرام تحریک پاکستان کی مخالفت میں قائد اعظم اور شہید ملت لیاقت علی خان اور ان کے معاونین کی ذات پر رکیک حملے کرتے اور اپنے علم و فضل کے یاد مصف ادب و آداب اور شائستگی کو بھی خیر یاد کہہ دیتے" (۳۱۶)

اس سوال کے جواب میں کہ "مفتی محمود صاحب تو کہتے ہیں کہ میں نے یہ جملہ (خدا کا شکر ہے) میں پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھا (ازراہ مذاق کہا تھا، مولانا عبدالستار خان

اس سے انکار ہے مگر قائد اعظم اس کام کو پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے تھے، اگر جمعیت علماء اسلام اس میں اس کی مدد و معاون نہ بنی اور یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ اس کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو انتہا درجہ کا ضدی اور ہٹ دھرم ہو۔“ (سید شمس الحسن تھانوی) (۳۲۳)

ان دعووں پر تبصرہ کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا، اس لئے کہ کھدر پوش مولویوں کے متعلق جو مستند مواد اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے وہ ان غلط دعووں کی تردید کیلئے کافی ہے تاہم یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ یہ تحریر ان سب حضرات سے پہنچ جائے گی جو درج بالا بیانات پڑھنے سے متاثر ہوئے ہوں گے، اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ دو قومی نظریہ کے علماء تو سب ایک طرف، اگر اسی رفتار سے یہ پروپیگنڈا جاری رہا تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ خود قائد اعظم محمد علی جناح رضوی کو بھی درمیان سے نکال کر کسی کانگریسی مولوی کو نہ سہی، مولوی شبیر احمد عثمانی کو بانی پاکستان کے منصب پر فائز کر دیا جائے گا، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مخالفین پاکستان کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے سیلاب کی روک تھام کے لئے حکومتی سطح پر مناسب بندوبست کیا جائے۔

اصل موضوع کی جانب وٹے ہوئے جمعیت علماء اسلام کے ایک سابق مدد دار کا بیان نذر قارئین ہے جس سے مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کے مذکور بالا دعوے کی تصدیق ہوتی ہے:

”شاہ کوٹ ۱۲ جولائی (نامہ نگار)۔ جمعیت علمائے اسلام ہزاروی گروپ کی مقامی شاخ کے سابق امیر چودھری محمد صدیق نے اترام لگایا ہے کہ جمعیت علماء اسلام کا ہزاروی گروپ قیام پاکستان کے خلاف اپنی دشمنی کا اظہار آج بھی کرتا ہے اور جمعیت کے ارکان اپنے خفیہ اجلاس میں آج بھی قائد اعظم کے خلاف یا وہ گوئی کرتے ہیں، چودھری محمد صدیق نے جو حال ہی میں اپنے عہدے سے مستعفی ہوئے ہیں، بتایا کہ اس جملہات کو میں دستار سیاسی جماعت سمجھ کر اس میں شامل ہو گیا تھا، انہوں نے اترام لگایا کہ ہزاروی گروپ ایک سازشی ٹولہ ہے جو بائیں بازو کی بعض سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں سے اشتراک کر رہا ہے اور

”اگر علمائے دیوبند نہ ہوتے تو شاید پاکستان نہ بنتا“ (۱)۔ (ترجمہ) (۳۲۰)

”جناب لیاقت علی خان مرحوم کے دور حکومت میں ایک مشہور ڈیفنڈیشنل سرجن جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب نے اور میں حضرات علماء کی دعوت کی جس میں حضرت مولانا شاہ علی احمد صاحب علی گڑھی قدس سرہ بھی مدعو تھے، ایک ان علم نے جو حکام رس تھے کہا کہ موجودہ اہل حکومت کو برا بھلا کہیں کہنا چاہیے، ان کی رعایت کرنی چاہیے، کیونکہ ان لوگوں نے پاکستان بنایا ہے، اس پر فوراً حضرت مولانا شاہ جلیل احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے پاکستان نہیں بنایا بلکہ پاکستان تو ہمارے حضرت حکیم الامت (مولوی اشرف علی تھانوی) قدس سرہ العزیز کی دعا سے بنا ہے“ (۳۲۱)

”حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رضوی ۲۵ سال کی جلا وطنی کے بعد جب مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے تو آپ نے علیا قہار کے میں ہندوستانی مسلمانوں کو ووٹ کی قیمت سمجھانے کے لئے آجاکاں آئے۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ ووٹ کے صحیح استعمال سے پاکستان معرض وجود میں آیا“ (مولوی عبید اللہ انور) (۳۲۲)

”آپ (مولوی عبید اللہ سندھی) کے وصال سے تین سال بعد آپ کی انقلابی بصیرت کے مطابق جس کا اعلان آپ نے اپنی کتاب (ہندوستان) کے وقت کیا تھا ۱۳۔ اگست ۱۹۳۷ء کو برصغیر میں ہو گیا اور پاکستان کی آواز اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ اس طرح آپ کے مشن کا ایک حصہ پورا ہو گیا، اب اس مشن کو اسلامی نظام کا نمونہ بنانا اور اسے امامت اقوم کے لئے بنانا باقی ہے“ (۳۲۳)

”اگر انگریز ملک سے نہ نکلتا تو پاکستان بننے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، انگریز نکلا تو پاکستان کا تصور بھی عملی صورت میں نہ ہوا تو گویا انگریز کا نکلتا پاکستان کے لئے بمنزلہ بنیاد کے ہے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ پاکستان کی بنیاد تو جمعیت علماء ہند نے ہی رکھی، انہوں نے فراموش ہوئی اور اس بنیاد پر جو عمارت بنی یعنی پاکستان تو انہیں تعمیر جمعیت علماء اسلام ہے۔

اگر آپ کہیں کہ پاکستان تو قائد اعظم نے بنایا تو مجھے یہ

قائد اعظم اور انگریز

میاں عبدالرشید صاحب رتھار ہیں :

"بیشمار علماء انگریز کے زخم خوردہ تھے، اس لئے ان ہندوؤں کا قہر لانا انگریزوں کے ساتھ تھیں، شبلی، ابوالکلام اور محمد علی، ہر قسم کے لوگ اس رو میں بہہ گئے، ان دنوں کا قہر کا ساتھ نہ اپنے والوں کو فوراً انگریز کا نوڈی کر دیا جاتا تھا، اس وقت میں اپنا توازن نہ کھوٹا، قوم کے صحیح مفاد کو جانچ سکتا لوگوں کی مخالفت کی پرواہ کے بغیر اس راہ پر چلتے جانا بڑی اور بہت کا کام تھا" (۳۲۸)

اس اقتباس میں "علماء انگریز کے زخم خوردہ تھے" سے الفاظ وضاحت طلب ہیں، یہاں "علماء" سے مراد علماء دیوبند ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مسلک دیوبند کے مولوی شروع میں تو انگریزوں سے الگ نہیں تھے، بقول مولوی عاشق الہی میرٹھی "۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بحیثیت جماعت "رحمل" انگریز سردار حق میں مجاہدین آزادی کے خلاف نبرد آزماتے (۳۲۹)

دارالعلوم دیوبند وہو میں آیا تو وہ قافلاً انگریز حکام کو دورے کرنے کی دعوت دی جایا کرتی تھی، تحریک خلافت و ترک موالات کے دوران دیوبندی مولوی واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام انگریز کے حق میں تھے اور ان سے مستمسک کو مشن العلماء کا خطاب بھی عطا ہوا (۳۳۰)

جنگ دیوبند گروہ ہندو مسلم اتحاد کے شوق میں بہت دور تک چلا گیا، اس کے بعد دارالعلوم پر بھی کانگریسی ذہن کے مولویوں کا قبضہ ہو گیا، چونکہ ہندو لیڈروں نے یہ کلیہ وضع کیا تھا کہ جو فرد "گروہ یا جماعت ہندو مسلم اتحاد اور کانگریس کی مخالفت کرنے کی جرات کرے وہ بغیر کسی دلیل کے انگریز کا چٹو گردانا جائے گا (۳۳۱) اسی کلیہ پر عمل کرتے ہوئے نیشنلسٹ مولویوں نے امام احمد رضا فاضل بدایونی قادیان اور علامہ اقبال رضوی کے علاوہ قائد اعظم

علیہ السلام کی تبلیغ کے پردے میں دین کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہے" (۳۲۵)

ماہنامہ "طلوع اسلام" (لاہور) میں ایک خط اور اس پر تبصرہ شائع ہوا جو بلفظہ پیش خدمت ہے، "ہمیں ایک خط موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے ایک دوست کے ہاں ہفت روزہ "خدام الدین" کا علامہ یوسف ہوری نمبر دیکھنے کا موقع ملا، ادارہ میں کچھ یوں گویا افشانی کی گئی ہے، (مولانا آزاد کے) کم ظرف مخالفوں نے انہیں طرح طرح کی گالیاں دیں حتیٰ کہ "شوہانے" تک کہا۔

آپ جانتے ہیں کہ آزاد صاحب کو "شوہانے" کا خطاب بانی پاکستان حضرت قائد اعظم نے دیا تھا، گویا قائد اعظم "نعوذ باللہ" کم ظرف تھے (۳۲۶)

----- میرے دوست نے مختلف اخبارات و رسائل سے خطوط کے ذریعے درخواست کی تھی کہ قائد اعظم کو دی گئی اس علی گالی کا نوٹس لیا جائے لیکن قائد اعظم ہی کے تشکیل کردہ اس ملک میں اب قائد اعظم کی حیثیت ہی کیا رہ گئی ہے کہ کوئی کسی قسم کا نوٹس لینے کی ضرورت محسوس کرتا۔

قائد اعظم کی سوئے ادبی کے عقائد ہمارے اس دوست کے دل میں اس قسم کا رد عمل بالکل قطری تھا۔ ہر احسان شناس کا اپنے محسن کے متعلق رد عمل ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن ہم اپنے اس عزیز سے کہیں گے کہ وہ ان باتوں کا زیادہ تلخ اثر نہ لیں، انہوں نے تو قائد اعظم کے خلاف صرف ایک گالی کہی ہے، ہم کیا بتائیں کہ ہمیں اس ضمن میں کیا کچھ سنا اور اس پر صبر کرنا پڑتا ہے "خدام الدین" دیوبندی حضرات کا ترجمان ہے جس سے سرخیل مفتی

محمود صاحب ہیں دیوبندی علماء (باستثناء چند) بانی تحریک پاکستان قائد اعظم کے تحت خلاف تھے، ان حضرات کو قائد اعظم کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی جس کی وجہ سے ان کے سینہ میں ایسی آتش انتقام بھڑکی جو اب تک ٹھنڈی نہیں ہوئی، پائی، یہ اس دن ٹھنڈی ہوگی جب یہ (حاکم بدین) پاکستان کے جداگانہ وجود کو ختم کر دیں گے کیونکہ اس کا جداگانہ وجود ہی ان کے اور قائد اعظم کے درمیان باب الفزع تھا" (۳۲۷)

اور علی جناح علیہ اور مسلم لیگیوں کو انگریز کے ایجنٹ اور زر خرید
عام قرار دو۔

مسٹر گاندھی کا التزام یہ تھا کہ :

”بھائیہ جتان صاحب تو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے
برطانیہ پر امیدیں لگائے بیٹھے ہیں وہ کانگریس کی کسی پیشکش
سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔ ان کی یہ عادت ہے کہ اپنے مطالبات
تین روز انہوں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں اور جو کچھ برطانوی
حکومت دیتی ہے یا جو کچھ دینے کا یقین دلاتی ہے، تو جتان صاحب
یہ قدم آگے بڑھ کر اس سے بھی زیادہ مانگنا شروع کر دیتے ہیں
چنانچہ ظاہر ہے کہ مسلم لیگ کے یہ مطالبات ایک لامتناہی سلسلے
میں مورت اختیار کر گئے ہیں“ (۳۳۲)

”ماتما جی“ کا حق نمک ادا کرتے ہوئے چودھری افضل
نہیں الاحرار نے فرمایا :

☆ ”انگریزی سیاست کا ایجنٹ عدوی اقلیت کی بنا پر ڈرا
مسلمانوں کو انگریز کے آغوش میں ڈالنے کی سعی کرنے لگا
(۳۳۳)

☆ ”لیگ کا نقاب اوڑھے ہوئے انگریز کا ایجنٹ ایسے
ساح کی تاک میں رہتا ہے کہ کب کانگریسی مسلمان کی زبان سے
والی غیر محتاط کلمہ نکلے اور اسے عوام میں بدنام کرنے کا موقع میسر
آئے“ (۳۳۴)

مولوی حسین احمد دیوبندی ایک قدم آگے بڑھ کر مسٹر
گاندھی کی جمنوائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”مسٹر جناح کی موجودہ پالیسی حکومت برطانیہ کے اقتدار کو
سبوتاژ کرنے والی اور آزادی ہند میں رکاوٹ ڈالنے والی اور
مسلمانوں کے لئے معضرت رساں اور مہلک ہے“ (۳۳۵)

خواجہ نسیم حسین انصاری رقمطراز ہیں :

”قیام پاکستان سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنی
تعلیم میں قائد اعظم اور مسلم لیگ پر بڑے سارے کرتے وہ قائد
اعظم کو انگریز کا چٹو بتاتے“ (۳۳۶)

غیر جانبدار مبصرین حتیٰ کہ مخالفین بھی اس حقیقت کا
اعتراف کرتے ہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح علیہ نے جس طرح
مسلمانوں کو لٹاکر مسلمانوں کے حقوق نصیب کرنے سے روکا

یا نکل اسی طرح انگریزوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں اپنی
من مانی نہ کرنے دی، وجہ یہ تھی کہ انہیں کوئی لالچ نہیں تھا۔
ہندوؤں اور انگریزوں نے مسلمانوں کو آزادی سے محروم کرنے کی
خاطر قائد اعظم کو خریدنے کی کوشش کی لیکن بڑی طرح ناکام رہے
”آزادی ہند کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں سارا ریکارڈ
محفوظ ہے، ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات کھلم کھرا سامنے آتی ہے
کہ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ
مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ میں گزرا“ وہ نہ تو ہندو اور
نیشنلسٹ مولویوں کے آگے جھکے اور نہ انگریزوں کی سازشوں کا
شکار ہوئے۔ انہیں سرکا خطاب دینے کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں
نے دونوں جواب دیا کہ ”میں صرف مسٹر جناح کھلانے کو ترجیح
دیتا ہوں“ (۳۳۷)

--- قائد اعظم کا موقف یہ تھا کہ :

”مسلم لیگ بھی وطن کی آزادی کے لئے کسی دیگر سیاسی
پارٹی کی طرح جنگ کرنے کو تیار ہے لیکن مسلم لیگ نہ تو گورنمنٹ
کی غلامی قبول کرے گی اور نہ ہی کانگریس کی اطاعت گزار بن
کر رہ سکتی ہے“ (۳۳۸)

انہوں نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا۔

”دولت برطانیہ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتی ہے اور
گاندھی جی مسلم ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں
ہم دونوں کو اپنے اوپر حکومت نہ کرنے دیں گے خواہ دونوں متفق
ہو کر یا نہ ہو کوشش کر دیکھیں“ (۳۳۹)

نواب آف قلات جناب احمد یار خان صاحب سے ایک دفعہ
قائد اعظم نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تین محاذوں پر جنگ
لڑ رہا ہوں، ایک طرف ہندو ہیں، دوسری طرف انگریز ہیں اور
تیسری طرف غدار مسلمان ہیں جو کانگریس کے زیر اثر ہیں
(۳۴۰)

قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲ نومبر ۱۹۴۵ کو پشاور کے اجلاس
عام سے خطاب کرتے ہوئے اعلان فرمایا :

”ہمارا کوئی دوست نہیں ہے، ہمیں نہ انگریز پر بھروسہ ہے
اور نہ ہندو بننے پر، ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے خواہ وہ
آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں“ (۳۴۱)

ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) نے انگریز پرستی کے الزام کا تجربہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"ہمارے قومیت پرست حضرات کو جب لیگ اور مسٹر جناح کے خلاف اور کچھ نہیں سمجھتا تو یہ کہہ کر اپنا "حق نمک" ادا کر دیتے ہیں کہ "جناح ٹوٹی ہے" سرکار پرست ہے "آزادی کا دشمن ہے" وغیرہ وغیرہ لیکن سنئے کہ اس "ٹوٹی اور سرکار پرست" جناح کے مطلق ان نیٹلٹ حضرات کے آقا یاں نعمت کے کیا خیالات ہیں۔ مسٹر سستیہ مورتی اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

"(بھلا پوچھئے تو سہی کہ) مسٹر جناح نے آج تک جنگ کے سلسلہ میں سرکار کو کیا امداد دی ہے، یہی امداد کہ انہوں نے برطانوی اعلان کر دیا اور اس اعلان کی آج تک تردید نہیں کی کہ ہندی مسلمانوں کی وہ فوجیں جو ہندوستان ہندوستانی تھیں، انہیں اسلامی ممالک کے خلاف نہ لڑایا جائے خواہ وہ ممالک برطانیہ عظمیٰ کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں اور یہ امداد کہ جب (دہلی میں) کمانڈر انچیف صاحب بیمار نے جنگ کے سلسلہ میں کانفرنس طلب کی تو مسٹر جناح نے اس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا" (۳۳۳)

آخر میں ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری جلیوں کبیر کی رائے پیش خدمت ہے "برطانوی نژاد لوگ جناح کو پسند نہیں کرتے تھے چونکہ کوئی بھی کانگریسی اس قدر تنقید نہیں کرتا تھا جس قدر سخت تنقید قائد اعظم ان پر کرتے تھے" (۳۳۳)

قائد اعظم بمقابلہ ہندو لیڈر

کانگریسی مولویوں کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندو لیڈروں کی عظمت بڑھا کر قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگی رہنماؤں کی اہمیت ختم کر دی جائے۔ مولوی حسین احمد دہلوی پٹنہ جواہر لال نہرو کی شاخانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جواہر لعل نہرو ہے، اس نے کبھی نہیں کیا کہ میں

مسلمان ہوں" (اس کے باوجود وہ مسلمانوں کا تحفظ چاہتا تھا) (۳۳۳)

گویا مسلمان رہنما نوزائیدہ اسلام کے دشمن تھے، مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا اگر درد تھا تو ہندو لیڈروں کے دلوں میں تھا۔

مسلمانوں نے محترم محمد علی جناح کو جب قائد اعظم دیا تو نیٹلٹ مولوی حرکت میں آ گئے، انہوں نے سر توڑ کر کہا کہ کسی نہ کسی طرح اس لقب کو عام ہونے سے روکا جائے۔ مولوی حسین احمد دیوبندی کا فتویٰ سابقہ صفحات میں نقل ہے جس میں انہوں نے یہ تاثر پھیلانے کی ناکام کوشش کی۔ چونکہ مسٹر جناح مذہب سے متفرق ہیں اس لئے وہ مسلمانوں کو قائد اعظم بننے کے اہل نہیں، ابوالکلام آزاد چونکہ ہر حال مسٹر گاندھی کا جھنڈا اونچا رکھنے کی فکر میں گئے رہتے تھے، انہوں نے سوچا کہ لقب تو مل چکا ہے، اگر اس کا سراغ گاندھی کے سر سے ہٹا دیا جائے تو ان (آزاد صاحب) کے "شری کارناموں" میں ایک اور کارنامے کا اضافہ ہو جائے گا۔ صاحب نے ایک بیان میں فرمایا:

"گاندھی جی کے آشرم میں ایک سادہ مزاج اور سادہ خاتون مس امت السلام رہتی تھیں، انہوں نے بعض اخبارات میں مسٹر جناح کے لئے قائد اعظم کا لقب پڑھا۔ گاندھی جی نے ملاقات کے لئے مسٹر جناح کو خط لکھا تو امت السلام نے کہا، اردو اخبارات انہیں قائد اعظم لکھتے ہیں، میں بھی اسی لفظ سے انہیں مخاطب کیجئے، اس اقدام کے اثرات نتائج کو بیکسر نظر انداز کر کے گاندھی نے بحث مسٹر جناح کو قائد اعظم لکھ دیا، فوراً ہی یہ خط اخبارات میں شائع ہو گیا، ہندوستانی مسلمانوں نے دیکھا کہ گاندھی جی بھی مسٹر جناح کو قائد اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں تو انہوں نے محسوس کیا واقعی وہ قائد اعظم ہی ہیں" (۳۳۵)

بالفاظ دیگر مسٹر گاندھی جو کچھ فرمادیتے مسلمان اسے "کارور" دیتے اور رد نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ غلط فہمی اور والے کی عقیدت صدی کی انتہا ہے ورنہ اسی "ماتحتی" "دوقوی نظریہ" کو خلاف اسلام اور قائد اعظم محمد علی جناح

جناب ظفر علی خان کے بیان کے مطابق:

”میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیٹتے جاتے تھے، غصہ میں آکر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار بیٹا اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں“ (۳۵۰)

جناب محمد یعقوب مظہر نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

”پاکستان کی تاریخ سے واضح ہے کہ حضرت قائد اعظم کو تحریک پاکستان کے دوران کن سنگار گھاٹیوں سے گزرنا پڑا، کن خار زاروں کو پامال کرنا پڑا، برائے نام مسلمان علماء تک قائد اعظم کے خلاف تھے، نہ صرف یہ بلکہ نیشنل کانگریس کے لئے سب کچھ کر گزرتے پر تے ہوئے تھے، قائد اعظم اور ان کے مخلص ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ صراطِ مستقیم کے رہروں کو ہمکانے کے لئے کانگری ٹوڈی مسلمان پیشہ مصروف کار رہتے تھے لیکن ان تمام رکاوٹوں کے باوجود عزم و استقلال کا یہ پیکر اپنی منزل کے حصول کی جانب رواں دواں رہا“ (۳۵۱)

تنقید و تضحیک

مولوی حسین احمد دیوبندی کو کبھی یہ نظر نہیں آیا کہ مسٹر گاندھی دکنیت تھے، جس شخص نے بھی اس کی مرضی کے خلاف قدم اٹھایا، اسے چین کی نیند سونے نہیں دیا، ”ماتما جی“ کو محسوس ہوا کہ صدر کانگریس مسٹر بوس کیس آگے جا کر اس کی ”عدالتی“ کے راستہ میں روڑا بن جائے، اس لئے رائے شماری کے ذریعے اس منتخب شدہ صدر کے خلاف صفِ آراء ہوئے، کانگریس کی ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دلوائے اور ”مرن برت“ کا اعلان کر دیا، بھکاریوں نے دیوتا کے حضور اپنی شردھا (عقیدت) کا ایسا صحن جلایا کہ بوس بچکارہ اس کے دھوئیں میں گم ہو کے رہ گیا (۳۵۲)

سی پی کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر کھنہ۔ کے اس بیان سے

گاندھیوں کا حامی قرار دیا، اسی طرح، ہندو مسلم اتحاد کے مخالفین دشمنانِ اسلام بتایا لیکن چند نام نہاد مسلمانوں کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے ان کے ان ارشادات کو مسترد کر دیا اور مسلمانوں کا دشمن قرار دیا، اس لئے مسلمانوں پر یہ الزام لگانا انہوں نے مسٹر گاندھی کے کہنے پر محمد علی جناح کو قائد اعظم سمجھ کر لیا، اسلام اور اس کے نام لیواؤں کی توہین کے مترادف

افسوس کا مقام ہے کہ جب مشرکین ہند کے سربراہ مسٹر گاندھی کو ”ماتما“ مشہور کیا جا رہا تھا تو قوم پرست مولویوں نے صرف اس غیر شرعی لقب پر تنقید کی بلکہ اسے عام کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آج بھی ان کی تحریروں اور تقریروں میں یہ لفظ عام ملتا ہے لیکن جب امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی عظیم فرمائی کہ ”ماتما“ کے معنی ہیں عظیم روح“ اور یہ ہو۔ ن۔ و۔ ج سے مسٹر گاندھی کو ”ماتما“ کہنا کفر ہے (۳۵۳)

تو ابوالکلام آزاد، جنہیں ان کے معتمدین جتند کے جلیل القدر منصب پر فائز کرنے سے بھی نہیں ہٹا سکتے (۳۵۴)

نے ملٹی سے یہ بہانہ بنایا کہ ”میں خود تو ماتما کے یہ معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے“ (۳۵۸)

لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ”وقت کی ساری پیملی ہوئی اندھیاریوں میں انسانی ہمت کا ایک روشن پہلو ہے جو ماتما گاندھی کی عظیم روح کو زندہ کرتا“ (۳۵۹)

یہ سب کچھ ان کے نزدیک درست اور حق کے عین مطابق تھا لیکن جب مسلمانوں نے اپنے محبوب کے لئے قائد اعظم کا لقب تجویز کیا تو ان حضرات نے نہ اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا بلکہ اس کے ذریعے اپنے عقیدت کی عظمت کو بڑھانے کی بھی کوشش کی ایسی سوچ پرعتنا غور کیا جائے کم ہے۔

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کی ہندو لیڈروں سے حقیت بھی قابلِ عبرت ہے، ”روزنامہ زمیندار“ کے ایڈیٹر

بھی مسٹر گاندھی کی مطلق العنانی کی تصدیق ہوتی ہے:

"مہاتما گاندھی بھی آج پوپ سے کم نہیں ہیں" بظاہر وہ کانگریس کے چوٹی کے ممبر بھی نہیں لیکن صورت حال یہ ہے کہ وہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے خالق و مالک ہیں اور اس کمیٹی کے ذریعہ سے تمام کانگریسی حکومتوں سے جو کام چاہیں کر سکتے ہیں۔ کانگریسی وزیروں و عدم مارنے کی مجال نہیں" (۲۵۳)

اس کے علاوہ مسٹر گاندھی کی ڈکٹیٹر شپ کے کئی شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ وہ مولوی حسین احمد دیوبندی کے پسندیدہ قائد تھے، اس لئے مولوی صاحب نے عمر بھر اس پر کبھی بھی تنقید نہیں کی بلکہ تقسیم کے بعد بھی "مکان پر جب آزادی ہند وغیرہ کا تذکرہ ہوتا تو مولانا مسٹر گاندھی کی تعریف کرتے اور کانگریس کی شرکت پر زور دیتے" (۲۵۴) لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کے قائد اعظم سے اسے خدا واسطے کا پیر تھا۔ جب بھی لب کشائی کی ذہر سے بچھے ہوئے الفاظ منہ سے نکلے "زندگی کی آخری سانس تک فکر خیر کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی" فرماتے ہیں:

"ہائی کمانڈ اور لیگ کونسل میں جن لوگوں کو اقتدار حاصل ہے، وہ سب کے سب جناب قائد اعظم کی نظر التفات کا نشانہ رہتے ہیں اور پھر جب کسی نے ذرا بھی حق پرستی اور حق گوئی کا یا اصلاح کا ارادہ یا عمل کیا اس کے ساتھ کیا عمل کیا گیا، اس کو جی ایم سید کے دن و بھر سے پوچھئے اور ان کے بیانات سے روشنی حاصل کیجئے" (۲۵۵)

دوسرے مہمان مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی تھے جنہوں نے اسوہ حسنہ کے برعکس پیشہ مشہورانہ رویہ اختیار کیا فرمایا:

"ملک آزاد ہونے پر مسٹر جناح اور اس کے لگی لیڈروں پر مقدمہ چلایا جائے گا، انہوں نے ہند کے مفاد کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے، کبھی بھی یہ پاکستان کے حقدار نہیں" (۲۵۶)

اللہ تعالیٰ نے قائد اعظم رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کو پاکستان عطا فرمایا، کسی کو ان پر مقدمہ چلانے کی جرات نہ ہوئی البتہ اس عظیم لیڈر کی قراخ دلی کی داد دینی پڑتی ہے کہ مولوی صاحب کی جماعت مجلس احرار کے کئی مرکزی لیڈروں نے جب

ہندوؤں سے جان بچا کر پاکستان آکر دم لیا تو انہیں بقول اسی "بحرم"، "بدین"، "مذہب سے متفر" اور "کافر" نے پناہ دی اور باعزت زندگی گزارنے کا موقع عطا فرمایا۔ ایک اور کھدر پوش مولوی کا ذکر کرتے ہوئے ماہر صاحب رقمطراز ہیں۔

"مولوی سیح اللہ کا تعلق دیوبند کے مکتبہ فکر سے ہندوستان کے سب سے بڑے فقیہ علامہ مفتی کفایت ان کے خسر تھے، اس نسبت سے وہ کم کانگریسی سے بڑے تک کھدر میں ملیوس، کانگریس کے مداح اور مس کے سخت ناقد۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح پر وہ "میزک پاس" کی نظر کیا کرتے تھے" (۲۵۷)

کس قدر دکھ کی بات ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح وفات کے بعد بھی ان کے دلوں سے بغض ختم نہیں ہوا کی ہمیشہ محترمہ فاطمہ جناح مرحومہ کو اسلام سے خارج کر دیا۔ مولوی محمد اسحاق سندھوی نے لکھا:

"شعبیت کا غلبہ مولوی صاحب کا مقصد ہے اسلامی نظام" سے ان کی مراد شیعہ نظام ہے جس کا ایک اہلکار وہ مس فاطمہ جناح آنجہانی کو صدر بنانے کی صورت میں کرچکے ہیں" (۲۵۸)

مسلمان اسے مسلمان! اسے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور جسم کو مسجد حضرت عزت مرزا کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو مسجد عبادت اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور مسجد تحت عمام و گناہ کبیرہ بالمیقین اس کے گھر میں اختلاف علماء دین ایک جماعت فقہات متکفیز مقتول ہے۔ (الزبدۃ الزکریہ)

آزادانا احمد رضا خان بریلوی علیہ

مسلم لیگ اور قوم پرست مولوی

حذر تھی "اس لئے کہ کانگریسی رہنما اپنے مذہب سے بغاوت کر کے اسلام کی نشوونما کی خاطر کام کرنے کے لئے کسی صورت میں بھی آمادہ نہیں ہو سکتے تھے" بالقرض ان کے دل میں اسلام کا احترام ہوتا بھی تو ہندو انہیں حق نمائندگی سے محروم کر کے اپنی پسند کے دوسرے رہنما منتخب کر لیتے، جواب طلب سوال یہ بھی ہے کہ اگر ان ہندو رہنماؤں میں مسلمان لیڈروں سے بھی زیادہ اسلام کی ہمدردی کا جذبہ موجود تھا تو یہ اسلام قبول کرنے میں کون سی رکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔

ابوالکلام آزاد کے شاگرد رشید اور دیرینہ رفیق کار مولوی عبد الرزاق بلخ آبادی ندوی رقمطراز ہیں:

"مسلم لیگ کا دعویٰ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جماعت ہے" ہر مسلمان کو اسی کا ساتھ دینا چاہیے اور جو مسلمان اس کا ساتھ نہیں دیتا، جماعت سے خارج ہے، شریعت کی رو سے دوزخی ہے بلکہ یہ تک کہہ دیا گیا ہے کہ ایسا مسلمان واجب القتل ہے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی کتنی ہی بڑی جماعت ہے مگر کیا مسلمانوں کی اس جماعت سے بھی بڑی ہے جو یزید کے ساتھ تھی، یزید کی جماعت میں سبھی مسلمان کسی نہ کسی طرح داخل ہو چکے تھے، صرف دو مسلمانوں نے داخل ہونے سے انکار کیا تھا، یعنی حضرت حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

اب لگی "علمائے اسلام" سے سوال ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور یزیدی جماعت کے مخالف کوئی مسلمانوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کیا یہ سبیل القدر صحابی اور کوئی مسلمان معاذ اللہ یزید کی جماعت سے الگ رہنے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو چکے تھے؟

یہ تو کوئی لگی مولوی نہیں کہہ سکتا کہ یزید کے ساتھ مسلمانوں کی بہت ہی بڑی جو اکثریت تھی وہ اسلامی جماعت نہ تھی، لگی مولویوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ یزید کی جماعت مسلم

جماعت العلماء ہند کے صدر مولوی حسین احمد مدنی کا ایک قول نقل کیا جاتا ہے کہ:

مورخوں اور کتبوں سے اتحاد ہو سکتا ہے مگر انگریز سے اتحاد ہو سکتا ہے (۳۵۹)

اس ارشاد کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسلم لیگ والے کتنے کے گزرے ہوں لیکن وہ بہر حال انگریزوں اور ہندوؤں سے "مزید برآں وہ رام راج نہیں بلکہ ایک علیحدہ خود مختار مملکت پاکستان کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا مسلم لیگ سے نہ صرف اتحاد نہ ہو سکا بلکہ بد سے ان عناصر کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا جو مسلمانوں کے خون سے اور ہندو راج قائم کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے" بات یہ ہے کہ آج بھی بعض حضرات اس موقف کو صحیح سمجھتے ہیں اور قیام پاکستان کو ایک فراڈ سمجھتے ہیں۔

مسلم لیگ اور اسلام

مولوی محمد رفیع عثمانی رقمطراز ہیں۔ "کانگریسی خیال رکھتے مسلمان جو گاندھی جی، پنڈت نہرو اور سرदार چیل کی قیادت میں جاکر قرار دے رہے تھے، ان کا ایک بڑا اعتراض مسلم لیگ تھا کہ اس کے لیڈر علم دین سے بے بہرہ اور اسلامی سے بے پرواہ ہیں اس لئے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی بجائے جماعتی حمایت کرنا چاہیے" (۳۶۰)

اس مقالہ میں ہم نے کئی جگہ مذکورہ ہندو رہنماؤں کی اسلام سے غائب کیا ہے، اسے پیش نظر رکھ کر معمولی سوجھ بوجھ شخص بھی آسانی سے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ مسلم لیگ کی ہی بڑی تھی، کانگریس سے بہر حال بہتر تھی اور اسلامی جماعت البلیتین کے تحت مسلم لیگ ہی مسلم دونوں کی

مسلمان اس پر خاموش ہیں " (۳۶۳)
مولوی محمد میاں ناظم جمعیت العلماء ہند نے فتویٰ
کہ -

"مسلم لیگ کی موجودہ حالت سے جو بے دینی پھیل
ہے اور جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے
کانگریس تو درکنار ہندوستان کے تمام ہندوؤں سے نہیں بچتی
(۳۶۵)"

مسلم لیگ سے اسلام کو نقصان اس لئے پہنچ رہا تھا
بقول مسز سینیہ مورٹی: "ملک میں قلیوط حکومتوں کی
ناممکن ہے" اس لئے کہ کانگریس مسلم لیگ کے ساتھ مل کر
حکومت کس طرح قائم کر سکتی ہے جس لیگ کا نصب العین
میں اسلامی حکومت کا احیاء ہو" (۳۶۶)

شرکت ناجائز

ابوالکلام آزاد نے ہوش نبھاتے ہی مسلم لیگ کو سمجھ لیا
۱۹۰۸ء میں مسز زاہد سرور دی کے مکان پر انہوں نے حسن نظر
کے ایک کاغذ پر یہ لکھا تھا: "سب باتیں منظور ہیں بہ استثناء
شرکت مسلم لیگ" (۳۶۷)

جمعیت العلماء ہند کے صدر اور کانگریس کے نائب
رکن مولوی حسین احمد دہلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ:

"مسلم لیگ کی شرکت نہ صرف غیر مقصود ہے بلکہ
معصیت ہے 'خوبی خوداری کے بھی منافی ہے' مصالح سیاسی اور
دینیہ اور دنیوی کے سراسر خلاف ہے' احکام شریعہ یقیناً
اس کے اعتبار ہی کا فیصلہ کریں گے" (۳۶۸)

مسلم لیگ اور انگریز

قوم پرست حضرات کی ہندو نوازی اس حد تک پہنچ چکی

لیگ کی جماعت سے کہیں بڑھ کر بلکہ افضل جماعت تھی" (۳۶۹)
معلوم نہیں ان لوگوں نے اسلام کی کن کتابوں کا مطالعہ
کیا تھا جس کی وجہ سے یہ ہندوؤں کی محبت میں اس قدر سرشار
ہو گئے کہ مسلم لیگ کو یزیدی اور کانگریس کو مسیحی جماعت
قائد اعظم کو یزید اور مسز گاندھی کو امام حسین علیہ السلام کا درجہ
دینے کی جسارت کرنے لگے "یہ علیحدہ بات ہے کہ تلخ آبادی
صاحب نے دو ایسی حقیقتوں کا اعتراف کیا ہے جو اس طبقہ کے
دوسرے مولوی نہیں کرتے ہیں " ایک یہ کہ مسلم لیگ میں علماء
کرام شامل تھے " دوسری یہ کہ مسلم لیگ شروع ہی سے مسلمانوں
کی نمائندہ جماعت تھی کیونکہ مٹھی بھائی افراد کو چھوڑ کر مسلمانوں
کا سیاہو اعظم اس کا حامی تھا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قوم پرست
حضرات جن خیالات کا اظہار فرماتے تھے "اس کی سند اگرچہ
اسلامی تعلیمات میں ہو چوڑ ہو یا نہ ہو لیکن مسز گاندھی 'منہو پھیل
اور دوسرے ہندو پیروں کے "لفوظات" میں ضرور مل جاتی
تھی "مولوی عبدالرزاق تلخ آبادی کے مذکورہ بیان کا تاخذ وحموض نا
شروع کیا تو ہمیں الہ آباد کے مشہور کشمیری وکیل پنڈت
ابو حسینا تھ کا یہ ارشاد مل گیا

"چونکہ مذہب اسلام کے پہلے چار خلفاء موروثی قاعدہ کے
علاوہ ایک دوسرے قاعدہ سے منتخب کئے گئے تھے " اس لئے اس
زمانہ میں ایک ریپریزنٹیشن گورنمنٹ موجود تھی اور اس لحاظ
سے تمام مسلمان جو پینسل کانگریس کی مخالفت کرتے ہیں 'یزید کہے
یہ ہیں" (۳۶۹)

دیکھیں الاحرار چوہدری افضل حق صاحب نے ایک تقریر
میں کہا:

"بطور جماعت خود خائف رہنا اور اپنی قوم کو ہندو سے
خوف دلانا لیگ کا فلسفہ حیات ہے "یہ دشمنوں کی کوششوں سے
بڑھ کر اسلام دشمنی ہے" (۳۷۰)

جمعیت العلماء ہند کی قائم کردہ انجمن امارت شریعہ
ہمارے ایک مبلغ نے خیال ظاہر کیا کہ:

"لیگ مذہب کو مٹانا چاہتی ہے " یہی وجہ ہے کہ اس کے
قائد نے اسمبلی میں ہمیشہ اسلامی قانون کو ناپاس کیا ہے اور لیگی

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ لیگ برطانیہ کے چشم و آبرو پر نقص نہ پہنچے
تھی۔" (۳۷۳)

آخر میں مولوی حسین احمد دیوبندی مستم دارالعلوم دیوبند
کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں جن میں انہوں نے ہندو کانگریس کی
تعریف فرمائی ہے اور مسلم لیگ کے متعلق ایسی باتیں فرمائیں جو
شاید کوئی بھی ہندو لیڈر کہتے ہوئے شرماتا، ویسے بھی مسٹر گاندھی
'نمو' راجندر پرشاد وغیرہم کو اس قسم کی باتیں کر کے اپنے آپ
کو ایک کم فہم اور غیر ذمہ دار سیاستدان ثابت کرنے کی ضرورت
ہی نہیں تھی اس لئے کہ ان کے 'مسلمان' دوست یہ ذمہ
داریاں پوری کرنے کے لئے موجود تھے، مولوی حسین احمد
صاحب نے فرمایا:

ہم "مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ مسلم لیگ وائسٹ یا
غیر وائسٹ طور پر برطانوی سیاست کا آلہ کار بنی ہوئی ہے" (۳۷۳)
ہم ۱۹۰۶ء میں متعدد ذمہ داران برطانیہ کی کوششوں سے مسلم
لیگ کی تخلیق شملہ کی چوٹیوں سے ظہور پذیر ہوئی اور آج تک
اسی پالیسی پر گامزن ہے۔۔۔۔ مسلمانوں کو خصوصی طور پر

بہ شخص بھی ہندو کانگریس اور اس کے لیڈروں کی تابعداری
نے سے انکار کر دیتا، فوراً وہ انگریز کے ایجنٹ ہونے کے فتویٰ
میں آجاتا، رئیس الاحرار چودھری افضل حق نے اپنی ایک
میں سامعین کو بتایا:

"ہم لیگ کو دام افرتک سمجھ کر دور ہی رہنا چاہتے ہیں مگر
ہم کچھ مطالبہ کرتے ہیں کہ لیگ کی معززت سے قوم کو بچانے
سے پہلے لیگ کے دام میں پھنس جاؤ، پھر غریب طبقہ سے مل
انگریزی استعمار کے ان امیر شکاریوں سے قوم کی گلو خلاصی کراؤ
نہیں سوچتے کہ ہم نے برسوں کی محنت کے بعد ناممکن کو ممکن
سرمایہ داروں کو لیگ سے نکال بھی دیا تو اس کی کیا ضمانت
ہے کہ یہ سرمایہ دار ۱۹۲۸ء کی طرح لیگ کی جنت سے سرک کر
افرنس کی نئی دنیا بسائیں گے؟ مسلمانوں کے بچانے کی یہ
مطلبی سیاسیات میں قابل توجہ نہیں ہے

یاب، بہت غور کریں کہ لیگ میں ہجر سرمایہ کی کشش
مادی لیا ہے قریانی اور ایثار سے لیگ کا جیب و دامن اب
تھی ہے" (۳۶۹)

پس احرار کی ورنگت کبھی نے یہ رائے ظاہر کی کہ مسلم
سرمایہ داروں اور خطاب یافتہ لوگوں سے بھری ہوئی ہے جو
آپنی نہیں کر سکتے" (۳۷۰)

مولوی عبید اللہ انور مسلم لیگ کو سرکاری ایجنسی بتایا کرتے

۳ نومبر ۱۹۰۶ء کو مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا، اس کے
مقاصد اتنے افسوسناک تھے کہ معلوم ہوتا ہے، سرکاری
پالیسی ہے جو فرائض مخصوص سرانجام دینے کے لئے معرض
تھی ہے" (۳۷۱)

حسینی مظہر حسین (پگوال) کے خیال میں:
مسلم لیگ کی بنیاد انگریز نے رکھی ہے اور یہ مسلم لیگی
کے ایجنٹ ہیں" (۳۷۲)

الکلام آزاد نے حق نمک ادا کرتے ہوئے فرمایا:
مسلم لیگ سیاسی جنگ سے پیش کنارہ کش رہی لیکن جب
نے کوئی قدم آگے بڑھایا تو وہ مسلمانوں کے مطالبات
مزدی ہو گئی لیگ کا یہ پروگرام حکومت کے حسب وخواہ تھا

میلیئر نیلر

(دہلی روڈ)

فون: 6675740
صدر بازار لاہور کمینٹ

پروپرائیٹری
ایم اے بک خان

اجازت دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، راجہ صاحب نے استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ وہ مسٹر جتاجی کے ساتھ وعدہ پکے ہیں، اس لئے یہ مشورہ قبول کرنے سے معذور ہیں (۳۷۸)

فلاح و بہبود

کانگریس مولویوں کو "مسلم لیگ میں دینی اور دنیاوی کوئی حق خوبی نظر نہیں آتی تھی تو کانگریس کے لئے جس قدر نرم گوشہ رکھتے تھے اس سے ہمیں زیادہ مسلم لیگ سے نفرت کرتے تھے ہمیں الاحرار پودھری افضل حق نے فرمایا:

"نہ ہم مسلمانوں کے حقوق نظر انداز کرنے والے ہیں اور نہ حقوق کو ہمانہ بنا کر آزادی کی جنگ میں لیگ کی طرح پہلو بچالے والے ہیں" (۳۷۹)

دی سی کمر مولوی حسین احمد دیوبندی نے پوری کردی انہوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ:

"مسلم لیگ ہرگز ملک اور قوم کی بہتری کے لئے جدوجہد کرنے والی جماعت نہیں ہے اور نہ آئندہ اس سے کوئی امید رکھی جاسکتی ہے بلکہ نہایت مضرت رساں اور مایوس کن جماعت ہے" (۳۸۰)

نمائندہ جماعت نہیں

پڈت جواہر لال نہرو کا کہنا تھا:

"کہا جاتا ہے کہ لیگ کا کمانڈو ٹیم جیسے اس سے اختلاف ہے، لیگ اور مسلمان جدا چیزیں ہیں، معلوم نہیں کل کیا ہوتا ہے لیکن آج میں اپنے دماغ کو ٹھونکا ہوں تو ایک ہی جواب پاتا ہوں، وہ یہ کہ جب تک لیگ کا موجودہ طرز عمل قائم ہے ہمیں اس سے دور رہنا چاہیے، لیگ میں اور ہم میں سمجھوتہ نہیں ہوگا بلکہ لڑائی ہوگی، آج بھی، کل بھی اور برسوں بھی" (۳۸۱)

پڈت نہرو کے موقف کی تائید کرتے ہوئے جون ۱۹۳۵ء میں

کانگریس سے متفرق کرنے اور اس سے دور کرنے کی پالیسی آج سے نہیں بلکہ ۱۸۹۵ء یا اس سے بھی پہلے سے جاری ہے اور کامیابی ہوتی جاتی ہے، آج بھی یہی شراب ارغوانی جو کہ مسلم لیگ کی گھٹی میں ڈالی گئی تھی، اس کے ممبروں کو گورے گورے ہاتھوں سے پلائی جارتی ہے اور وفادارانہ اذلی اپنے خداوندوں کی مختلف پیراؤں میں خدمات جلیلہ انجام دیتے ہوئے لیگ کے پلیٹ فارم پر گرجتے اور جمعیت العلماء اور دیگر بچے مخلصین خدام ملت و ملک سے نفرت دلاتے ہیں" (۳۷۵)

پڈت "وہی روح لیگ میں آج بھی کام کر رہی ہے جو ابتدا میں تھی یعنی برطانیہ کی مدد کرنا ان کو اپنے لئے مدار زندگی سمجھتا اور اپنے جان و مال، عزت کو انگریزی راج کی ہندوستان میں بٹا کے لئے قربان کرنا اور اس کی تلقین مسلمانوں میں کرنا اور ہندوؤں کو عظیم الشان دشمن اور ان کی حکومت کو انتہائی مضمر اور منکسر خطرہ سمجھنا اور ان سے ہر وقت ڈرنا اور کانگریس سے جو کہ ملکی اور سیاسی جماعت ہے، ہر طرح بات رکھنا وغیرہ، آپ آج بھی قائد اعظم کے خطبات اور لیگ کے کارکنوں کے خطبات، لیگی پریس کے مضامین، "ڈان" اور "منشور" کے روزانہ آرٹیکلوں کو ملاحظہ کریں اور اسی روح اور حقیقت کا مشاہدہ کریں" (۳۷۶)

پڈت "مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جو کہ برطانیہ کی محبوبہ ہے، دوسرے الفاظ میں وہ برطانیہ کی ہے اور برطانیہ اس کا بے اس کے موثر کارکن عافیت پسند، اقتدار طلب، آزادی بند کے دشمن، برطانوی اقتدار کے مضبوط کرنے والے، مذہب اسلام سے بیگانہ بلکہ مخالف، ذاتی اغراض کے متوالے، عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والے حضرات ہیں" (۳۷۷)

حالات و واقعات سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ انگریز مسلم لیگ اور اس کے قائد کو اپنا دشمن سمجھتے تھے، راجہ صاحب آف محمود آباد جب ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو انہیں متہود صوبہ جات کے گورنر نے بلا کر ہدایت کی کہ وہ انگریز کی دشمن جماعت مسلم لیگ کو چھوڑ کر نیشنل انگریز کلچرل پارٹی میں شمولیت اختیار کریں، بصورت دیگر انہیں بدترین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، گورنر نے مزید بتایا کہ برطانوی حکومت اپنے دشمن محمد علی جناح اور اس کی جماعت کو اپنی کاروائیاں جاری رکھنے کی

اور کانفرنس کے موقع پر ابوالکلام آزاد نے کہا :

"جہاں تک ہم سے ممکن تھا، ہم نے مسز جناح کی شہادت پوری کرنے کی کوشش کی لیکن ہم ان کا یہ دعویٰ کسی بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ مسلم لیگ ہی مسلمانان ہند کی تمام راہ اور با اختیار تنظیم ہے" (۲۸۲)

مشہور رویہ

نیشنلسٹ مولویوں نے اسلامی فلسفہ اخلاق کے بنیادی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے جارحانہ رویہ اختیار کیا اور "مسلم اور جینے دو" کے مسلمہ بین الاقوامی نظریہ کے برعکس تشدد کے یہاں ان کے بعض ایسے ہی بیانات پیش خدمت ہیں :

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری "جنہیں ان کے عقیدت مند قرابت بھی کہتے ہیں" نے کہا: "ہو لوگ مسلم لیگ کو دوٹو دے دے سوڑیں اور سوڑ کھانے والے" (۲۸۳)

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی نے سری نگر میں نماز بعد ایک تقریر میں فرمایا کہ :

"اگر مسلم لیگ کا موجودہ رویہ اسی طرح جاری رہا تو قلیل عرصے میں اس کو جاپان و جرمنی کی طرح پھل دیا جائے گا" مولانا نے مزید فرمایا کہ "مولانا آزاد اور پنڈت نہرو کی بے عزتی کے مسلم لیگ کو بھگتنا پڑے گا اور ضرور بھگتنا پڑے گا"

مہتمم مسعود زاہدی ایڈووکیٹ رقمطراز ہیں :

"میرٹھ کے ایک اجرائی جلسے میں تو ایسا بھی ہوا کہ جب اس کی قیادت کو گالیاں دی جا رہی تھیں تو سید اشرف علی تھانوی نے چڑھ گئے، بولے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، "ایک دن یا ہی تھا کہ مسلم لیگ زندہ باد، قائد اعظم زندہ باد کے شگاف نعرے لگے کہ تنظیمیں متیر ہو گئے، جب ان کا جلسے میں تبدیل ہو گیا تو کہیا ہے ہو کر کھٹک گئے، لاؤ انہوں کا خرچہ بھی لیگ کو ادا کرنا پڑا" (۲۸۵)

شیخ احمد عثمانی دسمبر ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ میں شامل

ہو گئے، ان کے اس اقدام کی اتنے وسیع پیمانے پر تشویر کی گئی اور یہ تاثر دیا گیا کہ اگر عثمانی صاحب اپنے رفقاء کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں نہ آتے تو خاکم بدین پاکستان کا قیام ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہوتا، پھر دسمبر ۱۹۳۵ء کی تاریخ بدلنے کے لئے دعویٰ کیا گیا کہ "۱۹۳۵ء میں مولانا شبیر احمد عثمانی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے" (۲۸۶)

----- حالانکہ یہ صحیح نہیں، خود عثمانی صاحب فرماتے ہیں

"راقم الحروف خود ایک مدت دراز تک اسی شش و پنج میں رہا اور یہی وجہ ہے کہ خاصی تاخیر سے میں نے لیگ کی حمایت میں قلم اٹھایا" (۲۸۷)

پروفیسر محمد انوار الحسن نے اصل صورت حال کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے :

"جمعیت العلماء (ہند) میں علامہ (شبیر احمد عثمانی) ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۵ء تک شریک رہے اور اس عرصے میں آپ نے خلافت کمیٹیوں اور جمعیت العلماء اور ہندو مسلم اتحاد کے پلیٹ فارموں پر زبردست تقریریں فرمائیں" (۲۸۸)

بلکہ مولوی حفظ الرحمن تو یہاں تک ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہیں کہ :

"بارہا حضرت مولانا (شبیر احمد عثمانی) کی مجلس میں یہ بھی سن چکا تھا کہ میں جمعیت علماء ہند کے شرکت کانگریس کے فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوں تاہم میں مسلم لیگ میں نہ شریک ہو سکتا ہوں اور نہ بھی حمایت کر سکتا ہوں کیونکہ میرا یقین ہے کہ مسز جناح اور مسلم لیگ کی لیڈر شپ علماء اسلام کی توہین اور مذہب کی تخریب کے درپے ہے اور مذہب کا نام استعمال کر کے بے وفائی اور الحاد پھیلا رہی ہیں۔" (۲۸۹)

اس کے باوجود ہم عثمانی صاحب کے اس صحیح فیصلے کو مستحسن سمجھتے ہوئے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لئے کہ اگرچہ مسلم لیگ میں سی بریلوی علماء و مشائخ من حیث الجماعت شامل تھے اور عثمانی صاحب کی حمایت و مخالفت دونوں سے مسلم لیگ کی کارکردگی پر کوئی نمایاں اثر پڑنے کا امکان نہیں تھا لیکن تب کے اس غیر متوقع فیصلے سے پاکستانی ذہن کے لوگوں کو خوشی ضرور

ہوئی جبکہ ان کے اپنے ہم مسلک حضرات کو دھچکا لگا اور انہوں نے اپنے رد عمل کا اظہار خود عثمانی صاحب کے الفاظ میں کیجیہ یوں کیا۔

”دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات اور کارٹون ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہا گیا اور ہمارا جنازہ نکالا گیا، آپ حضرات (اکابر علماء دیوبند) نے اس کا بھی کوئی تدارک کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، متمم اور مفتی سمیت (پاشتنا ایک دو کے) بالواسطہ یا بلا واسطہ مجھ سے نسبت تکذ رکھتے تھے، دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور وہ وہ فحش اور گندے مضامین میرے دروازہ میں پھینکے کہ اگر ہماری ماں بنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری آنکھیں شرم سے جھک جائیں، کیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ملامت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت سے لوگ ان کمینہ حرکات پر خوش ہوتے تھے“ (۳۹۰)

متفرق

کانگریس مولوی جب اپنا اجلاس منعقد کرتے تو الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ عموماً اس نتیجے پر پہنچتے کہ :

”جمعیت العلماء (ہند) کی ورکنگ کمیشن نے اس تجویز پر غور کیا ہے کہ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے قوم پرست مسلمانوں کو منظم کیا جائے، ہمیں یقین ہے کہ مسلم لیگ کی پالیسی ہندوستان اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے ان حالات میں مسلم لیگ سے ہمارا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا“ (۳۹۱)

۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں پنجاب میں اگرچہ مسلم لیگ سب سے بڑی پارٹی ابھر کر سامنے آئی لیکن اس قدر پیش حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی کہ کسی دوسری جماعت کی مدد کے بغیر حکومت بنا سکے، مسلم لیگ کو اقتدار سے محروم کرنے کا ناخوشگوار فریضہ ہندو لیڈروں کو نہیں بلکہ ابوالکلام آزاد کو سرانجام دینا پڑا، آزاد صاحب فرماتے ہیں -

”میں نے گفت و شنید کا سلسلہ ایسے انداز میں جاری کیا کہ یونینسٹ پارٹی کے لئے کانگریس کی تائید کے ساتھ وزارت کا مرحلہ آسان ہو گیا گورنر ذاتی طور پر مسلم لیگ کی مائل تھا لیکن اس حکمت عملی کے باعث اب اس کے لئے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا کہ یونینسٹ پارٹی کے لئے حیات خاں کو تقبیل وزارت کی دعوت دے“ (۳۹۲)

اب مولوی حسین احمد دیوبندی کے چند ارشادات خدمت ہیں :

”ہندو سماجیہ ویسے ہی ہندوؤں کی الگ جماعت ہے مسلم لیگ مسلمانوں کی، کانگریس ہندوستان میں بسنے والے ہندوستانی کی جماعت ہے“ (۳۹۳)

”لکھنیم پور کھیری میں حضرت (مولوی حسین احمد دیوبند) کے جلسے میں تقریر فرما رہے تھے، دوران تقریر میں ان کے ساتھ ساتھ (مسلم) لیگ پر بھی تنقید فرمائی، ایک صاحب غصے کے عالم میں کانپتے ہوئے کھڑے ہوئے اور بلند سے کہا کہ یہ سیرت کا جملہ ہے، اس میں سیاست سے جو کچھ جسے“ (۳۹۴)

”مسلم لیگ کی شرمناک کاروائیاں مشاہدہ کرنے کے بعد میں علیحدہ ہوا ہوں، ہر قسم کے ب و شتم کا یہ نسبت زیادہ نشانہ بنا ہوں وہ کون سے الفاظ و معاملات ہیں جو ضمیر کے اندر (علامہ اقبال) صاحب موصوف تو جب غیر ہیں اپنے ہی کیا کی کر رہے ہیں“ (۳۹۵)

مولوی حسین احمد دیوبندی کے ان تلخ ملفوظات کے متعلق اتنا کہا جاسکتا ہے کہ کاش وہ مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلم اور اسلام کے دشمن شرکین ہند کے معین و مددگار نہ بننے ان کی یہ بات سو فیصد صحیح ہے کہ علامہ اقبال ؒ کا تعلق دیوبند سے نہیں تھا بلکہ وہ مسلمانوں کے سوا و عظیم کے ساتھ دو قوی نظریہ کے حامی وہ بھی تھے اور سنی بریلوی علماء و بھی، کانگریس ان کی نظر میں صرف ہندوؤں کی جماعت تھی اکابرین کا موقف بھی یہی تھا، اولیا کرام و انبیاء عظیم السلام عقیدت مندی کے سلسلے میں بھی ان کے مابین مماثلت پائی جی (۳۹۶)

پاکستان سے قبل جمعیت العلماء ہند کا موقف صحیح تھا اور پاکستان بن جانے کے بعد ملک میں جس قسم کے حالات پیدا ہوئے انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ (مسلمان ہند کی تکالیف کا جو علاج مسلم لیگ نے تجویز کیا تھا، وہ صحیح نہ تھا) جمعیت العلماء ہند نے مسلم اکثریت کے علاقوں کے کانفرنسز کا جو فارمولا پیش کیا تھا، وہ پاکستان کی موجودہ شکل کی نسبت زیادہ بہتر تھا اگر اس فارمولے پر عمل کیا جاتا تو قیام پاکستان کے دوران جو قتل و غارت ہوا، وہ نہ ہوتا کیونکہ ہندو مسلمان ایک عرصہ تک اکٹھے رہتے تھے اور ان کے درمیان محبت و انس کے جذبات موجود تھے۔ (۵۰۱)

اب تک قوم پرست مولویوں کے جوار ثوابت نقل کئے گئے ہیں وہ ہندو لیڈروں کے موقف کی تشریح میں اختصار کے پیش نظر ہم یہاں ثانی الذکر رہنماؤں کے صرف دو بیانات پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

”مسلم لیگ انگریز کے پہلے بھی کام آئی ہے اور آئندہ بھی کام آئے گی (مسٹر کریانی) (۵۰۲)

اعلیٰ خوبصورت اور دیو پاورائی
کے لیے تشریف لائیں۔

پاک
سٹور

سررڈ، صد بازار، لاہور چھاؤنی

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات

ہے (۳۹۷)

فتاویٰ رضویہ کا انہوں نے مطالعہ فرمایا تھا۔

نیز فاضل بریلوی رحمہ اللہ اور ان کے معتقدین کے افکار و خیالات سے ہندوستان میں جو جمہوری فضا پیدا ہوئی تھی اس سے یقیناً متاثر ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک قومی تحریک کے بجائے دو لختی نظریہ کا پرچار شروع فرمایا اور متمم العلوم دیوبند مولوی حسین احمد دیوبندی کے اس بیان کہ ”اگر اہل اوطان سے بچتی ہیں“ کی اصلاح فرماتے ہوئے چند اشعار لے کر تھے جو ہم نے اسی مقالہ میں درج کئے ہیں، اس کے علاوہ یہ تفصیلی مضمون بھی اخبارات میں شائع کروایا، بعض حضرات کوئی کرتے ہیں کہ علامہ مرحوم کو جب اصل صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جس بات یعنی مسئلہ ”تجدد قومیت“ کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا تھا وہ برقرار رہا اور مولوی حسین احمد دیوبندی علامہ اقبال رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جو کتب شائع کیں، ان ”تجدد قومیت کی پرزور تائید کی ہے (۳۹۹)

اور تادم آخر وہ اس غیر شرعی موقف پر ڈنٹ رہے، خلاصہ کلام یہ کہ علامہ رحمہ اللہ کا موقف و مسلک وہی تھا جو سوادا عظم کا تھا لیکن جس کا تاریخی حقائق کو منہ کر کے موجودہ دور میں علماء دیوبند کو پاکستان کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے بالکل اسی طرح علامہ اقبال رحمہ اللہ نے علامہ مرحوم کو علماء دیوبند کا حمایت کرنے کی کوشش کی ہے (۵۰۰)

آدم برسر مطلب، آدمی جب گمراہ ہے تو گمراہی چلا جاتا، انسان خطا کا پتلا ہے، اگر کسی دور میں کسی نے کوئی غلط کام کیا تو ظاہر ہے کہ چونکہ وہ بغیر کی طرح معصوم نہیں تھی معلوم ہو جائے کہ اس کا اقرار کر لینا مومن کی شان ہے نہایت یہ مہربان برابر یہی اصرار کر رہے ہیں کہ ہمارے سر کا نقطہ نظر صحیح تھا، جمعیت علماء اسلام ہزاروی گروپ یا رخاں کے ناظم اعلیٰ مولوی بشیر احمد کا بیان ہے:

ایسی ہی شروع کر دی جیسے وہ گاندھی جی کے آشرم میں ا
دیوبند سے ہٹ کر (۱) اعلیٰ ہو کر ان کے چھاری بن گئے تھے
۲۔ یہ جو مل شدہ رخ کو دار امتیازی حیرت ناک اور قاتل افسوس
تھا دیوبند مولانا نے نہ صرف مسلم لیگ اور مسلمان سیاسی
رہنماؤں کے نظریات سے اختلاف کا مد کر لیا بلکہ بعض
محامات میں کانگریس کی طرف داری کے لئے اپنے اپنی عقائد بدل
کر ایسے بیانات شائع کر کے اور حرکات اختیار کیں جو دین میں
بھی ایک حد تک بیجا مداخلت کے مترادف تھیں۔

بعض مسلم سیاسی رہنماؤں کا خیال یہ ہے کہ چونکہ علمائے
دیوبند کی اکثریت کانگریس میں شامل ہو گئی اور یہ تمام حضرات
بحیثیت جمہوری نیشنلٹ مسلم پارٹی میں شریک ہو کر ذاتی وجود و
مقاصد کے سبب کانگریس کے سرگرم رکن بن گئے اور اس کی
ہر جاوید حمایت اور طرفداری 'مسلم لیگ اور ان کے رہنماؤں
خصوصاً قائد اعظم کی مخالفت میں دشمنی کی حد تک تجاوز ہو گئے

دوسرے نیشنلٹ مسلمانوں کی طرف مولانا حسین احمد نے
لیگ کی مخالفت میں شملہ کانفرنس کے دوران بعض ایسے
اقدامات کئے جو ان جیسے عالم دین جی کی شان کے لئے شایان
نہ تھے بلکہ ایک عام دیدار مسلمان بھی ایسے بیجا کردار و عمل کا
مظاہرہ نہ کرتا " (۵۰۹)

"حضرات مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی،
مولانا مفتی کفایت اللہ اور چند دوسرے علماء کا کانگریس کی حمایت
میں اس قدر غیر اسلامی طور و طریق سے شدت اختیار کر کے
مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت میں غیر اسلامی شعائر اختیار کرنا
بہت حیرت انگیز اور افسوسناک تھا" (۵۱۰)

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب حکیم فنایت اللہ
حسین سوہروردی کا بیان ہے کہ :

"۱۹۴۷ء کے مسلم لیگ مٹن کھنڈ کے بعد مولانا ظفر علی
خان کی ہدایت پر 'مفتی انتخابات جو بکینور، سہارن پور، مراد
آباد اور بلند شہر میں ہوئے' میں نے مسلم لیگ انکیشن آفس میں
خدمات سرانجام دیں، سید ذاکر علی آف آکرہ ناظم انتخابی مہم
تھے پورے علاقے کا دورہ کیا، محلے محلے گئے، میں اور

قاری محمد امجد علی صاحب صدر مسلم لیگ سوبہ متحدہ
تو تمام اہل قوم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

"اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم ملک کے تماموں میں
ایک ہی جذبات ابھار کر یوٹیڈ دشمنی پیدا نہ کریں لیکن میں یہ کہنے
کی جرأت کرتا ہوں کہ یہی مشورہ کانگریس کے مولوی مسلمان
اور جانا چاہیے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اجرائی لیڈروں کی
طرف سے آپ تک پہنچی ہیں یا نہیں اور نہ ہی مجھ کو یہ معلوم ہے
کہ آپ نے کانگریس کے دوسرے اداروں کی تقاریر و خطبات
میں بھی کچھ سنی ہیں یا نہیں، لیکن یہ ان لکھی گئیوں کا
نہ ہونا چاہیے کہ سنا جو یہ ہمارے ایک مسلم لیگ اور اس
کے لیڈروں کو سمیٹے ہیں، ان کی تقاریر لغویت کی انتہا تک
گئی ہوئی ہیں لیکن اس کے باوجود کانگریس ان کی تقاریر
میں محول کر لیاں بجاتے اور خوش ہوتے ہیں" (۵۱۱)

جناب غلام فرید کیلانی نے قائد اعظم محمد علی جناح کے
تے ملاقات کر کے انہیں جھٹک کا دورہ کرنے کی دعوت دی "
قائد اعظم نے فرمایا کہ میرے پاس اتنا وقت کہاں کہ ہر ضلع
کے چٹپوں، میں نے عرض کی 'ہمارا ضلع پسماندہ کہا جاتا ہے
مسلم اکثریت کا علاقہ ہے، آئے دن کانگریس کے خرید
نیشنلٹ مسلمان اور جمعیت العلماء اسلام (اس
کے لی جمیت العلماء ہند) کے مولوی اپنے آقاہی نعمت کو
کے لئے علاقہ کی ناخواندگی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے
مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق بے سروپا باتیں کر کے
مسلمانوں کو MISLEAD کر رہے ہیں اور جاگیردار بھی اس وقت
بے نیست پارٹی سے چپے ہوئے ہیں اور چھوٹو رام کو اپنا
بھائیے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ وہ ایمان بھی لے آئیں،
آپ تحریف لے آئیں تو اس علاقہ میں نئی روح پھوٹی
گی اور نیا دلولہ پیدا ہو جائے گا۔ آپ نے آرا توقف
بعد میری اس درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے فرمایا
صرف تین گھنٹے کے لئے آؤں گا" (۵۱۲)

مولانا پاکستان جناب عشرت رحمانی رقمطراز ہیں -

"مولانا حسین احمد مدنی نے کانگریس میں اس طرح

میرے رفقاء طلبہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گاؤں گاؤں گئے لیگ کے متعلق یہ تاثر تھا کہ یہ انگریز کے اشارے پر اس کے اقتدار کو دوام دینے کے لئے کام کر رہی ہے یہ تاثر کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کے اکابرین نے پیدا کر رکھا ہے پھر مسلم یونیورسٹی کے طلبہ پر تو یہ الزام خاص طور پر تھا ہم نے ایک گاؤں میں جلسہ کرنے کی کوشش کی مگر مقامی لوگوں نے تقریب سننے سے انکار کر دیا چنانچہ باہمی مشورہ پر رات گاؤں میں گزاری اور مسجد میں قیام کیا صبح جو نئی نماز فجر ہوئی میں نے درس قرآن پاک شروع کر دیا مجھے درس پر عبور تھا تمام تلامذہوں نے درس سنا اور وہ لوگ جنہوں نے ہمیں انگریز کا حامی قرار دیا تھا آپس میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ یہ توجوان بچے مسلمان ہیں چنانچہ یہ لوگ درس کے بعد ہمیں ساتھ لے گئے خوب تواضع کی اور بعد نماز ظہر جلسہ کا اعلان کیا جس میں گاؤں والوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی ہم نے مسلم لیگ کا پیغام پچھایا جلسہ ختم ہوا تو گاؤں کی فضا بدل گئی اور پھر انتخابات میں لیگ جیتا سے اکثریت میں کامیاب ہوئی (۵۱۱)

مشر مسلم لیگی رہنما صدیق علی خان ابوالکلام آزاد کے کردار کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"مسلمانوں کے لیڈر مسٹر جناح نے اپنی قوم کی طرف سے (کانگریس کی جانب) دوستی کا ہاتھ بڑھایا بد عہدی کی اس سے بدترین کوئی مثال نہیں ملے گی کہ انہوں نے بڑی بے باکی سے مسلم لیگ کو غلامی دینے سے صاف انکار کر دیا اور طرفہ تلاش یہ کہ خود کو الگ تھلک رکھ کر ایک کانگریسی مسلم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد کو مسلم لیگی ممبروں کو جماعت سے توڑنے اور خریدنے کی گھٹیا خدمت انجام دینے پر مامور کیا یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کیونکہ انگریزوں اور ہندوؤں کی ہندوستانی تاریخ ایسے کمرہ واقعات سے انی پڑی ہے مولانا نے چودہری ظلیق الزمان صاحب پر اپنی دوستی کا سارا لے کر ڈورٹ توڑا لے لیکن یہ بھول گئے کہ چودہری صاحب ایک پرانے اور باران دیدہ ماہر سیاسی کھلاڑی ہیں اور کانگریسی گھر کے پرانے بھیدی ہونے کی وجہ سے کانگریسی لٹکا کو بڑی آسانی سے

ڈھال سکتے ہیں مولانا نے وزارت کا لقب عمر جمعہ ہی صاحب کے سر پر کر پیش کیا کہ اس کو کھانے سے قبل ہمیں چند شرط پوری کرنی پڑیں گی (۱) مسلم لیگ پارٹی کو ختم کر کے اس تمام ممبروں کے ساتھ کانگریس میں بغیر کسی شرط کے شریک جاؤ اور صوبائی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کو توڑ دو اخبار میں جب یہ خبر شائع ہوئی تو مسٹر جناح نے لکھا کہ مرکز کو انداز کر کے صوبہ مسلم لیگ اور صوبہ پارلیمنٹری بورڈ کو ویشدہ کرنے کا کوئی حجاز نہیں ہے بالآخر چودہری صاحب مولانا کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا (۵۱۲)

محترم اشتیاق اظہر ابوالکلام آزاد کی مسلم لیگ دشمنی ایک واقعہ بتائے ہوئے تحریر فرماتے ہیں -

"دسمبر ۱۹۴۷ء کے اواخر میں مولانا ابوالکلام آزاد اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ میں طلب کی گئی میں یو۔ پی مسلم لیگ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی یہ تھا کہ چونکہ مسلمانوں میں اب تک مسلم لیگ کا اثر اس لئے اس کے ذریعہ مسلمانوں کو حالات کے مطابق آپ کو بدلنے پر مجبور کیا جائے لیکن یو پی مسلم لیگ کانفرنس میں غیر مشروط شرکت پر آمادہ نہیں ہوئی بلکہ اس ایک پانچ رکنی وفد سید الاحرار (مولانا حسرت موہانی) قیادت میں مولانا آزاد سے ملا اور ان سے اس کانفرنس انتقاد کی غرض و غایت معلوم کی ملاقات کے وقت پتہ چلا مولانا آزاد مسلم لیگ کے خاتمہ اور کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کی غیر مشروط و قیاداری کے خواہاں ہیں لہذا مسلم لیگ نے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا (۵۱۳)

جناح سید مذکور نیازی وہابیوں کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"لیگ جس متحدہ محاذ کی خواہاں تھی اس کے خاتمہ کو وہابی یا اہلحدیث کہا جاتا ورند سوال اہلحدیث کا تھا وہابیت کا لیکن اختلاف اور انتشار کے اس تکلیف دہ زمانے جب مسلمان الگ الگ حلقوں میں بکھر گئے تھے بعض نے اصطلاحات کی شکل اختیار کر لی تھی اور ان کا اطلاق خاص خاص افراد یا حلقوں پر ہوتا وہابیت یا دیوبند کا کانگریسی

خدا دار علماء اور ان کے عقیدت مندوں پر 'مولانا حسین
'مگر میں نے حاکمی تھی' مولوی ثناء اللہ بدیع اہل
'امیر بھی مطلق کے زمرہ عنوان بہ سیاست خاصہ پر
'فرمانے تو اس سے بھی ٹانگریں کی صلیت کا پتلا اٹھا'
'مگر غوفوی کا شمار بھی رحمانے کانگریس میں ہوتا مولانا
'آراء کو بھی اجماعیت ہی کا رکن رکین تصور لیا جاتا تھا
'بھی جماعت اجماعیت کی تائید حاصل تھی' لہذا عام خیال
'کہ اجماعیت یا عرف عام میں 'وہابی' لیگ کے خلاف ہیں

اکثر اسرار احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا:

'اجماعیت' دیوبندی اور جماعت اسلامی 'انتخابی سیاست

میں کامیابی کے جھنڈے نہیں گاڑ سکتے کیونکہ ان پر وہابیت کی
چھٹی پرست لڑائی جاتی ہے۔۔۔ حال ہی میں مولانا داؤد
فرزانی کے بارے میں ایک واقعہ پڑھا اور پھر اس کے راوی
بنائب اسحاق بھٹی نے خود بھی مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے مولانا
سے 'جو جماعت اجماعیت کے صدر تھے' کہا کہ ہم سیاسی
طور پر حاکم ہو کر انتخابات میں حصہ لیں نہیں لیتے 'مولانا
خاصوش رہے کچھ دنوں بعد پھر کہا تب بھی چپ ساڑھے رکھی'
تیسری دفعہ اپنی بات دہرائی تو مولانا نے فرمایا کہ مولوی
ساحب 'میں تمہیں عقلمند آدمی سمجھتا تھا لیکن تم تو عقل سے
لوہے ہو' جیسے ہی ہمارا کوئی آدمی سیاست کے میدان میں اترا
'اسے وہابی کا لیل چسپاں کر کے ناکام بنا دیا جائے گا' (۵۱۵)

اے اللہ ہمارے ملک کو امن کا
گہوارہ بنا دے

سُورَةُ الْعَصْرِ

سُورَةُ الْعَصْرِ فَكَيْفَ تَرَىٰ تِلْكَ آيَاتِ
سورۃ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ اَكْثَرُ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝

اس زمانہ محبوب کی قسم۔ بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور

وَتَوَّاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَّاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی۔ اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی

- ترجمہ = امام احمد رضا رحمہ اللہ

خلاصہ تفسیر

قسم ہے عصر کی یعنی زمانہ کی اس کی سختیوں کی (عصر سے مراد نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہو کہ وہ تمام زمانوں سے افضل ہے) آدمی غیر کافر گھائے میں ہیں کہ اس کے لئے جنت کی جو نعمتیں ہیں وہ کفر کے سبب کھوئے رہتا ہے۔ مگر جو رسول ﷺ پر ایمان لائے اور قرآن پر اور ایک دوسرے کو حق یعنی دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور فرائض و واجبات کو ادا کرنے میں مشکلیں پڑیں ان کو برداشت کرنے کی تلقین کرتے ہیں وہ نقصان اٹھانے والے نہیں بلکہ برکت والے اور رب جل جلالہ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔

(تفسیر ابن عباس)

مسلم لیگی اور قوم پرست مولوی

اسلام اور مسلم لیگی

یہ سب جائز اور اسلام کے عین مطابق تھا لیکن مسلم لیگی رہنماؤں اور سنی بریلوی علماء کرام کا جرم یہ تھا کہ وہ کاندھمی کی اطاعت اور بندہوں کی سہرہ سخی کو قبول کرنے کی بجائے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ورنہ دیکھا جائے تو ایک جانب ہندو لیڈر تھے جن کے متعلق کتنا بھی حسن ظن سے دم نہ لیا جائے وہ اسلام کے اس قدر وقار اور محافظت ثابت نہیں ہو سکتے تھے جتنا کہ کلہو کو مسلم لیگی لیڈر اور ان کے جمنہ اسنی بریلوی علماء و مشائخ جن میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے سناچہ اہل حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، مفتی محمد امجد علی حبیبپوری، مولانا عبدالقادر عابدی، امیر ملت علی سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، شیخ محمد اسام خاویہ، محمد قمر الدین سیالوی، علامہ ابوالحسن، محمد احمد، علامہ سید احمد سعید، عظمیٰ دست احمد، علامہ، قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان تیرانی اور دیگر سینکڑوں علماء کرام و مشائخ نظام شامل تھے۔ اصل بات یہ تھی کہ تحریک پاکستان کے دوران جس شخص نے بھی کاندھیس کی مخالفت کی، وہ وارید اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کا اسلام سنگٹہ ضرور ہوا اور اگرچہ دینی کے الزام سے بچا نہ سکا، اس میں شک نہیں کہ مسلم لیگ میں شامل سب حضرات اولیاء اللہ نہیں تھے بلکہ ایک انصاف پسند شخص یہ مانتے سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ حضرات قیمت بت نہ سوں سے بھر جال بہتر تھے لیکن بد قسمتی سے کاندھمی مولوی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے۔ یہ مسلمان کانگریس کی حمایت کرنے لگا، چاہے وہ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھتا، اس کا نام اصل مسلمانوں کی قیادت میں شامل ہو جاتا، اس کے علاوہ وہ سارے مسلمان کانگریس کے ذہنی گرام، بے دین، دشمن اسلام، بدعتی اور مشرک قسم سے

کانگریس مولویوں کے نزدیک مسلم لیگی رہنما عام فہم اور سنی علماء و مشائخ بدعتی اور مشرک تھے حالانکہ ہندو کے ساتھ وہ کچھ جوڑ کر لیا تھا اور بتوں بنایا تھا۔ میری صاحب "مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث کے گھر پر جو بی ملکیت ہے، کانگریس کا جمنہ آتا ہے اور بنایا جاتا ہے ان تمام غیر شرعی رسوم میں شرکت کرتے ہیں۔" (۵۱۶)

مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی شبیر احمد عثمانی، نام کے سبب میں دارالعلوم دیوبند نے قابض مولویوں کے متعلق

میں تو علم الیقین سے بچھ کر عین الیقین سے دیکھا۔ کانگریس مسلک کی روح مدرسے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

مولوی شبیر احمد عثمانی کا بیان ہے:

انہوں نے وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اولیاء الرحمن نے رکھی اور اس کی روایات کے بقاء و تحفظ کے لئے رکھی تھیں، ان کے سینوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا دیا ہے جس میں ہندو قوتیں کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہیں۔ ان کے قریبوں کو جہاں کانگریس حکومت سے شوق ہے وہی کا پروانہ دے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے، آج کے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شریعہ اور منکرات پر عمل کرتے ہیں کہ شاید کسی ہندو کالج میں یہ بات نہ ہو۔

جاتے تھے :

مولوی عبداللہ لغاری صاحب لکھتے ہیں

"جب مولانا (عبداللہ) سندھ میں ہندوستان میں آئے تو پیش مولانا حسین احمد ان کی مخالفت کرتے رہے اور مسلم لیگ کے نوجوانوں کو کافر کہتے رہے" (۵۱۹)

سید صدیق الحسن گیلانی رقمطراز ہیں : "نوائے وقت مورخ ۱۸ - اکتوبر ۱۹۴۲ء میں اکرام الحق شیخ صاحب (جنرل) نے ایک مراسلہ "انجی نہ بڑھائی بالمال کی حکایت" کے عنوان سے شائع کیا جس میں اخبار آزاد مورخ ۱۵ اگست ۱۹۴۲ء میں شائع شدہ قتل کی طرف متعلق محمد صاحب کو تہجد دلائی گئی تھی جس میں سخی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ :

"ہندوستان کی تمام قوموں سے رشتہ قائم بنایا ہے لیکن کسی مسلم لیگی سے ہی مسلمان الٹی دیکھ کر ہنسے" (۵۲۰)

اسی طرح مولوی غلام غوث بٹواری نے لکھا تھا :

"مسلم لیگی کا باغیہ الزام سے شاکس دیا گیا بھی مسلمان ہی رہتے ہیں اور اصل میں مسلمانوں کوشت خوردگی کے ہے" (۵۲۱)

یہ بات دیکھ کر انہوں نے اپنی آپ بیتی میں ٹیکس آزاد کے حوالہ میں لکھا : "میں نے مسلمانوں کو ہندوستان میں لایا ہے" ان کی ناراضگی کی وجہ یہ بتائی کہ انہوں نے اجلاس لڑائی میں ان کے اہل خانہ کو ہندوستان سے انکار کر دیا تھا (۵۲۲) اسی کے بعد ان سے دو طرح کی باتیں ہوئی اور ابو الکلام آزاد کے حوالہ سے ان کی تشکیل ہوئی "ستم تقریبی یہ ہے کہ یہ ایک بڑے بڑے کے خلاف یہ ستم کاغذیں کی حریف بنی اور قاضی احمد مسعود صاحب اور مسعود علی بٹواری کے خلاف اس قدر زور دیا کہ انہوں نے وہی پیچھے ہٹ کر لگی "اس کی دولت یعنی ۲۵ مارچ ۱۹۴۶ء کے اجلاس لاہور میں یہ قرارداد منظور کی گئی :

"مسلم لیگ کی قیادت قطعی غیر اسلامی ہے" اس کا عمل "ستم ملت اسلامیہ کے خلاف کے خلاف رہا ہے" "مرکزیت" "اس اور سہیلیوں میں اسلامی قوانین کی مخالفت" :

مستقل شعار ہے ۔ اپنی لئے مسلمان سیاسی ، مذہبی ، رہنمائی کی توقع مسلم لیگ کی غیر اسلامی قیادت سے نہیں ۔ اور مسلم لیگ کے کسی فیصلہ کو اسلامی ہند کا فیصلہ نہیں رہ جاسکتا (۵۲۳)

مولوی غلام عبداللہ شاہ بخاری نے ۲۶ - اپریل ۱۹۴۶ء اردو پارک دہلی میں تقریر کرتے ہوئے سامعین کو بتایا : "تحریر پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول میں باہر کا تعلق اور بنیادی فرق ہے ۔۔۔ یہ بات میری سے بالاتر ہے کہ یہ لوگ اپنی اڑھائی من کی لاش کی فٹ کے قد پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے وہ ان انسانی کیمیا سے ایک قطع زمین پر کس طرح نافذ کر سکتے" (۵۲۴)

مشہور کیونسٹ کانگریس رہنما ڈاکٹر محمد اشرف احمد حسین احمد بٹواری صدر جمعیت العلماء ہند کی "تجلی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان سے براہ مقابل مسلم رہنماؤں کو اور جنرل کا خطاب عطا فرماتے ہیں "اسی طرح مولوی صاحب کا مقام متعین کرنے میں دشواری پیش نہیں فرماتے ہیں :

"مسلم لیگ کے دفتر سے اسلام کی سند تقسیم ہوا تھی "پہنچا" بڑے بڑے برطانوی اقتدار مٹانے کے کام میں تھیں یہ تحریر ہوتے تھے "اب مسلم لیگی رہنماؤں کی میں غدار اور خیم قرار پاتے" ہم جیسے نام تمام مسلمانوں اس قسم کے طعن و تشنیع سے واسطہ ڈرا کم پڑنا تھا ۔ کانگریس کے رابطہ عوام کے لیڈری کی حیثیت سے میرے بھی فوری جرم جتن صاحب کی سرکار سے قائم ہو چکی تھی "سین احمد کا یہ کہہ دیکھتے کہ آئے دن ان ابو سہیلوں باتوں انہیں اجازت تھی کہ یہ جیسے ممکن تھا کہ اس آزاد کار کا یہ کے لئے ثابت میں افواہ آئے" (۵۲۵)

مسلم لیگ کے دفتر سے کسی قسم کی کوئی سند تقسیم ہوا تھی "تجلی خیم مسلم لیگی رہنما اور کارکن مسلمانوں کے کانگریس سے ہٹتے اور مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کرنے کی راہ میں تھے یہ تمام پرست رہنماؤں اور مولویوں کا نام

خود غرض لیڈر

کاٹگری مولویوں کے نزدیک سب مسلم لیگی بیوقوف اور خود غرض تھے، چوہدری افضل حق رئیس الاحرار نے فرمایا "وطن عزیز اور دنیائے اسلام کی غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ ہندوستان اور دنیائے اسلام کو الگ الگ نہیں بلکہ ایک غلامستان سمجھ کر قسمت آزمائی کی جائے لیکن قوی بوجہ بجھکنے ایسے حال میں شاہی ہند کو پاکستان بنا رہے ہیں" (۵۳۱)

مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے نزدیک مسلم لیگی رہنما بے عمل اور ایمان کے ڈاکو تھے، کہتے ہیں :
"مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے" (۵۳۲)

مولوی ثروت حسین کے خیال میں انگریزوں کے جانے کے بعد ہندوستان میں سیکولر حکومت قائم کرنے کے لئے ایک مجدد کی ضرورت تھی، یہ کسی مولوی حسین احمد دیوبندی نے پوری کر دی اور "خود غرض اور ابن الوقت" مسلم لیگی لیڈروں کو "شکست فاش" دے کر مسلم لیگ کے "زہریلے پروپیگنڈہ" کو بے اثر کر دیا۔

"حضرت کے سیاسی شعور اور رہنمائی پر بصیرت نے مسلمانوں کی بروقت صحیح رہنمائی فرمائی لیکن پھر بھی مسلمانوں کی مخصوص جماعت (مسلم لیگ) خود غرض اور ابن الوقت لیڈروں کے درغلانے سے پاکستان کی صورت میں کٹ کر الگ ہو گئی۔۔۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ کاٹگریس کی حمایت میں خلیفہ ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب اور شیخ (حسین احمد دیوبندی) ہی کا نام لیا جاتا تھا اور دوسرے حای یا تو جدا ہو گئے یا مسلم لیگ کے زہریلے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو بیٹھے تھے۔

ایسے آڑے اور نازک وقت میں ایک مجدد کی ہمت و

انگریز اور مسلم لیگی

جناب ڈاکٹر وحید قریشی تحریر فرماتے ہیں :

"ان لوگوں کو مسلم لیگ کے لیڈروں پر یہ بھی تھا کہ ان کی وضع قطع فرنگیوں کی سی ہے، اس لئے انہیں مسلم ریاست کے لیے ان کی جدوجہد جتنی برخلاص نہیں بلکہ کھلم کھلا یہ کہا جاتا تھا کہ یہ انگریزوں کے پنجو ہیں کی تحریک آزادی کو سوتاؤ کرنے کے لئے فرقہ وارانہ لگاتے ہیں، واقعات ثابت کرتے ہیں کہ یہ بدگمانیاں درحقیقتیں" (۵۳۳)

اسی بدگمانی کے پیش نظر چوہدری افضل حق الاحرار فرمایا کرتے تھے۔

"اکثر لیگی مسلمان اسلامی کلچر کے، دعویٰ کا ہندی نمونہ" (۵۳۵)

تقسیم ہند کے بعد خیال کیا جاتا تھا کہ اصل صورت واضح ہو جانے کے بعد قوم پرست حضرات کے پسماندگان پرستی کا من گھڑت الزام لگانے سے احتراز فرمائیں گے ایسا نہیں ہوا، مولوی حسین احمد دیوبندی کے صاحبزادے محمد اسعد نے ایک تقریر میں کہا :

"بدقسمتی کی بات ہے کہ ملک آزادی کے بارہا تھا کہ مسلمان ہی رونگٹہ کے بیٹھ گئے۔۔۔ وہ قوم شیروں کی اولاد جسوں نے کبھی روٹھنا نہیں سیکھا تھا، کبھی جتنی نہیں جیتی تھی، آزادی سے روٹھ گئے، کہنے لگے انگریزوں کا ہی ہے، سر آنکھوں پہ اس کی غلامی ہے مسلم ہے، مسلم لیگ میں آ" (۵۳۶)

علامہ اقبال بریلو اور قوم پرست

”ہم ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب کو ایک شاعر اور فلسفی سے زیادہ حیثیت دینے کو شرعی جرم سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کے کلام کو بغور پڑھا ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مرحوم کے جہاں سنگتوں اور ہزاروں اشعار مفید ہیں، وہیں ان کے کتے ہی اشعار ایسے ہیں جن سے کھلے بندوں اسلام اور اسلامی فلسفہ پر اس کی زد پڑتی ہے۔ پاکستان میں قانون سازی کا اصول فکر اقبال کی روشنی میں تو ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان جس اسلام کے نام پر بنا ہے وہ مرحوم ہی کے فلسفہ کا دوسرا نام ہے۔“ اس لیسے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو امام ابوحنیفہؒ اور شاہ ولی اللہؒ وغیرہم اکابر اولیاء اسلام کے دوش بدوش بلکہ مع ششی زائد رتبہ دے دیا جائے تو پھر بھی کم ہے مگر ہم ہندی طالب علموں کے نزدیک تو ڈاکٹر صاحب کا وقتی مقام ہے جو علامہ اقبال احمد صاحب سہیل مرحوم کا ہے، یہ اور بات ہے کہ آخر الذکر وکالت کی نذر ہو کر رہ گئے اور اول الذکر پنجاب کی نبوت غیر زمین کی بدولت آج شارح اور مفسر اسلام وغیرہ کے ناموں سے یاد کئے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ مانا کہ ڈاکٹر صاحب بہت بڑے فلسفی کئے جا رہے ہیں لیکن جہاں تک شاعری اور وہ بھی اردو فارسی شاعری کا درجہ ہے، سہیل صاحب کا مقام ان سے بہت زیادہ بلند ہے۔“ (۵۳۲)

ڈاکٹر محمد اشرف صاحب اپنے معدود مولوی حسین احمد دیوبندی کے رسالہ ”مسئلہ قومیت اور اسلام“ پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ اقبال کو خارجی کے لقب سے نوازتے ہیں:

”مرحوم جس طرح خود بعض ذہنی اور خالی از معنی الفاظ اور اصطلاحات سے مرعوب تھے اسی طرح عام مسلمانوں کو بھی مرعوب کرنا چاہتے تھے مرحوم و مغفور نے جس انداز سے اسلام کے متعلق بحث کی تھی، وہ عام مسلمانوں اور خصوصاً پنجاب کے اتحاد اسلامی کے دعویداروں کے لئے تو دلیل وہ کتنی تھی لیکن عام المسلمین کے موجودہ مسائل کو حل کرنے سے قطعاً قاصر تھی اور میرا ذہن مثلاً اس بات کی طرف لیا کہ یہ محترم شاعر ملت قدس کی تاریخی ضروریات سے بے خبر ہو کر تفقہ فی الدین کے جذبہ سے محروم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فکر ہم قومیت کے سوال پر آج اس قسم کی خاموشی

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی طرح علامہ اقبالؒ نے بھی انگریز پرستی کا الزام لگایا، اس لئے کہ یہ دونوں حضرات کانگریسی فلسفہ (متحدہ قومیت) کو خلاف اسلام، ہندو مت، اتحاد کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے تھے اور دوقومی نظریہ تسلیم تھے، آج بھی کسی کے متعلق یہ جاننا مقصود ہو کہ آیا کانگریس ہے یا مسلم لیگ تو ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا ذکر خیر کر دیں، اگر وہ مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں اسی مولویوں کا مخالف قرار دے دے تو سمجھ لو کہ وہ قومی فلسفہ ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کا پرستار ہے، گویا یہ ہم پر کھٹنے کے ایسے آٹے ہیں جن کی مدد سے آپ اور پاکستانی ذہن کا آسمانی سے کھنک لگا سکتے ہیں۔

عبدالماجد دریا بادی، جو اجماع امت کے برعکس مسلمان سمجھتے تھے (۵۳۷) کا بیان ہے:

”اقبال کا نام مدح کے ساتھ لینا اہل خانقاہ (تھانہ بھون) ایک خود ایک جرم تھا“ (۵۳۸)

مولوی عید اللہ سندھی نے ارشاد فرمایا:

”جہاں پوچھو تو اقبال ایک روایت پرست یہودی کی طرح کی مودوم جماعت کو پوجتا ہے“ (۵۳۹)

یہ اور موقع پر فرمایا:

”اقبال کا اسلام عملاً ایک فرقہ پرست ہندوستانی بلکہ مسلمان کا اسلام تھا“ (۵۴۰)

مفت حسین صاحب کا کہنا ہے کہ:

”دیوبندی خیالات کے علماء اقبال کو ایک آزاد خیال لکھتے تھے“ (۵۴۱)

مولوی نجم الدین اصلاہی علامہ اقبال کو ایک شاعر سے حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں، پاکستان کی خدمت کرتے ہوئے علامہ مرحوم کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کے اسلامی خیالات کی نشان دہی کرتے ہیں:

بلکہ تصوری دلیلوں سے کام لیں تو تاریخی لحاظ سے مسلمان خوارج کے انتہاء انگیز جذبات سے آگے ترقی نہیں کر سکتے تھے۔ نہ تمدن اسلامی کی شاندار روایات قائم کر سکتے تھے لیکن جہاں شعرا اور مستشرقین مزاج لوگ ناکام رہے فقہائے اسلام نے صدیوں تک اسلامی نظام کو زندہ رکھا اور دنیا کی ترقی اور انسانی سماج کی برتری کا موجب بنا دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی علامہ اقبال مرحوم اور حضرت مولانا (حسین احمد دہلوی) میں وہی فرق ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے معترض خوارج میں تھا۔" (۵۳۳)

مولوی عید اللہ سندھی، اپنے ہم مسلک مولوی حسین احمد دہلوی کو علامہ اقبال پر اس لئے ترجیح دیتے تھے کہ ان کے خیال میں مولوی صاحب انگریز سے ٹکر لینے والے اور علامہ اقبال مرحوم خوشامد تھے:

(مولوی عید اللہ سندھی نے) جوہر کا اقبال نمبر دیکھا تو اقبال کے نام سے بڑے جزیب ہوئے، کہنے لگے کہ یہ اقبال جو حسین احمد کے حلق سے نکلتے ہیں، چہ بے خبر مقام محمد علی عربی است "خدا کا غضب" اقبال، حسین احمد کے بارے میں کہے کہ وہ مقام محمد عربی سے بے خبر ہے، حسین احمد جو ایک مرید مجاہد ہے، حسین احمد جس کی پوری زندگی برطانوی حکومت کے خلاف ایک جہد مسلسل ہے، جو نہ ڈرتا ہے نہ تھکتا، اس حسین احمد کو یہ مرد قال جس نے کبھی برطانیہ کے خلاف کسی قسم کا کوئی عملی اقدام کرنے کا تصور تک نہیں کیا، مقام محمد عربی سے بے خبر بتائے، خدا کا خوف کرو" (۵۳۴)

مولوی محمد میاں ناظم جمعیت علماء ہند، خوف خدا کو پس پشت ڈالتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم کی متحدہ قومیت جیسے غیر شرعی فلسفہ پر تنقید کو انگریز پستی سے جوڑتے ہیں:

"یہی وہ قومیت متحدہ ہے جو انگریز کی نظر میں سب سے زیادہ سنگ مرمر ہے۔ ۱۹۳۷ء میں سیدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے دہلی کے ایک عام جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہی حقیقت واضح کر دی تھی، اب کیا تھا انگریز کو اشتیاج ہو گیا، انگریز پرست شعرا کی زبانیں دراز ہوئے، لکھیں اور قومیت متحدہ کے برخلاف نہ صرف یہ کہ ایک وہ تقریر

کی تھی یا کوئی مضمون نکالا گیا، مستقل ادارت قائم کر دی۔ جو ہندوستان میں سے قومیت متحدہ کے تحریک کو دور کریں (۵۳۵) یہی حال مولوی حسین احمد دہلوی کا تھا، انہوں نے کسی دلیل اور ثبوت کے علاوہ اقبال مرحوم پر انگریز کے جلا ہونے کا فتویٰ لگا دیا، مولوی صاحب رقمطراز ہیں:

"یہ امر یقینی اور غیر قابل انکار ہے کہ جناب صاحب کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی اور ان کے کمالات غیر معمولی تھے، وہ آسمان حکمت و فلسفہ، شعر و سخن، تقریر، دل و دماغ اور دیگر کمالات علمیہ و عقلیہ درخشندہ آفتاب تھے مگر باوجود کمالات گونا گوں، ساحرین کے بحر میں مبتلا ہو جانا یا بعض غلطیوں میں پڑ جانا اور کسی خواص طالب علم کا اس سے محفوظ رہنا کوئی تعجب خیز بات نہ۔" (۵۳۶)

اسی مولوی صاحب نے ہندوؤں کی پروپیگنڈہ مسم سے جوہر کر تقسیم ہند کی تجویز کو بھی انگریز کی ایجاد قرار دیا، ان خیال میں انگریزوں نے ہندو مسلم اتحاد میں رخت ڈالنے کے مسلمانوں کو متحدہ ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کرنے پر کرنے کی کوشش کی اور:

"اسی تحریک سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے میں الہ آباد مسلم کانفرنس میں تقسیم ہندوستان کی تجویز پیش تھی" (۵۳۷)

اس موقع پر بے ساختہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ کے ایک فتویٰ کے چند الفاظ آگے آکرچہ یہ فتویٰ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں دو قومی نظریہ کو لڑنے کے سلسلہ میں دیا تھا لیکن اللہ والوں کی باتیں ہر دو لئے سرور بصیرت ثابت ہوتی ہیں "فاضل بریلوی بھڑے قومی نظریہ کا پرچار کرنے والوں کے ہونے اور مصنوعی والا

رو قرآن وحدیث اور ملت صالحین کی تشریحات سے کرتے بعد ہندوؤں کی غلامی کو اسلامی غیرت اور خود داری کے خلاف اور ان غیر شرعی رجحانات رکھنے والے مولویوں سے سوال کیا تھا اور یہی سوال مذکور بالا ہستان کے بارے میں دیا جاتا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا: "سب بات

تصویرات سیاست اور ملی نصب العین یا جداگت قومی وجود کے تحفظ کی بحث چھیڑیں تو اسے انگریزی اقتدار کی حمایت یا مفاد پرستی پر محمول کیا جائے، زور دیا جائے تو محض انگریز دشمنی پر 'انگریز دشمنی کوئی مثبت اصول سیاست نہیں ہے' (۵۵۰)

جس طرح دوسری دوسری جماعت میں ضم نہ ہونے دیں اور اپنی انفرادیت (ENTITY) کو برقی دیں، اگر ان کو فرقہ پرور اور کمیونسٹ کہا جائے، پرواہ نہ کریں اور اگر توڑی اور سرکار پرست (۵۵۱) جیسے الفاظ کے ساتھ مطعون کیا جائے، شرمندہ نہ ہوں، مجھے یقین ہے، ایک آزاد اور خود مختار حکومت مسلمانوں کے لئے مقدر ہو چکی ہے مگر اس کے حصول کے لئے مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم ضروری ہے جس کی اساس صرف اسلام ہو اور کچھ نہ ہو" (۵۵۲)

حقیقت یہ ہے کہ مولوی حسین احمد دیوبندی کا یہ الزام

عالم بھی مت دیکھتا ہے یا بدعت شریکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے" (۵۳۸)

جس خوش نصیب حضرات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے امت و معرفت کی دولت عطا ہوئی ہے، انہیں قوت برداشت سے بھی نوازا جاتا ہے، ایسی ہستیاں محدود سوچ کے حامل حیات کی ہلکی باتیں سن کر ہوش میں آکر ہوش و حواس کھو کر بیٹھے اور نہ ہی وہی لوجہ اختیار کرتے ہیں جو ان کے کریں کا ہوتا ہے بلکہ وہ من گھڑت الزامات کی تردید بھی یہ انداز سے کرتے ہیں جس سے اصلاً کا پلو نکلتا ہو اور انگریز پریکٹس کے اثرات بھی زائل ہو جائیں، وہ منفی پلو سے صرف نظر کرتے ہیں اور مثبت پلو پر زور دیتے ہیں، یہ اقبال کا طریق کار بھی اسی قسم کا تھا، یہ ان تک یہ نہیں آتیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی انفرادیت قائم کرنے کی فیصلیت اور ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرنے کا جو "وہ کر رہے ہیں" اس کی پاداش میں ان پر انگریز دوستی کا گم لگ چکا ہے تو انہوں نے اس بے بنیاد الزام کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی، البتہ باخبر حضرات جانتے ہیں کہ ان کے ارشادات سے دو قومی نظریے کے مخالفین کی اصل ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے اور مثبت رہنمائی مل جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ مرحوم کے بعض کلمات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

"ارباب دیوبند اگر ماضی ہی پر نظر ڈالیں تو ان کے یہ سمجھنا مشکل نہیں ہوگا کہ کانگریس نے آج سے چھٹیس برس پہلے جس آنکھی جدوجہد کی ابتدا کی تھی، آزادی ہند کا یہ اسی جدوجہد کا مرحلہ یہ مرحلہ کامیابی کی آخری شکل ہے جس میں اس کی روح اور اساس وہی ہے جس کے پیش نظر ہم نے ہمیں مشورہ دیا تھا کہ ہم کانگریس سے الگ رہیں اس میں شرکت کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم نے اس فرضی خیال یعنی ہندوستانی قومیت کا وجود تسلیم کر لیا ہے جو اصل ہندو قومیت ہی کا ایک دوسرا نام ہے، ہندوستانی ہے، اقرار امت کے جداگتہ وجود کا انکار ہے" (۵۳۹)

"یہ کیا ستم عمری ہے کہ مسلمان جب کبھی اپنے

رضا فلوٹ سیٹ
ایسٹ

آلو پیسٹیر پائرس

بازار سے ارزاں نرخوں پر دستیاب ہیں

1425- ڈھاکہ رٹھوڈ ہاؤس بازار لاہور چھاؤنی

فون:- ۶۶۷۲۵۹

کہ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے ایکٹ تھے، قطعی طور پر غلط ہے۔ 'مرزا جلال الدین مرشرایت لاء تحریر فرماتے ہیں۔
"ہم نے کئی مرتبہ ڈاکٹر (علامہ اقبال) صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ کبھی کبھی کھانے پر حکام کو اپنے ہاں مدعو کر لیا کریں، 'انگریز کو رام کرنے کا بہترین طریقہ اکل و شرب کی دعوت ہے۔ وہ اکثر بڑے بڑے ویدک ایسی ہی صحبتوں میں کیا کرتا ہے اور جو تعلقات کھانے کی میز پر قائم ہوتے ہیں ان کا احترام اس پیش طوطا رہتا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہمارے مشورے قابل قبول نہ ہوتے وہ یہی جواب دیتے کہ وہ ایسی تقریبات پر روپیہ ضائع کرنا پسند نہیں کرتے" (۵۵۳)

تقسیم ہند کے بعد تنقید

ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں۔ (مولوی احمد علی لاہوری)
(بعض مرتبہ اہل حکومت پر تنقید کرتے، بعض مرتبہ پاکستان سے باتیں پر) (۵۵۳)

کاٹھری مولویوں کے نزدیک قائد اعظم محمد علی جناح مسلم لیگ رہنما اور سنی علماء و مشائخ کاٹھریوں کی مخالفت اور پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے کی وجہ سے انگریز کے پیشہ نغوذ باللہ من ذالک) اس لئے انہیں (حاکم بدین) جنت محروم کرنے کے لئے مولوی احمد علی لاہوری کہا کرتے تھے: "ایسے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو انگریزوں کے وفادار اور یہی خواہ تھے، علماء کا مذاق اڑاتے تھے دین کو رکھا تھا۔ آج ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں" (۵۵۵)
ممکن ہے بعض حضرات لاہوری صاحب کے اس کی تاویل کر کے اس کا کوئی اور مطلب متعین کرنے کی کوشش کریں لیکن اس مقالہ میں جو شواہد پیش کئے گئے ہیں ان روشنی میں مولوی صاحب کا نشانہ یہی قابل احترام ہستیاں اس کی تصدیق مولوی احترام الحق صاحب تقانونی کے اس سے بھی ہوتی ہے:

"ان لوگوں نے برملا یہ باتیں کی ہیں کہ مسلم لیگ نمایندہ کرنے والے علماء پر قبروں میں پاکستان اور مسلم لیگ نمایندہ کے نتیجے میں عذاب ہو رہا ہے" (۵۵۶)

اللہ کی ستر با قدم شان میر
ان سائید انسان و انسان میر

قرآن تو ایمان بتاتا ہے نہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جان میر

(امام احمد رضا بریلوی)

پاکستان اور نیشنلسٹ علماء

پاکستان اور اسلام

جناب سرور محمد خان عزیز ایڈوکیٹ رقطراز ہیں :

"مسلمانوں کی حوالہ دہی ملاحظہ کیجئے کہ تحریک مسلمانوں کے دوران جن علماء سے یہ توقعات وابستہ تھیں کہ وہ مسلمانوں کے بڑھ کر مسلمان عوام کی دھمکی کر کے ان کو ہندو کے پیچھے سے استقامت میں مدد دیں گے وہی دشمن کی صفوں میں شامل ہو کر ان پر تیر برسائے گئے اور تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کو غیر اسلامی اور زندگی کش عمل قرار دے کر مسلمانان ہند کے دھم میں انتشار پیدا کر کے ہندو کی خوشنودی مزاج میں شک بونے" (۵۵۷)

اس میں شک نہیں کہ قوم پرست مولوی پاکستان کے نام سے دلتے اور بلا تکلف اسے غیر اسلامی قرار دیتے تھے۔ ہندو دھرمی کو مجاہد فی سبیل اللہ (۵۵۸)

----- اور کانگریس کے ساتھ مسلم لیگ کی راہ میں گائے بچھانے کو عین اسلام سمجھتے اور انکام آزاد فرماتے ہیں۔

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ پاکستان کا لفظ ہی طبعیت قبول نہیں کرتی، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تو پاک ہے اور باقی ناپاک، پاک اور ناپاک کی بنیاد پر مسلمانانہ کی تقسیم قطعاً غیر اسلامی اور روح اسلام کے خلاف ہے، اسلام اس طرح کی کوئی تقسیم قبول نہیں کرتا"

اسم طرفی یہ ہے کہ ابوالکلام کے نزدیک یہودی تو ایک قوم کے ہمدرد تھے لیکن مسلمان نہیں :

جہاں تک یہودیوں کے قومی وطن کا مطالبہ ہے اس

سے ہمدردی کی جاسکتی ہے، کیونکہ وہ ساری دنیا میں ہندو ہیں اور کسی علاقہ میں بھی نظم و انصرام پر کوئی اثر نہیں رکھتے لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی حالت اس سے بالکل مختلف ہے ان کی تعداد نوے ملین سے زیادہ ہے، وہ کثرت اور کیفیت ہر لحاظ سے ہندوستانی زندگی کا ایک اہم عنصر ہیں وہ انتظام اور پالیسی کے ہر مسئلہ پر فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، قدرت نے ان کی مزید مدد اس طرح کی ہے کہ بعض رقبوں میں ان کی اکثریت بھی ہے، اس سے بڑھ کر بڑا بلاں ہات کوئی نہیں ہو سکتی کہ میں پورے آبائی ترکہ سے دستبردار ہو کر اس کے صرف ایک ٹکڑے پر قناعت کر لوں" (۵۵۹)

مولوی وحید الدین قاسمی اخبار چلشن ڈیپارٹمنٹ جمعیت علماء ہند کا ایک مضمون ہے عنوان "مسلمان متحدہ قومیت چاہتے ہیں" ہندو اخبار "پرتاب" لاہور میں شائع ہوا تھا مولوی صاحب اس مضمون میں رقطراز ہیں :

"لیگ کے سرکردہ لیڈروں اور قائد اعظم نے اب تک پاکستان کی مختلف نامکمل اور ادھوری صورتیں بیان کی ہیں، اس کا فائدہ اور سبب خواہ کچھ بھی ہو، کم از کم سامراج کو چند دن اطمینان کا سانس لینے کا موقع اور نظر ترہا ہے، مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان ستون جناب راجہ محمود آباد نے پاکستان کی ایک عجیب و غریب اور انوکھی تشریح بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "ہماری پاکستانی حکومت کو ایران یا ترکی کے نمونوں کی حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہوگا اور نہ ہم کوئی شخصی بادشاہت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں شریعت اسلامیہ کی حکومت ہو، بہتر ہوتا اگر راجہ صاحب یہاں شریعت اسلامیہ کے بجائے شریعت عید کا لفظ استعمال کرتے کیونکہ جس طرح دن کے بارہ بجے ہیں، اس کے بجائے کوئی منکر نہیں ہو سکتا اس طرح اس حقیقت

تھی اور خدا نخواست اگر وہ کسی با اختیار عہدہ پر ہوتے
تھیں لیا کر بیٹھے۔

اسی صاحب کی سمجھ میں اگرچہ یہ بات نہیں آتی
کہ پاکستان بنانے سے مسلمانوں کا مقصد اسلام کا تحفظ نہ
ہندو اس سے بے خبر نہیں تھے "لہذا یہ پنجاب میں
ہندوستان" کی کانفرنس میں مسٹر منشی نے اپنے خطبہ میں
میں تمام واضح الفاظ میں بتایا کہ ہندوؤں کو پاکستان کی
کیوں کرنی چاہئے، انہوں نے کہا تمہیں کچھ معلوم ہے
کہ پاکستان کیا ہے؟ نہیں معلوم تو سن لیجئے، نظریہ پاکستان
مفہوم یہ ہے کہ:

(۱) تمام ہندوستان کے مسلمان ایک ملت واحد
ہندوؤں سے) ایک قوم ہیں۔

(۲) ہندوستان کے مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ملک
ایک یا ایک سے زیادہ گوشوں میں اپنے لئے ایسے ایسے
ساکن (HOMELANDS) بنائیں جہاں زندگی اور طرز
و تہذیبی اصولوں کے سانچے میں داخل سکے اور جہاں اردو
قوی زبان بن سکے "مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ یہ
مسلمانوں کا ایسا خطہ ارض ہوگا جس میں اسلامی حکومت
ہوگی، چنانچہ ابھی پچھلے دنوں مسٹر سرور دی نے کہا ہے کہ
ملت اسلامیہ کے لئے ہندوستان میں ایسے خطے چاہتے ہیں
ہم دنیا کا نقشہ اپنے مذہب کے خطوط پر منتشکیل کر سکیں
اس کے بعد مسٹر منشی نے بتایا کہ "قرآنی حکومت
غیر مسلموں کا کیا حشر ہوگا اور اس کا میب اور بھیانک
کھینچنے کے بعد اپنے مخاطبین سے کہا کہ:

ایک قوم (ہندو) خواہ تھی ہی بزدل اور غیر منظم
نہ ہو، وہ کبھی اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے
شمشیر و شان کا نشانہ بنائے جائیں، ان کی عورتوں کی
دیرینہ کی جائے اور ان کے مقدس مقامات کی بے حرمتی
یہ تو تھا پاکستان کے مصلحت اس کے بعد فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ "الہند ہندوستان" کے ساتھ
مقصد ہے؟ اس کا مقصد؟ وہ عظیم الشان پلچر جسے ہندو
لہذا ہے وہ پلچر جسے ہم نے قبل از تاریخ میں پیدا ہوا

بھی انکار ناممکن ہے کہ راجہ صاحب نے پاکستان کی یہ آمدنی
تشریح صرف ساہو لوح مسلمانوں کو بدلانے کے لئے تصنیف
کرہائی ہے اور حقیقت سے یہ اتنی ہی دور ہے جتنی دور کہ
گدھے کے سر سے سینک۔

ایک کے سرمایہ دار، جام پرست، خان بہادر کرسی نشین
"فقدان و تحریف کے تخیل سے بھی نا آشنا" کسانوں
مزدوروں اور غریبوں کی کمانی کھانے والے، عہدوں کے لاپٹی کیا
اس بات کے لئے تیار ہو چکے ہیں کہ وہ شریعت کی روشنی
میں صحیح قسم کا مسلمان ہونے کی کوئی ادنیٰ سی بھی زحمت گوارا
فرمائیں گے؟ ج "نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے جرم میں کیا
ایک کے بڑے بڑے نام نہاد مسلمان واقعی اسلامی حکومت کے
قانون کے ماتحت سزا بھگتے کے لئے تیار ہیں؟ شراب، سرقہ
"نکاح و طلاق کے مقدمات، مذہب اور غیر مذہب جوئے
بازی وغیرہ پر شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں، کیا ایک کے
نام نہاد مسلمان ان کو برداشت کر سکیں گے۔

یہ مٹھی بھر پاکستانی کچھ کہیں مگر انہیں معلوم ہونا
چاہئے کہ ہندوستان کے مسلم عوام کی بھاری اکثریت متحدہ
قومیت کے پروگرام کو تسلیم کرتی ہے۔ ایک کے ارباب حل و
مقدد اگر اس لڑی میں قفل نہیں ہو سکتے تو برطانوی سامراج
سے درخواست کریں، وہ ان کو ہندوستان کا کوئی جزیرہ مقبوضہ
دیں اور لیگی اس میں پاکستانی حکومت قائم کر لیں جہاں ایک
ہی واحد نمائندہ جماعت ہوگی اور اسی کی حکومت ہوگی" (۵۶۱)

قاسمی صاحب نے اس مضمون میں دوبار مسلم لیگی
رہنماؤں کو "نام نہاد مسلمان" لکھا ہے، ظاہر ہے کہ ان کے
ہمتوا بھی ان کی نظر میں خارج از اسلام ہوں گے، کسی
کانگریسی مولوی نے قاسمی صاحب کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس
نہیں کی لیکن دوسری جانب سنی برطانوی علماء و مشائخ نے اگر سر
قہ یہ فرمایا کہ مسلمان کانگریس سے بچیں اور مسلم لیگ کا
ساتھ دیں تو اسے ہندو پالیسی کی مدد سے تکثیر باز مشہور کرادیا
۔ اس نے علاوہ قاسمی صاحب کے لب و لہجہ سے یہ بھی مترشح
ہوتا ہے کہ انہیں ہندو کانگریس کے مخالف مسلمان رہنماؤں سے
تشی شدید نفرت تھی، ان کی قوت برداشت جواب دہ تھی

نہیں ہے؟ یو۔ پی کی جمیعت العلماء ہند نے جناب احمد سعید کی زیر صدارت یہ ریڈیویشن پاس کیا کہ:

”ہندوستان کے آئندہ آئینی دستور میں مسلمانوں کے مذہب، پھر معاشرت اور زبان کے متعلق حقوق کا تحفظ پاکستان کی روستہ نہ کیا جائے، اس کے علاوہ اور کسی طریقہ سے کر دیا جائے“ (۵۶۵)

اس قرارداد سے یہ بات گھر کر سانسے آجاتی ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ صرف مسٹر گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور ہندو کانگریس کے ذریعے سے ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے ان خیر خواہوں اور محبتیں کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ، اس کے لیڈروں اور علیحدہ وطن ”پاکستان“ کے مطالبے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

مسٹر گاندھی کا قویٰ بھی یہی تھا کہ مطالبہ پاکستان غلط اور اسلام کے لئے مفید نہیں سمجھتے ہیں:

”مجھے پاکستان کا مطالبہ قبول کرنے میں متذبذب نہیں

نہاں برس کی مدت میں بڑھتا چلا، پہلا زمانہ کی سطح کو یوں روندنا مسلمانوں کے بڑھتا گیا جس طرح مادر لنگا طوقان کے وقت امنڈتی چلی جا رہی ہو، ہاں اس کا مقصد؟ نوع انسانی کو بات کا پیغام دینا ہے، کیسا پیغام؟ موت کے مقابلہ میں زندگی کا پیغام، سنی خواہشات پر نصب العین کے غلبہ کا پیغام، جنگل کے قانون“ (جس کی دنیا پر سنس کرتی ہے) اخلاقی نظام کی فتح کا پیغام انسان کو مظہر الوہیت بنانے کا پیغام، میں جانتا ہوں کہ پیغام ناقابل فنا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ”ہندوستان“ جو اس پیغام کا ایک زندہ پیکر ہے نہ فنا ہو سکتا ہے۔“ (۵۶۳)

ان تصریحات کے بعد انہوں نے فرمایا:

”میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ قومیت پرست مسلمانوں کے مسلم حوام تک پہنچ کر انہیں اس نظریہ افتراق (پاکستان) کے خطرات سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟“

آپ کو معلوم ہے، اس کے بعد کیا ہوا؟ قومیت پرست مسلمانوں کے ایک ”مقتدر روحانی پیشوا“ (بقول مسٹر گاندھی) جمیعت العلماء کے رکن حضرت مفتی محمد نعیم صاحب مدظلہ العالی نے فرماتے: ”یہ ”دعوت حق“ سن کر بے قرار ہوئے اور بے تابانہ پکار اٹھے لیک، یا جیل لیک، گھبرائے نہیں، اس کی ہم مخالفت کریں گے، یہ نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔“ (۵۶۳)

ایک قوی نظریہ کا پرچار کرنے والے عام طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان انگریزوں نے بنایا ہے لیکن جناب افضل حق نے اصرار اسے ہندوؤں کی پیداوار بتاتے ہیں:

”۱۹۴۷ء میں دیوتا سرور بھائی پر مانند اسی (پاکستانی) کے لئے کر اٹھے تھے، ہندو انڈیا اور مسلم انڈیا کے تخیل پر دو رنگارنگی ہندو ہے۔ آج کل کے پاکستانی اسی جن کی پیداوار ہیں، بھائی جی کو بدھائی دو کہ ان کے متبعین پیدا ہو گئے مسلمان کا خوف، ان کے تصور ہندو کا اور اس تحریک کا باعث“ (۵۶۳)

اسلام کے مخالف ہونے کے مدعی یہ حضرات دعویٰ تو یہ کرتے کہ ہم مسلمانوں کے حقوق کے لئے سرگرداں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بُحْرُ الْاِسْلَامِ اِمَامِ مُحَمَّدٍ الْغَزَالِیِّ قُرَآئَتِیْنِ

”تمہی بار تو کہتا ہے کہ کل شے پیدا کر دے گا، لا کھو گا، تو آج انجام نہیں دے گا، کل اگر انجام دینا اور بھی مشکل ہو گا۔ آجکل آجکل کرنے کی وجہ ہے کہ شے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت میں نظر آتی ہے۔ تو ایسے دن کا منتظر ہے جب کل انسان ہو جائیگا ایسا دن اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا اور نہ پیدا کریگا خواہش کہ جس رحمت کو تو جوانی میں نہیں کھا سکا، بڑھاپے میں کیا کھا سکا، بڑھاپے کی مفت و درش بہت دہوتی ہے۔“

لی توجہ: جو پاکستان کر مانگنے والے مانگتے ہیں، وہ تمام ہندوستان سے اسلام کی شوکت مناکر ایک چھوٹے سے قطعہ میں خود کر رہا ہے اور اس میں بھی مخالف قومی پارٹی موجود ہے اور ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو مخالفین کے ہاتھوں میں دست دیا بنا کر چھوڑ دینا ہے" (۵۶۹)

مولوی ابوالحسن علی ندوی رقطراز ہیں:

"پھر وہ ہنگامہ خیز دور آیا جب مولانا (حسین دہلوی) کی رائے اور سیاسی بصیرت، عام مسلمانوں کی خواہش اور جذبات اور اس وقت کی مقبول قیادت کے سیاسی فکر بالکل مختلف تھی، مولانا نے پوری قوت اور بے باکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا۔ تقسیم کے خطرات اور نقصانات کیسے اسی پر اتفاق نہیں کیا بلکہ اپنے خیالات کی دعوت دینے کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا، جانجا تقریریں کیں، رسائل و مقالات شائع کئے، اس وقت مسلمانوں پر ایک

کیفیت طاری تھی جس کے دو بڑے محرک تھے، ایک وطن کی تلک نظری اور کم موصستگی کا طویل و مسلسل تجربہ انگریزی حکومت میں سالہا سال سے ہو رہا تھا، چنانچہ اس میں وہی حلقہ پیش پیش تھا جس کو دفتروں، تعلیم گاہوں، شہری زندگی میں اس سے سابقہ پڑتا تھا، دوسرا محرک مسلم کی قومی قیادت کا مزاج تھا، اس لیڈر شپ نے مسلمانوں جذبات کو اتار متحرک و مشتعل کر دیا تھا کہ ان میں کسی رائے کے سننے اور برداشت کرنے کی صلاحیت باقی نہیں تھی اور کسی مسئلے پر شخصہ دل و دماغ سے غور کرنے اس کے تشبہ و فراز کے سوچنے کے حال اور کیفیت ہی نہیں تھے، مولانا کے خلوص، عزم اور احساس فرض نے کیفیت کو جو ایک واقعہ تھا، تسلیم کرنے اور اس کے پر ڈالنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اپنے عقیدہ اور کے مطابق رائے عام کی اس طاقت کے سامنے کلک حق فرض اور افضل الجہاد سمجھا" (۵۷۰)

ابوالحسن علی ندوی صاحب، جن کی کتابوں سے آج لائبریریاں بھری پڑی ہیں، کے خیال میں مولوی حسین دہلوی نے زندگی بھر قیام پاکستان کی جو بھرپور مخالفت کی

ہوگا، اگر مجھے اس مطالبے کے صحیح ہونے یا اسلام کے لئے مفید ہونے کا قائل کر دیا جائے"

اس کے ساتھ ہی "مقامی" نے خود فیصلہ صادر کر دیا:

"مجھے پوری طرح یقین ہے کہ مطالبہ پاکستان، جو مسلم لیگ نے پیش کیا ہے، غیر اسلامی ہے اور مجھے اسے گنہگار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں"

مسٹر گاندھی کے نزدیک:

"وہ لوگ جو ہندوستان کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں"

ہندوستان اور اسلام دونوں کے دشمن ہیں" (۵۷۱)

نقصان وہ

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

"ہر ممکن نقطہ نظر سے میں نے مسلم لیگ کی تجویز پاکستان پر غور کیا، اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ نہ صرف مجموعی حیثیت سے ہندوستان کے لئے بلکہ خاص طور پر مسلمانوں کے لئے بھی مضر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تجویز سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ بہت سے نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں" (۵۷۲)

اسی طرح "مولانا حفظ الرحمن نے اپنی طویل تقریر میں فرمایا کہ پاکستان قائم ہونے میں مسلمانوں کا سراسر نقصان اور ہندوؤں کا فائدہ ہے" (۵۷۳)

بالفاظ دیگر ہندو قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت اور قوم پرست مخالف پاکستان جماعتوں کی دل کھول کر مالی امداد اس لئے کر رہے تھے کہ انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے اور مسلمان نقصان سے بچ جائیں، اور اسی غم میں انگریز بھی مددگار ہو رہے تھے۔

مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ یہ تھا:

"پاکستان کا مطالبہ ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے نہ صرف حقیقی پاکستان تو نہ مانگا جاتا ہے، نہ اس کے لئے

ہے اور دلائل سے یہ بات ثابت کی ہیں میری سمجھ میں پاکستان کے حق میں کوئی دلیل بھی تو نہیں آتی" (۵۷۳)

تقسیم کے بعد جب ہندوؤں نے بخاری صاحب اور ان کے چند ساتھیوں کو صرف گلہ گو ہونے کی پاداش میں امرتسر سے نکال کر پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تو پاکستان کی افادیت ان کی سمجھ میں آگئی تھی اگرچہ کافی دیر ہو چکی تھی۔

پنڈت جواہر لال نہرو کا خیال بھی یہی تھا کہ پاکستان مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہوگا اور بہتر یہی ہے کہ وہ ملک کو تقسیم کرنے کی ضد چھوڑ دیں، فرماتے ہیں:

"خود مسلمانوں کا مفاد اس میں ہے کہ وہ اس پاکستان کو لیں جسے وہ باقی نہ رکھ سکیں گے اور جسے پیش غلامی میں جٹا رہتا پڑے گا کیونکہ اسے دوسری قومیں ہضم کر لیں گی۔ جنگ عالمگیر نے ہمیں یہ سبق سکھایا ہے کہ چھوٹی قوموں کے لئے کوئی تحفظ نہیں ہے، اس لئے ہندوستان کو تقسیم کرنے کا موقع دینا بہت بڑی غلطی ہے نیز معاشی حیثیت سے بھی پاکستان غیر مناسب ہے" (۵۷۴)

پاکستان بنانا ناممکن ہے

ہندو اور قوم پرست مولوی یہ تاثر دیتے تھے کہ قیام پاکستان ناممکن ہے، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا تھا کہ:

"پاکستان کا بنا تو بڑی بات ہے، کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی پ بھی بنا سکے" (۵۷۵)

اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو نے پیشین گوئی کی تھی کہ جس قسم کا پاکستان مسٹر جناح مانگتا ہے وہ اسے ایک ہزار سال میں بھی حاصل نہیں کر سکتا" (۵۷۶)

عدم تشدد کے مبلغ اور نیشنلسٹ مولویوں کے محبوب لیڈر مسٹر گاندھی نے تو یہاں تک دھمکی دی تھی کہ "پورا ہندوستان بھی جل جائے اور مسلمان تلوار کی نوک پر پاکستان کا مطالبہ کریں۔ تب بھی ہم یہ مطالبہ تسلیم نہیں کریں گے" (۵۷۷)

نہ صرف برحق بلکہ افضل الجہاد تھی، جواب طلب بات یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں نے جو جدوجہد کی تھی اسے اس نام سے یاد کیا جائے، پھر ندوی صاحب قصور وار بعض ہندوؤں اور بنیادی طور پر مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں کو ٹھہراتے ہیں، ایک قوی نظریہ پر مبنی اس جیسے مصنف کی کتابوں کو تو آنکھیں بند کر کے ہمارے ملک کی لائبریریوں کی زینت بنایا جاتا ہے لیکن وہ قوی نظریہ پر مبنی یہی تحریر کتابی شکل میں چھپ جائے تو اسے فرقہ وارانہ باتوں پر مبنی قرار دیکر کسی بھی لائبریری میں رکھنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا، کیوں؟ اس کا جواب دو قوی نظریہ کو برحق ماننے والے ہر پاکستانی کے ذمہ قرض ہے۔

مولوی حفظ الرحمن صاحب، ندوی صاحب سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں:

"جب وہ قوی نظریہ کے شور سے فضائے ہندوستان پر آشوب تھی تو اس (مولوی حسین احمد دہلوی) نے خود اپنی کی اشریت کے خلاف وہ کیا جو اس کے نزدیک حق تھا، جو اس کی ضمیر کی آواز تھی، اس نے مسلم لیگ کی بھی مخالفت کی اور سب انڈین نیشنل کانگریس نے مجبور ہو کر ملک کا بیڑا ہر تسلیم کر لیا تو یہی حضرت مولانا مہدی علی خان تھے کہ جمعیت علماء ہند کے صدر کی حیثیت سے آپ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے تنبیہ فرمادی کہ وہ ایک منہ کے لئے بھی ایسے فیصلے کو منظور کرتے کے لئے تیار نہیں جو اپنے ہند میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت و تباہی اور کھڑواں آبادیوں کی پستیوں کا مستقبل لئے ہوئے ہو" (۵۷۸)

مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کا ارشاد ہے۔

"میری سمجھ میں اگر پاکستان سبھی جائے تو میں فوراً (مسلم) لیگ میں چلا جاؤں لیکن میں پاکستان قبول کرنے میں مسلمان ہند کی ذلت آمیز موت دیکھ رہا ہوں" (۵۷۹)

"یہی نظریہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تھا، کہتے ہیں: پاکستان کے بارے میں پورے تین مہینے تک پنجاب میں، میں نے جس جگہ بھی تقریریں کی ہیں، پاکستان کو مسلمان ہندوستان کے لئے ملک بلکہ ہلاکت آفرین اور فداکت خیز بتایا

دلائل و بیانات

خالف پاکستان مذہبی عناصر ایسی زبان استعمال کرتے تھے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی تھی، چوہدری افضل حق رئیس الاحرار نے فرمایا:

"احرار اس "پاکستان" کو "پلیدستان" سمجھتے ہیں" (۵۷۸)

اسی طرح مولوی محمد علی جالندھری نے ۱۵ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ احرار تقسیم کی مخالف تھے، عوام کو اس مخالفت کی وجوہات کا علم بہت جلد ہو جانے کا، انہوں نے تقسیم سے قبل اور بعد پاکستان کے لئے پلیدستان کا لفظ بھی استعمال کیا " (۵۷۹)

چوہدری افضل حق رئیس الاحرار کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

"کتوں کو بھونکتا چھوڑو، کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو احرار کا وطن لیگی سراب یہ دار کا پاکستان نہیں" (۵۸۰)

جناب پیام شاہجہانپوری، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلیق تحریر فرماتے ہیں:-

"تحریک پاکستان میں انہوں نے جو کردار ادا کیا، وہ نہایت افسوسناک تھا اور اس کردار نے مسلمان عوام میں ان کی عزت و توقیر کم کردی۔ شاہ صاحب موصوف نے پاکستان کی مخالفت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا اور اس مقصد کے لئے نہ صرف پنجاب کے بلکہ ملک گیر دورے کئے اور مسلمانوں کو پاکستان کی نہایت ہیبت ناک تصویر دکھا کر انہیں اس تصور سے برگشتہ کرنے کی پوری کوشش کی" (۵۸۱)

پیام شاہجہانپوری صاحب کا تجزیہ حقائق پر مبنی ہے، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے مخالفت پاکستان کی ناپسندیدہ اور غیر شرعی مہم اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رکھی اس دوران انہوں نے جو زبان استعمال کی وہ ایک عالم دین کے شایان شان نہیں مثلاً:

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جیتے ہیں۔۔۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے ۱۹۴۰ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ کا کمانڈ ایک سپر ہے" (۵۸۲)

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے مخصوص خطیبانہ جادو بھرے لہجہ میں فرمایا "یہ لوگ پاکستان مانگے ہیں، پاکستان" جانتے ہو کیا مانگتے ہیں؟ پاکستان، پاکی اسٹریٹ۔۔۔ انہیں پاکی اسٹان، چابیسی، پاکی اسٹان دے دو، اسٹریٹ ان کے ہاتھوں میں اور بھیج دو ان کو خلسا خانوں میں، پاکی اسٹان" (۵۸۳)

"پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار مجبوراً قبول کیا ہے" (۵۸۴)

پاکستان اور انگریز

غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کے غیر خواہ نہیں ہو سکتے، وجہ ہے کہ انگریزی دور حکومت میں حکمران طبقے کی ہمدردی ہندوؤں کے ساتھ تھیں، انگریزوں نے حتی الامکان کوشش کی پاکستان وجود میں نہ آئے لیکن قوم پرست حضرات ہندوؤں ہاں میں ہاں ملائے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ مطالبہ پاکستان انگریز کی شرارت ہے، مسلم لیگی اور سنی بریلوی غلام و مشر سہارج کے ایجنٹوں کا کردار ادا کرتے ہوئے ملک کی تقسیم مطالبہ کر رہے ہیں یہ تاثر بعض طبقوں میں آج بھی موجود ہے۔

مولوی حفظ الرحمن ناظم جمعیت علماء ہند فرماتے ہیں:

"بلاشبہ پاکستان کا یہ تحفیل "سیاسی الہام" ہے مگر الہام نہیں ہے بلکہ قصر ینکھم کا الہام ہے جو کہ ڈاکٹر اقبال بھی جب ہی ہوا تھا جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واقع تشریف لائے تھے اور وہ الہام دوبارہ اس وقت پھر ہوا کہ مسلم لیگ کے وفد نے جو کہ یہ سرکردگی چوہدری خلیق الزما

لندن کا رخ کرنے گیا تھا" (۵۸۵)

مولوی حسین احمد دہلوی کی تحقیق یہ ہے کہ :

"ہم نے جہاں تک چھان بین کی ہے پاکستان کا مطالبہ خواہشوں اور ان کی وسیع کاریوں کے مطابق ہے۔ ہماری سمجھ میں اب تک یہ مسلمانوں کے لئے مفید اور بالخصوص ان مسلمانوں کو جو کہ اقلیت والے صوبوں میں رہتے ہیں، "مدراں برابر" بمبئی، "راجپوتانہ" مالوہ وغیرہ میں ہیں، مزید مشکلات کا سامنا ہو جانے کا جن کے لئے مسٹر فرہاتے ہیں کہ میں تم اقلیت والوں کو اکثریت والوں پر تسلط ہوئے تمہاری نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں" (۵۸۱)

فصل حق صاحب رئیس الاحرار نے اپنی ایک تقریر میں "ترکی سلطنت کے حصے بخرے ہوئے تو ہندی مسلمانوں کی کا آخری سارا بھی ٹوٹ گیا" اب پاکستان پر تکیہ ہے "اگر تو اس کا شور ہے" دیکھیں سرکار انگریزی کب سارے مسلمانوں کا آواکاز کر مسلمانوں کے منہ میں ڈال دے کہ لو کہ اور ہمارے سر کو دعا کریں دو" (۵۸۷)

مولوی محمد سعید الرحمن صاحب لکھتے ہیں -

"انگریزوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ سبق پڑھایا مسلمان تمہارا غیر مسلموں سے کیا تعلق؟ اور اس طرح (متحدہ ہندوستان) کو ٹکڑوں میں بٹا دیا" (۵۸۸)

اب تک جو بیانات نقل کئے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت پسند شخص یہ فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے کہ مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں اور ان کی لیڈروں پر انگریز پرستی کا جو الزام لگایا ہے کہ وہ اس وقت کے اشارے پر حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کرتے تھے، وہ بے بنیاد ہے اور اس سلسلہ میں یہ حضرات کوئی حجت پیش کرنے میں ناکام رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہندوؤں نے پھیلائی تھی اور چونکہ ہمارے یہ مہربانوں کے ہمنوا تھے اس لئے تحقیق کئے بغیر اس "جہاد" میں شامل ہو گئے ہندوؤں کے مرکزی لیڈر آج بھی یہ الزام دہرے ہیں۔ سابق بھارتی وزیر اعظم مسٹر اندرا گاندھی

نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا :

"بھارت کا قیام تحریک آزادی کے اصل لیڈروں کی جدوجہد کا نتیجہ تھا جبکہ پاکستان انگریز کے پنجوؤں نے بنایا" (۵۸۹)

ان کے بیٹے مسٹر راجیو گاندھی نے اپنی والدہ کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا :

"پاکستان کسی جغرافیائی تقسیم کے نتیجے میں وجود میں نہیں آیا اور نہ اس کا قیام کسی قومیت یا کسی اور مسئلہ پر مبنی ہے" یہ ایک لائن تھی جو انگریزوں نے یونٹی کھینچ دی، جب انگریزوں نے اس ملک کو تقسیم کرنے کے لئے یہ لائن کھینچی تو اس وقت ایک خاص نکتہ پر کچھ بحث و مباحثہ بھی ہوا تھا لیکن انگریز نے کہا "اچھا ہم اس میں تبدیلی کر لیتے ہیں اور اس نے ایسا ہی کر دیا" (۵۹۰)

آگے چل کر ہم قوم پرست مولویوں کے بعض بیانات پیش کریں گے جن کے مطالعہ سے قارئین اس نتیجے پر پہنچیں

فَإِنَّمَا إِلَهُ الْإِنسَانِ
كَرِيمٌ
عَلَّمَ الْقُرْآنَ
وَإِنَّمَا إِلَهُ الْإِنسَانِ
كَرِيمٌ
عَلَّمَ الْقُرْآنَ
وَإِنَّمَا إِلَهُ الْإِنسَانِ
كَرِيمٌ
عَلَّمَ الْقُرْآنَ

اور جو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر سو و ہن کافی ہے اس کو سمجھنا

میں کے کہ آج بھی یہ لوگ انگریز کو ہی پاکستان کا خالق سمجھتے ہیں لیکن سروسٹ ہم اس نکتہ کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں کہ خود انگریز کی سوچ کیا تھی 'کیا وہ واقعی مسلم لیگ کے حامی تھے؟ اور ان ہی کی مدد سے ہم نے پاکستان حاصل کیا' حالات و واقعات بتاؤں اور ان کے حامی مولویوں کے اس من گھڑت الزام کی تردید کرتے ہیں۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اپنی وائری میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ:

"مسلم لیگ اگرچہ کانگریس کے خلاف ہے لیکن حکومت برطانیہ کی حامی نہیں" (۵۹۱)

یہ اس وائسرائے ہند کا بیان ہے جو بقول پیٹریل مون "اس نے پاکستان کی کبھی حمایت نہیں کی" کانگریس اور برطانوی حکومت کی طرح وہ بھی اس بات کا خواہشمند تھا کہ ملک کو تقسیم نہ ہونے دیا جائے" (۵۹۲)

لارڈ ویول ہی نے ۱۶ فروری ۱۹۴۳ء کو سنٹرل ایسیس لیجر میں 'اس کے بعد ۱۳ دسمبر ۱۹۴۳ء کو مقام غلہ اجلاس ایسیس ایجنٹ انچیف ٹیمپل آف کامرس میں 'پر ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بموقع دوبار راولپنڈی اپنی دوران تقریر میں یہ اشارات کئے کہ اس ملک کی تقسیم نہیں ہو سکتی اور کوئی بڑا عمل جراتی اس پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ مرکز حکومت ایک ہی رہنا چاہیے" (۵۹۳)

مخالفین پاکستان کے مہدوح اور مولوی حسین احمد دیوبندی نے بہت بڑے عقیدت مند ڈاکٹر اسرار احمد رقمطراز ہیں:

"برطانیہ میں اس وقت لیبر پارٹی کی حکومت تھی جس کی ہمدردیاں واضح طور پر کانگریس کے ساتھ تھیں اور ہندوستان کی وحدت و سالمیت برقرار رکھنے کو اس نے اپنی پالیسی کا سنگ بنیاد (CORNER STONE) بنایا تھا' چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جب اس حکومت کے فرستادہ وزارتِ مشن نے بنیادی منصوبہ پیش کیا تو اس کی تمہید کے طور پر واضح الفاظ میں ہندوستان کی تقسیم کو غیر معین اور ناقابل عمل قرار دے کر رد کر دیا تھا۔۔۔ مزید

بدش اس وقت تو یہ حقائق صرف اہل نظر کی نگاہ اور واقف حال لوگوں کے علم میں ہوں گے لیکن اب تو یہ تمام براہِ کشت

از بام ہو چکے ہیں کہ محض اختیار سے برطانوی وزیر کو مسلم لیگ اور قائد اعظم سے ذاتی بعض تھا اور نہ کر یہ کہ لارڈ مائونٹ بیٹن 'جس کے ہاتھوں تو ہندوستان کو باطل تقسیم کر دیا' ایک طرف خود گاندھی تو دوسری طرف ہندو متی کی دوستی صرف اس ہی 'میں کے پورے خاندان سے تھی جبکہ قائد اعظم سے پر غاش اور است تھی" (۵۹۴)

اب انکا آزار کی طرح انگریزوں کو لفظ "پاکستان" نفرت تھی محض منظور اتنی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ایک مسلمان کلرک نے ایک غبی خط پہ پتہ "لاہور" کے بعد "پاکستان" لکھ دیا 'بیچر سمجھا پڑ گئی لاہ بھوکا ہوئے میرے پاس آیا مجھے لافاف لکھا کہ عالم میں لفظ پاکستان کھرج والا" (۵۹۵)

وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ایلن نے دھمکی دی تھی کہ "کسی اقلیت کو اس کی اجازت نہیں دی جائے اکثریت کے سیاسی ارتقاء کی راہ میں سنگ گراں بن کر کے" (۵۹۶)

لارڈ لائلنگھو نے کہا:

"ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کی برقرار رکھنا ہے" (۵۹۷)

لارڈ مائونٹ بیٹن تقسیم ہند کو دیوانہ پن سے کہتے تھے:

"تقسیم ہند محض دیوانہ پن ہے اور مجھے اس کرنے پر کوئی بھی آمادہ نہیں کر سکتا' کیا یہی وہ دشمن وارانہ پاگل بن نہیں ہے جس نے ہر شخص کی ست اور کوئی مقابل راست لکھا رہے نہیں دیا" (۵۹۸)

دسمبر ۱۹۴۵ء میں بی بی سی کو انٹر ویو دیتے ہوئے بیٹن نے کہا۔

"میں ہندوستان گیا ہی اس مقصد کے تحت تھا کسی طرح سمجھ رکھا جاسکے ہم صدیوں کے بعد اس ملک سے تھے۔ ہماری خواہش تھی کہ اسے ایک متحدہ صورت میں چھوڑ کر جائیں۔ اگر ایسا ہو سکتا تو یہ

انگریز کے اشارے سے وجود میں آیا "ہندو شروع ہی سے اس قسم کے پروپیگنڈے کا حربہ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔" (۶۰۲)
 کانگریس کے مداح چاہے اسے کتنا بھی بڑھا چڑھا کر پیش کریں لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے مقابلے میں انگریزوں کا زیادہ پر جوش انداز میں دُشمنیت کر مقابلہ کیا اور ہندوؤں کو بھی بولنے کے لئے زبانِ مٹا کی "قیصر ہند کا تمغہ پانے والے قوم پرست مولویوں کے مہانتا مسٹر گاندھی نے برطانوی حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر پہلی جنگ عظیم کے دوران جنگی رضا کاروں کی بھرتی میں سرکاری سے حصہ لیا (۶۰۳)

 لیکن مسلمانوں کے قائد اعظم نے کسی موقع پر بھی انگریز کی خوشامد کرنے کا رویہ نہیں اپنایا " قائد اعظم نے مسٹر گاندھی کی طرح کبھی یہ نہیں فرمایا کہ " انگریز ایک بہترین قوم ہے ان کے ساتھ معاملات طے کرنا مشکل کام نہیں " (۶۰۴)

 "یا "صاف جی" جیسے کبھی یہ ارادہ ظاہر نہیں فرمایا کہ " برطانیہ اور ہندوستان کے تعلقات کو خوشگوار رکھنے کے لئے میں اپنے خون کا آخری قطرہ صرف کروں گا " (۶۰۵)
 مسلمانوں کے قائد نے پنڈت جو اہر لال نہرو کی طرح انگریزوں کی ان الفاظ میں خوشامد نہیں کی " انگلستان کے دشمن ہمارے دشمن ہیں " (۶۰۶)

 مسلمانوں کی جماعت اور ملک پاکستان کا سربراہ بھی کوئی انگریز نہیں رہا جبکہ کانگریس کا بانی اور پہلا صدر انگریز اور بھارت کا پہلا گورنر جنرل بھی انگریز تھا (۶۰۷)

 باوجود اگر کوئی مسلم لنگی لیڈروں اور سنی بریلوی علماء و مشائخ پر انگریز پرستی کا الزام تھوپنے کی ناروا جسارت کرنے پر تیار ہو اور ہندو لیڈروں و قوم پرست مولویوں کو انگریزوں کا دشمن ثابت کرتا پھرے تو اسے اپنی عاقبت سنوارنے کی خاطر اپنے اس رویہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم جو امام احمد رضا

اس کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا ایک انتہائی دردناک واقعہ تھا جس نے ہندوستان کی قوت پارہ پارہ ہوئی ہے۔ اس نے اس متحدہ انتہائی کوشش کی لیکن اس کی راہ میں ایک شخص تھا جو پہاڑ کی طرح رکاوٹ بنا رہا اور وہ تھا محمد علی جناح مسلم لیگ جو ابتدا سے یہ کتا چلا گیا۔ اس کے ارادے میں میری کوششیں ناکام ہو گئیں مجھے بالآخر اس کے سامنے ہارنا پڑا (۵۹۹)

ہندو اخبار "تے ہند" نے اعتراف کیا تھا:
 "مسلم لیگ تقسیم چاہتی ہے برطانوی حکومت اور اس دونوں کی خواہش یہ تھی کہ ملک کو تقسیم نہ کیا جائے۔ وزارتِ مشن کی سکیم کی بنا پر ہندوستان کے مسئلہ کا حل یہ تھے اور دونوں نے آخری وقت تک کوشش کی کہ مسلم اس سکیم کو منظور کرے لیکن مسٹر جناح نے ایک نہ مانی۔ ملک کی تقسیم پر بغضِ رجبہ "آخر برطانوی حکومت اور دونوں کو تقسیم کا اصول ماننا پڑا" (۶۰۰)
 "غضبِ ہندو لیڈر پنڈل نے بھی تسلیم کیا تھا کہ: "مٹھی میں افسروں کو پھوڑ کر سب برطانوی اکھڑ بھارت کے لئے" (۶۰۱)

اصل خود ہندو انگریزوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ان کی خواہشات کے مطابق کام کرنے سے گریز کرتا تھا۔ فوراً انگریز پرستی کا الزام لگا دیا جاتا۔ اس طرح وہ مسلمانوں کو بھی قابو میں رکھتے اور مسلم لیگ کے افسروں اور کارکنوں کو بھی بدنام کرتے رہتے۔ محترم میاں سید مرحوم رقمطراز ہیں:

"جو مسلمان کانگریس کے چال میں چھپنے سے انکار کر کے خلافِ بدنامی کی مہم چلائی جاتی اور اسے انگریزوں کا دشمن کا نثار ظاہر کیا جاتا۔ یہی نہیں بلکہ ہندو اسے سو قیاد گالیاں تک دینے سے گریز نہ کرتے۔ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تقسیم کے وقت ہندو کو انگریزوں سے حاصل تھی۔ خود بادشاہِ مشن اور انٹیلی کی تحریری شہادتیں موجود ہیں لیکن ابھی تک ہندو پرستان اور مسلمان اور ہندو مصنفین بھی کے جارہے تھے کہ پاکستان

پچیس تیس رکھتے " (۶۱۰)

ظاہر ہے کہ اسلام کے ایک کڑو دشمن اور بت پرست اس کمزور دلیل کو کوئی بھی مسلمان ماننے کے لئے تیار ہو سکتا تھا لیکن مسٹر گاندھی کے دلائل کو قرآن و سنت حوالوں سے ثابت کرنے کے لئے جمعیت علماء ہند تھی اس لئے خواجہ صاحب کا یہ خیال صحیح معلوم ہوتا ہے جمعیت کا کردار کانگریس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

جمعیت علماء ہند کے سربراہ مولوی حسین دیوبندی کو تو پاکستان سے خدا واسطے کا ہر تھا، یہاں تک خدائی فیصلے کو بھی تسلیم کرنا گوارا نہ فرمایا، کہا جاتا ہے کہ "قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت (مولوی احمد مدنی سلیٹ پیچھے، جن بزرگ کے یہاں قیام تھا،

ایک رات تہجد کے وقت حضرت مدنی نے ان سے فرمایا کہ "تو بلا میں بند کی تقسیم کا فیصلہ ہو کر پاکستان کے وجود میں آئے گا، یہ فیصلہ ہو گیا ہے، یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ

یہی سب کچھ ہے تو اب پاکستان کے خلاف مہم میں حصہ لے لے کیا فائدہ؟ اس پر مولانا مدنی نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تقدیر کا ہے جبکہ ہم اپنی تدبیر میں (مخالفت میں) مسلسل لگے رہیں۔" (۶۱۱)

مولوی احمد علی لاہوری کے متعلق ان کے مقتدرین اعتقاد ہے:

"اللہ جل شانہ نے حضرت علیہ کو باطن کو چٹائی پر اتم عطا فرما رکھی تھی، آدمی کے قلب پر صرف ایک نظر کر فرما دیتے کہ صاحب ایمان ہے یا ایمان سے خالی۔" (۶۱۲)

کل کیا ہوگا؟ یا کسی کی عاقبت کے متعلق جاننے کا کام کرنے والا دائرہ اسلام میں رہتا بھی ہے یا نہیں، اس کے متعلق ہم قارئین سے گزارش کریں گے کہ وہ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویت الایمان" کا مطالعہ فرمائیں۔

حال چونکہ مقتدرین کے خیال میں مذکور بالا دونوں مولوی صاحبان باطنی آنکھوں سے نوازے گئے تھے، اس لئے یہی حوالہ دیا گیا ہے کہ اتنی وسعت نظر کے باوجود، یہ مقتدرین

اصل بریلوی قدس سرہ کی طرح ہندوؤں کی مکاری اور خیاری سے اچھی طرح واقف تھے، نے کتنے پتے کی بات فرمائی ہے:

"گاندھی جی نے اپریل ۱۹۳۰ء میں قانون نمک کی خلاف ورزی کے لئے تحریک کی ابتدا کی، اس کا ان دنوں ہر جگہ چرچا تھا، ایک شام بست سے لوگ حضرت علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر تھے۔۔۔ ملک لال دین قیصر نے کہا: "اے صاحب اب کانگریس اور انگریزوں کا پابندی ملاپ مشکل معلوم ہوتا ہے، یہ دونوں گروہ اب آپس میں کبھی نہ مل سکیں گے" حضرت علامہ نے اور کہنے لگے: "قیصر تم گاندھی اور کانگریس کو نہیں سمجھتے، یہ جدائی کا اظہار بھی برائے وصل ہے" اس کے بعد فرمایا "قاری کا ایک شعر حسب حال ہے، تم اسے پیش گوئی سمجھ لو" پھر یہ شعر پڑھا:

نمک شناس ایران چوں از قفس رستند
بہ نقل خانہ میاد آشیانہ بستند

اس شعر کا مجلس پر بڑا اثر ہوا اور پیش گوئی بھی صحیح ثابت ہوئی، کچھ عرصے کے بعد سب نے دیکھ لیا کہ کانگریس نے وزارتیں قبول کر لیں اور نمک شناس اسیر، نقل خانہ گیا، پر آشیانہ بندی کرتے نظر آئے " (۶۰۸)

آخر تک مخالفت

مشہور مسلم لیگی لیڈر خواجہ خیر الدین مرحوم نے فرمایا تھا:

"جمعیت علماء ہند آخر وقت تک قیام پاکستان کی مخالفت کرتی رہی اور اس کا کردار کانگریس سے بھی برا رہا کیونکہ کانگریس کے ہندو کھلے دشمن تھے لیکن کانگریسی علماء مسلمان تھے" (۶۰۹)

اس بیان کے ساتھ مسٹر گاندھی کا یہ الزام ملا کر مطالعہ فرمائیں:

"جناب جتار نے کہا کہ وہ آزادی سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں لیکن ان کی اس بات سے کہ وہ پاکستان کو فوری طور پر تسلیم کرنا چاہتے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آزادی سے زیادہ

جب وہ لارڈ مونت بنین سے مل کر واپس آئے تو فوراً ہی سردار ٹیل ان کے پاس پہنچے اور دیکھنے تک بیٹھے رہے۔ اس ملاقات میں کیا باتیں ہوئیں؟ میں نہیں جانتا لیکن جب دوبارہ میں گاندھی جی سے ملا تو میں نے ایسا جھکا محسوس کیا جو میری زندگی کا اہم ترین حادثہ ہے۔ میں نے دیکھا، گاندھی جی بھی بدل گئے، جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ صدمہ پہنچایا اور حیران کیا وہ یہ تھی کہ اب گاندھی جی بالکل سردار ٹیل کی زبان میں بول رہے تھے۔ دو گھنٹے تک میں انہیں ہموار کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ڈال سکا (۱۱۳)

ایک "موجود عالم دین" کا یہ کہنا کہ "میری تمام امید گاہ گاندھی جی کی ذات تھی" عجیب سا معلوم ہوتا ہے، اس کے علاوہ جب ہندو لیڈروں نے قوم پرست مولویوں اور خاص کر (ابوالکلام آزاد کو اعتماد میں لئے بغیر) تقسیم ہند کے فیصلہ کو ماننے کا اعلان کر دیا تو ان حضرات کو کانگریس سے قطع تعلق نہ

ہوئی کی اسلام دشمنی اور مذہب عام کو کیوں نہ سمجھ سکے۔ دین عناصر یہ اعتراض بھی کر سکتے ہیں کہ یہ کیا اسلام ہے ان کے ماننے والے مشرکین کی زیر قیادت کام کریں تو بہت حاصل کر کے "شیخ الاسلام" اور "امام الاولیاء" صاحب پر فائز ہو جاتے ہیں جبکہ مشرکین کے مخالف اور اسلام کی حفاظت کی خاطر جدوجہد کرنے والے علماء و مشائخ کو مشرک اور انگریز کا ایجنٹ جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ کانگریسی نظریات کو برحق ماننے والوں کو اس سوال کا بھی تلاش کرنا چاہیے۔

ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں باب کہ سردار ٹیل ہی نہیں اس تک تقسیم ہند پر راضی ہو چکے تھے میری تمام امید گاہ گاندھی جی کی ذات تھی۔۔۔۔۔ وہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۷ء کو لارڈ مونت بنین سے ملنے دہلی آئے۔ میں فوراً ان سے ملنے روانہ ہوا۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا: تقسیم ہند اب ایک خطرہ بن گیا ہے، "ولہبھ بھائی اور صرف وہی نہیں خواہر لال تک پہنچ چکے ہیں، بتائیے مولانا، آپ کیا کریں گے؟ آپ میرا کریں گے یا آپ بھی بدل چکے ہیں؟"

میں نے جواب دیا، میں تقسیم ہند کا مخالف پہلے ہی تھا، میں ہوں بلکہ اب سے زیادہ اس تحلیل کے مخالف کہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ خواہر لال اور ٹیل نے شکست تسلیم کر لی ہے بلکہ آپ کے الفاظ میں ہو گئے ہیں، "میری واحد امید گاہ آپ کی ذات ہے۔ تقسیم کے خلاف آمادہ عمل ہوں تو ہم حالات کو اب میں لاسکتے ہیں لیکن اگر آپ بھی خاموشی اختیار کر لیں تو یہ ہے کہ پھر ہندوستان ہتے سے کیا۔"

گاندھی جی نے جواب دیا کہ "یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات کانگریس تقسیم نہ قبول کر لینا چاہتی ہے تو یہ کاروائی کیا ہی ہو سکتی ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں کہیں بھی ہندو رضا مند نہیں ہو سکتا اور نہ میں کانگریس کو ایسا کرنے کا۔"

کہ دن گاندھی جی لارڈ مونت بنین سے ملے، دوسرے دن میں پھر ملاقات ہوئی اور ۲۰ اپریل کو پھر پہلی مرتبہ

اللہ تعالیٰ سے کماحقہ شرم کرو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا تم سب جنت میں جانے کی متار کھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا امیدیں کم کرو اور اللہ تعالیٰ سے کماحقہ شرم کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اللہ سے شرم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جاوہ نہیں جو تم سمجھتے ہو حیا یہ ہے کہ تم قبروں اور ان کی تکالیف کو یاد کرو، پیٹ کو حرام سے محفوظ رکھو، داغ و بے حیاء کی آماجگاہ نہ بننا اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے وہ دنیاوی زیستوں کو ترک کر دے یہی حقیقی شرم ہے اور اسی سے بندہ اللہ تعالیٰ کا قریب حاصل کرتا ہے۔

مالی اسلامی ہے تعجب نہ ہے " (۶۱۹)

اس مکتوب میں کئی باتیں وضاحت طلب ہیں، مولوی صاحب کو یہ شکایت ہے کہ یہاں جمہوریت ہے اسلامی حکومت نہیں حالانکہ یہی جمہوریت ان کے نزدیک اسلام کے عین مطابق تھی بشرطیکہ پاکستان نہ بنتا، تقسیم ہند سے چند سال قبل مولوی صاحب نے قوی دیا تھا "ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی سب شامل ہوں حاصل کرنے کے لئے سب کو متحدہ کوشش کرنی چاہیے" ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصول کے عین مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت دیتا ہے " (۶۲۰)

----- حالانکہ اس سے قبل بقول مولوی حسین احمد دیوبندی "مسلمانوں کے مفادات کے محافظہ چنڈت جواہر لال نہرو" (۶۲۱)

نے وضاحت فرمائی تھی کہ :

"در اصل جمہوری حکومت کے 'معی' یہ ہیں کہ اکثریت اقلیت کو ڈرا کر اور دھکا کر اپنے قابو میں رکھتی ہے" (۶۲۲)

جہاں تک قائد اعظم اور دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کو دائرہ اسلام سے خارج پاکستان کی حکومت کو "معاہدہ" اور "مرتبہ" کی حکومت اور مشرکوں کی حکومت، اس سے بہتر قرار دینے کا تعلق ہے تو ہمارے خیال میں یہ "معاہدہ" اور "مرتبہ" کے مترادف ہے یہ الزام قطعاً غلط ہے کہ قائد اعظم نے اپنے آپ کو نجی "رافضی" کہا تھا یا پاکستان پر انگریزوں کی حکومت تھی بلکہ قائد اعظم کی اسلامی سوچ و غیرت نے یہ تک گوارا نہیں فرمایا تھا کہ لاڈ مارنٹیشن کو پاکستان کا گورنر جنرل بنا کر بعض فوائد حاصل کر لیتے جبکہ مولوی صاحب کے محبوب ہندو لیڈروں نے یہ شاندار کارنامہ سرانجام دے دیا تھا۔

جہاں تک قائد اعظم کے شیعہ ہونے کا تعلق ہے جس کے باعث مولوی صاحب پاکستان بن جانے کے بعد اس کے لئے دعا فرمانے سے بچکا رہے تھے تو گزارش یہ ہے کہ تاریخ کے صفحات میں کہیں بھی یہ ثبوت دستیاب نہیں کہ قائد نے اپنے آپ کو کسی خاص مسلک سے منسلک بتایا ہو، وہ عیسائی علماء کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، ان کی نماز جنازہ مولوی شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی (۶۲۳)

میں نے اس کا ذکر کیا اور پوچھا، آپ نے مواہدہ سے یوں نہیں کیا فرمانے لگے "میرا اصول ہے" میں دشمن مواہدہ کر سکتا ہوں قوم کے غدار سے نہیں" (۶۱۷)

مولوی حسین احمد دیوبندی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان کی دعا کے دلائل اسے تکرور ہوتے جنہیں ایک جہلی سے لے کر بھی منقول سمجھتے پر تیار نہ ہوتا مثلاً یہ کہ مولانا محمد امجد دہلوی نے اپنی تقریر میں پاکستان کی خدمت کی اور یہ کہ پاکستان کا مطلب تو یہ ہو گا کہ مسلم اقلیت کے صوبوں کے بعد راج قائم ہونا چاہیے " (۶۱۸)

----- گویا کہ خدا تعالیٰ

نے بتا تو ان صوبوں میں مسٹر کانہی لال نظام راج "ہندو لیڈروں کے بارے میں تو حسن ظن کا یہ عالم تھا کہ اس کے برعکس پاکستان کی جانب رخ مڑ جاتا تو یہاں کفر کے منڈلاتے نظر آتے

پاکستان بننے کے بعد بھی مولوی حسین احمد دیوبندی کا جو نگاہ اور عقیدہ تھا وہ ذیل کے خط سے اظہار من الغرض مولوی ابراہیم صاحب کو تحریر کرتے ہیں - "سنی مسلمانوں کے لئے دعا کرنا ضروری ہے مگر ایک ایسی جمہوری حکومت کہ اسلامی حکومت نہیں ہے، کس طرح ان اوجہ کی ہو سکتی ہے جن کے مستحق سنی مسلمان ہیں، ہاں اس لحاظ سے کہ انہوں نے اہل بیتین (مگر اس کا ثبوت ہو جائے) تو مستحق ہمدردی ہو سکتی ہے مگر کانگریسی صوبوں میں کفار کے ہر اقتدار ہیں پاکستان میں "معاہدہ" اور "مرتبہ" کا ہے، "دینی حیثیت سے دونوں کا فرق ظاہر ہے" کانگریسی میں انگریزی اقتدار برائے نام ہے اور اس کو رفتہ رفتہ ہٹا دیا ہے اور پاکستان میں اس کو ترقی دی جا رہی ہے اور قزاقانی ہے، ہاں وہاں کے سنی مسلمانوں کے ساتھ یقیناً ہمدردی از اس ضروری ہے -

یہاں (یعنی قائد اعظم محمد علی جناح) خود اپنے کو رافضی کہتے ہیں اگر ایسے شخص کے لئے مولوی ابراہیم صاحب دعا کرتے ہیں تو وہ اس کے ذمہ دار ہیں، وہ خود جانتے ہیں کہ عیسائی مسلمان ہیں یا نہیں، آپ کا فرمانا کہ حکومت تو بہر

جو مولوی صاحب کے کتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور سب کی بات یہ ہے کہ خود مولوی حسین احمد دیوبندی کے نزدیک شیعہ مسلمان ہیں :

”ایک دفعہ اترقی کے درس میں خوارج اور شیعہ کے متعلق ایک افغان متعلم کے استفسار کے جواب میں (مولوی حسین احمد دیوبندی) نے فرمایا ”تغیر ایٹان جائز نیست“ (۶۳۳) ”

جناب عبدالوہید صاحب بی اے ایل ایل بی لکھتے ہیں ۱۹۳۲ میں اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا تھا :

”آج مسٹر جناح کی قیادت پر اعتراض ہے کہ وہ شیعہ ہیں (حالانکہ وہ غریب سینوں کے ساتھ بالجماعت عیدین و جمعہ کی نمازیں ادا کرتے ہیں) لیکن یہی بزرگ اسماعیلیوں کے سردار آغاخان کی صدارت میں ۱۹۲۹ میں مسلم تجاویز کو خود پیش کرتے ہیں، انہیں حضرات نے ۱۹۳۳ میں یونٹی بورڈ کے کھلے اجلاس میں جو گنگا پرشاد میسوریل ہال لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا مرکزی اسمبلی کے امیدواروں کے انتخاب کے وقت راجہ صاحب سلیم پور کی ذات میں اتحاد کا ووٹ مولانا احمد سعید صاحب کی تحریک پر پاس کیا، مظفر علی اظہر صاحب شیعہ ہونے کے باوجود مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری اور اجلاس لکھنؤ کے صدر ہو سکتے ہیں مسلم لیگ میں خطاب یافتہ عناصر جس طرح مسٹر جناح کی قیادت کے سامنے زبان بند ہیں وہ سب کو معلوم ہے یہاں تک کہ مسٹر جناح پر ڈکٹیٹر ہونے کا طعن اسی لئے دیا جاتا ہے مگر جمعیت العلماء و احرار کے علماء مسلم لیگ میں امام بن کر شامل نہیں ہو سکتے اور خان بہادر اللہ بخش کی صدارت و قیادت میں آزاد مسلم بورڈ میں مقتدی بن کر رہ سکتے ہیں“ (۶۳۵)

اس موضوع پر جمعیت العلماء ہند کے مولویوں کے بارے میں مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عبدالماجد دریا بادی کے خیال کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مولوی صاحب رقمطراز ہیں :

”ان حضرات کا شیعوں کے ساتھ سیاسی جلسوں میں برابر رہا کرتا ہے، یہ شیعہ رئیسوں کی ممانداری قبول کرتے

ہیں، ان کے ہاں ٹھہرتے ہیں شیعہ اکابر کو جلسوں کا صدر ہیں“ (۶۳۶)

جہاں تک قائد اعظم محمد علی جناح علیہ السلام کے متعلق ہونے یا نہ ہونے کا تعلق ہے، مولوی حسین احمد دیوبندی مودعہ مولویوں سے ہی رجوع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے مولوی شبیر احمد عثمانی قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کے فرماتے ہیں :

”میں نے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء کی تحائف اٹھائی ہے لیکن جیسا ایمان باللہ میں نے اس شخص کا دیکھا کسی میں نہ پایا“ (۶۳۷)

آخر میں مولوی اشرف علی تھانوی کی شہادت پیش جاتی ہے :

”میں خواب بست کم دیکھتا ہوں مگر آج میں نے خواب دیکھا ہے میں نے دیکھا ہے ایک بہت بڑا مجمع ہے کہ میدان حشر نامعلوم ہو رہا ہے اس مجمع میں اولیاء اللہ علماء کرمیوں پر بیٹھے ہیں، مسٹر محمد علی جناح بھی اسی مجمع ساتھ عربی لباس پہنے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں، میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس مجمع میں کیسے شامل ہو گئے مجھ سے کہنا کہ محمد علی جناح آج کل اسلام کی بڑی خدمت رہے ہیں، اسی واسطے ان کو یہ درجہ دیا گیا ہے“ (۶۳۸)

خلافت پاکستان میں مولوی حسین احمد دیوبندی حقیقت مند بھی کسی سے پیچھے نہیں، مولوی ثروت حسین فرماتے ہیں :

”نام تمام پاکستان مسلم بھرتاء گزیوں کو بھی ابھی صحیح معنوں میں تیار نہیں کر سکا ہے“ (۶۳۹)

اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت کر کے پائے والوں پر مولوی حسین احمد دیوبندی کی اطاعت نہ کرتے گرفت کرتے ہوئے مولوی نجم الدین اصلاحی رقمطراز ہیں :

”قوم کے ذہین طبقے کو مدت سے جس طرح ٹریننگ جاری تھی اور جس تمدن و تہذیب کا انہیں جوگر بنا کر لایا تھا، دی گئی تھی، اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ اتنی بڑی المرتبت شخصیت (مولوی حسین احمد دیوبندی) کی اطاعت

گل بادشاہ خان کے ساتھ مل کر اس بات کے لئے کام کیا کہ
سردار یحسان پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیں " یہ بادشاہ گل
دہی صاحب ہیں جنہوں نے کہا تھا " اگر میں جنت میں بھی جاؤں
گا تو کانگریس کا ترنگا پرچم ساتھ لے کر جاؤں گا " میری دعا ہے
("نیراشر اس پرچم کے سایہ میں ہو ") (۶۳۹)



مَوْلَاے صَلِّ وَسَلَّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
وَمَحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

براہم غلطی جناح اور ان کے رفقاء کا () سے ہے ۔
یہ قیادت تک ہر کسی نے یہاں اسلام کو کد چھری سے
یا ۔

اور اسباب یہ ہے کہ جن مقربان بارگاہ الہیہ نے
اس کے پیور دیکھ کر غلوں اور دیانت سے تقسیم ملک کی
اس کی تھی " آئے دن مختلف حوالوں سے انہیں کوسا جاتا
ان کی توہین کی جاتی ہے ۔ اور بقرہ حضرت مولانا سید
یوسف بنوری قدس سرہ " یہاں جو مصائب ہیں ان کا سبب
ہے (حسین احمد) مٹی جیسے بے نفس اور قرشت سیرت بزرگوں
آجین ہے " (۶۳۳)

یہی اسباب و عوامل تھے جنہوں نے ملک کو داہنت لیا
(۳)

یہ " مقربان بارگاہ الہیہ " کون تھے ؟ پچھلے صفحات میں
ظاہر ہو چکا ہے " ان کے دو مزید کارنامے ملاحظہ فرمائیں :
" مجلس احرار کی ورلڈ کمیٹی نے موجودہ حالات کا
یہی مجلس احرار نے (قیام) پاکستان کے خلاف ایٹمی
اے کا فیصلہ بھی کیا ہے " (۶۳۶)

" جب ماسٹر آف اسکول نے ۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو پنجاب
کے سامنے گھوڑا لہا کر اعلان کیا تھا کہ " پاکستان کا فیصلہ
کی " اس پر مولانا (غلام قوث) ہزاروی نے
یہ مجاہد فی سبیل اللہ قرار دیتے ہوئے ان کی جرأت
پر بے باکی پر مبارکباد کا اعلان کیا " اس پر مولانا ظفر
حق نے انہیں " جعفر ثانی " اور عثمانی محمد حسین امرتسری
سے انسایت قرار دیا " (۶۳۷) کچھ دنوں بعد مولانا
کا اہل حق مدبر مابینا ترجمان الہیہ نے کہ : " میں
" ہمارے نزدیک پاکستان کی مخالفت ایسی جرات اور
میں تھا :

تھیں ہی لکھ نامش وہی

ان است لعتہ بروی " (۶۳۸)

ان میں ایک قوم پرست کانگری کی ہندوؤں سے والہانہ
فی ۲۰۰۰ ہونے کا کہیں ہے :

غلام قوث ہزاروی نے سرحد سے انجمن میں حضرت

ماہنامہ "کنز الایمان" کے تحریک پاکستان نمبر

کی اشاعت کے موقع پر

چیف ایڈیٹر جناب محمد نعیم طاہر منویٰ اور ان کے رفقاء کار

کو

ہدیہ تہریک

پیش کرتے ہیں اور اپنے ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتے ہیں

منجانب

پیر زاہد اقبال احمد فاروقی (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)

عبد السکثار غازی (رکن مرکزی مجلس شوریٰ)

جمعیت المسلمین پاکستان

بعد تقسیم ہند

مخالفت

انگریز اور پاکستان

ہندی سے اسی دن وطن عزیز کے دو ٹکڑے بھی ہوئے جس کا نیا زہ آج تک پوری قوم کو بھگتنا پڑا ہے۔ حضرت (مولوی حسین احمد دہلوی) نے ملک کی تقسیم کی بیش مخالفت فرمائی، اس لئے کہ برطانوی ڈپلومیسی کی کامیابی و ناکامی کا مدار اسی ایک مسئلہ پر تھا، افسوس کہ اس مرد بزرگ کی ایک نہ سنی گئی، ملک کی تقسیم ہو کر رہی (۱۹۴۷ء)

ایک آزادی کے آخری سالوں میں انگریزوں نے کل کرستان کی مخالفت کی جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ قوم پرست مسلمانوں کے پس ماندگان ابھی تک اصرار کرتے ہیں کہ پاکستان انگریز نے بنایا ہے، جمعیت علماء اسلام کے ایمان اسلام کے مدیر و قطران ہیں:

ہندوستانی سفارت خانے مسلسل پاکستان اور نظریہ پاکستان کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کا کام کر رہے ہیں بعض اوقات تو اس قدر مسموم پروپیگنڈہ دیکھنے میں آتا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے، اسی کے نتیجے میں عرب حلقوں میں اس طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ ”پاکستان برطانوی استعمار کی تخلیق ہے“ یا ”پاکستان ہندی قومی تحریک سے انحراف کا نتیجہ ہے“ یا ”پاکستان ہندوؤں سے اقتصادی احساس کمتری کی وجہ سے وجود میں آیا اور لطف یہ ہے کہ پاکستان کے خلاف اس قسم کی غلط فہمیاں پھیلانے کے لئے حکومت ہند اور ہندی سفارت خانے کو دیوبند اور جمعیت العلماء ہند کے بعض علماء دستیاب ہو گئے ہیں ”ادھر لکھنؤ کے عدوہ العلماء کے فارغ التحصیل حضرات کی بھی خاصی تعداد پاکستان کے خلاف“ یہ نیک کام“ سر انجام دینے میں مصروف ہے۔ جب ان ممالک میں کشمیر اور ہندوستان کے مسلمانوں کا ذکر آتا ہے تو یہی حضرات آڑے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ”سب آچھا“ ہے اور کشمیر کے مسلمان ہندوستان کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں (۱۹۴۳ء)

انگریز نے ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریتی برتری مسلمانوں کی سیاست کو مدت تک اقتدار میں بٹلا دیا، آخر انہیں مجبور کیا کہ وہ پورے ہندوستان پر اپنا حق لینے کے بجائے ایک چھوٹے سے خطے پر قناعت کریں

مولوی محمد اذہر شاہ قیصر مدیر اعلیٰ ماہنامہ ”طیب“ دیوبند نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ ”ابھی تک جنگ عظیم ختم ہوئی تھی کہ انگریزوں کی فراست اسے پہچان گئی تھی کہ ان کے مقابلہ پر برطانیہ، امریکہ اور روس جیت بھی گئے، حالانکہ اس قدر کمزور ہو جائیں گے کہ انہیں اپنی تواناؤں اور فوجوں کو بے قابض رہنا مشکل ہو جائے گا اس لئے ہندوستان کی طاقت کو کمزور کرنے کے لئے قیامِ پاکستان پہلے سے بنا لیا تھا“ (۱۹۵۱ء)

مولوی محمد عزیز الحسن قیام پاکستان کو برطانوی ڈپلومیسی کا کارنامہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ ہمارے لئے مسرت و شادمانی کا پیغام لے کر آئی، اس دن ملک آزاد ہوا تو دوسری طرف یہی تاریخ ہمارے دامنِ کالمب بنی کیونکہ بعض رہنماؤں کی جلت

ملک کی سلامتی و بقا

جمعیت علماء اسلام

جمعیت علماء ہند مسودہ دہلی کے کنوینشن میں

مفتقر

مولوی شفیق الرحمن سنبلی اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں: "جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے اور اس مقابلہ میں جو سیاسی نظریہ پیش کرتے تھے وہ صحیح تھا یا غلط اس بحث کو جاننے کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچنے کا وہ ۱۱۔ تقریباً نعوں کے باب یہ کہتے تھے کہ یہ محض غریب بے سیاسی چال ہے آج غلط کہتے تھے" (۱۹۵۸)

جناب ولی منظر ایڈووکیٹ پاکستان میں رہائش پزیر بہت حضرات کے رویہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں مدینۃ الہی پاکستان کے قیام کو ۳۶ سال بیت گئے ہیں آزادی کی نعمت غیر متردد سے فیضیاب ہو چکے ہیں لیکن پاکستان کے مخالف عناصر نے یوم آزادی پر کبھی کسی تقاریر کا اہتمام تو بعید از قیاس بات ہے ان لوگوں نے کبھی وطن کو استحکام و سلامتی تک کے لئے دعا کو ہاتھ نہیں اٹھائے کیا ہے کہ اس مکتبہ فکر کے ایک معروف دینی مدرسہ میں مشرقی پاکستان پر جب پوری قوم کمرہ ارض پر دکھ درد کا اظہار کر رہی تھی اور ملت اسلامیہ پاکستان ٹوٹ کر کٹاں قسمی شیعری ہوئی اور خوشیاں منائی گئیں یہ "دینی" مدرسہ ہے جہاں کے استاذ بھی ایک چراغ تک روشن نہیں کیا جاتا" (۱۹۵۹)

اعتراف حق

مخالفین پاکستان کے ہم مسلک بعض ایسے مولوی بھی ہیں جو مخالفت پاکستان میں ان کے ہمنوا نہیں آج اگرچہ آنے میں تک کے برابر ہے لیکن ان کی یہ سوچ سناٹاں ہے۔ مولوی احترام الحق قاتوی کا ایک تفصیلی مابینہ زمانہ اہلسنت (کراچی) میں شائع ہوا تھا جس میں

ایک قرارداد میں "بلکہ دینی" کی جدوجہد کی پر زور حمایت کی گئی اور پنجالیوں کی یقین دلایا گیا کہ بھارت کے مسلمان اس جدوجہد میں ان کی پشت پر ہیں اس کو نشان سے سردار سونے سنگھ نے بھی خطاب کیا (۱۹۵۳) قادیان سونے کے ساتھ

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران انڈیا کے ایک ریڈیو سے جمعیت العلماء ہند کے سیکرٹری نے تقریر کرتے ہوئے مولانا انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے یہ بات کہی تھی کہ اگر کوئی دوسرا مسلمان ملک بھی ہندوستان پر حملہ کرے تو ہم اس کا بھی مقابلہ کریں گے اسی توہمیت کے کچھ فتوے موجودہ صدر جمعیت العلماء ہند نے بھی دانے ہیں بلکہ جاندھر کے ریڈیو سے ایک عرصہ تک ہمایہ کے حقوق والی حدیث پڑھ پڑھ کر ایک عالم دین نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کو بھارت کے مقابلہ میں دفاع کی کوشش نہیں کرنا چاہیے" (۱۹۵۵)

مولوی انور شاہ کشمیری کے بیٹے انظر شاہ مسعودی نے اپنے والد کی سوانح "شخص دوام" کے نام سے لکھی جو جشن دیوبند منفقہ مارچ ۱۹۸۰ء کے بعد کراچی سے شائع ہوئی ہے جس میں متحدہ قومیت کے ساتھ دیوبند کی ذہنی و انتہائی اور اندرا سنگری کی قلبی تائید اور پاکستان سے ذہنی عداوت کا ثبوت فراہم کیا

کیا ہے :

تقسیم کے بعد چین و پاکستان کے جارحانہ مصلوں کی صورت میں مسلمان ہند (دیوبندی) کا کردار "اپنے ملک کے لئے ان کا اغراض" ملک کے دفاع کے لئے ان کی قربانیاں آشکارا ہیں (۱۹۶۶)

"اگر پاکستان کی جانب سے ہندوستانی مسلمانوں کا تفسیر کہیں اور کسی وقت اٹھایا جاتا تو ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے زیادہ ذمہ دار تنظیم جمعیت علماء ہند پاکستان سے اٹھنے والی اس آواز کو اپنے آہنی پنجوں سے ان کے گلوں ہی میں دبا دیتی" ہر سال سعودی عرب سچ جانے والے مسلمانوں کا وفد پاکستان کے اس پریکٹس کے جواب دہ کر آتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان تباہ و برباد کئے جا رہے ہیں" (۱۹۵۷)

سات پیش خدمت ہیں :

"پاکستان کی مخالفت کرنے والوں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک وہ اپنے اگھڑ بھارت کے خواب کو شرمندہ نہیں کر لیں گے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اس وقت وہ یہ چاہتے تھے کہ پاکستان نہ بنے اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان نہ رہے (نورِ باہ)۔" یہ باتیں میں نے سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اس کے میرے پاس ثبوت ہیں اور میں خانہ کعبہ میں حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں۔

ان لوگوں نے برطانیہ کی باتیں کی ہیں کہ مسلم لیگ کی مخالفت کرنے والے علماء پر قبضوں میں پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت کے نتیجے میں عذاب ہو رہا ہے، اس سے بڑھ کر بغض و نفرت آپ کو پاکستان کے بارے میں اور کیسے ملے گا۔

جنوبی افریقہ کے مسلمانوں نے پاکستان سے گئے ہوئے "عالم دین" عبدالواحد (گوجرانوالہ) سے پوچھا کہ سنا ہے کہ پاکستان میں رشوت اور بدعنوانی بہت ہے اسے کیسے ختم کیا جاتا ہے تو ان مولوی صاحب نے "جو بد قسمتی سے کانگریسی حکومت میں جمج میں کما کر (اگر رشوت اور کرپشن کو ختم کرنا ہو تو پاکستان کو ہی ختم کرنا ہوگا)" (خاکم بدہن) اس سے کہہ دیا کہ مسلمانوں میں بڑا اشتعال پیدا ہو گیا اور انہوں نے صاحب کو نکال باہر کیا۔

آج پاکستان کے مخالفین کہتے ہیں کہ بھیا ٹھیک ہے، مخالف تھے لیکن اب تو نہیں ہیں لیکن میرے والد سے جب کوئی یہ کہتا تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم پاکستان کی مخالفت میں اس لئے ہیں کہ ہمارے جیسی شکل و صورت والے اسلام کے نام پر دراصل اس کی جڑیں اکھاڑ رہے ہیں اور مخالف کیجئے بیہوش اس کا یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے انتخابات جب سوشلزم کے نام پر یہاں ملک میں افراتفری ہو رہی تھی تو ان پاکستان دشمن عناصر نے مسٹر بھٹو کا ساتھ دیا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے بھٹو صاحب کہتے تھے کہ یہ مخالف قوتی دینے والے مولوی کیا ہیں میرے پاس بھی ہے اور وہ جیب سے نکال کر مفتی محمد کا فوٹی دکھا دیتے ہیں اس وقت یہ لوگ اوجھڑے تھے جب ۱۹۷۷ء میں بھٹو صاحب

۱۰ کے خلاف تحریک چلی تو یہ سب "اسلام" کے گرد ہو گئے۔ کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی پولیس اگر سوشلزم سے ملتی ہیں تو یہ سب سوشلسٹ بننے کو تیار ہیں اور اسلام کے نام پر اگر یہاں افراتفری پھیلتی ہے یا اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجتی ہے تو یہ اسلام کے گرد ہوں گے، سوشلزم کے نہیں مقصد پاکستان کو نقصان پہنچانا ہے چاہے وہ سوشلزم کے نام پر ہو یا اسلام کے نام پر (۶۶۰)

"اب بھی یہ جتنے بد معاش ہیں، ان سے اگر آپ پوچھیں تو یہی کہیں گے، ہم پاکستان کو تو مانتے ہیں، لیکن آپ

پوچھیں، پاکستان کو مانتے کا مطلب کیا ہے، جس تصویر اور جس دو قوی نظریے کی بنیاد پر ملک و قوم میں آیا، کیا وہ درست ہے، اس کو تم مانتے ہو؟ کیا اس تصویر کی مخالفت غلط تھی؟ کہیں گے، نہیں وہ تصویر بھی غلط تھی وہ فلسفہ بھی غلط تھا، وہ تحریک بھی غلط تھی، ہماری مخالفت درست تھی لیکن ہم پاکستان کو مانتے ہیں" (۶۶۱)

بہت روزہ زندگی (لاہور) کے نمائندہ خصوصی کا بیان ہے: "جامعہ مدنیہ کرم پارک راوی روڈ میں واقع ہے، اس کے ناظم اعلیٰ مولانا خالد میاں ہیں جو ہندوستان کے مشہور کانگریسی عالم دین مولانا محمد میاں ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند کے صاحبزادے ہیں اور پاکستان میں اپنے موروثی مشن کو احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔۔۔ جامعہ مدنیہ (جمعیت علماء اسلام) ہزاروی گروپ اور اس ویلے سے گاندھی جی کے نظریات کا ایک محکمہ اذہ بن گئی ہے مدرسے میں "زندگی چٹان" نڈائے ملت یا "شرق" کا داخلہ قطعی ممنوع ہے اور دارالطالعے میں صرف "امروز" اور دیگر اشتراکی جریدے ہی منگوائے جاتے ہیں حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ طلبہ کو نظریہ پاکستان اور بنیادیں پاکستان سے بدعین کیا جائے چنانچہ قائد اعظم اور اقبال کے بارے میں یہاں کے اساتذہ کرام اب بھی کھلے بندوں انہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے مرشد حضرات کرتے رہے ہیں، قائد اعظم کو جن الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے انہیں دہرائے بھی قابل شرم ہے اقبال کے بارے میں نرم سے نرم جملہ جو یہاں نقل کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے "اقبال بنیم میں جل رہا ہوگا کیونکہ اس

ہو پاکستان کے خلاف ہو رہی تھی انہوں نے سن ۶۵ء کی بھارت جنگ کے موقع پر آل انڈیا ریڈیو سے تقریر کرتے کہا تھا کہ پاکستان کی طرح بھارت میں بھی سات کروڑ ہیں اس لئے پاک بھارت جنگ جہاد نہیں ہے وہ کہہ رہے ہیں کہ خود کو فاتح بلکہ دیش کہتے ہیں اور سعودی عرب پاکستان کے خلاف یہ پروپینڈا کرتے ہیں کہ پاکستان کی قادیانیوں اور شیعوں کی حکومت ہے وہ بھارت کے بھی پاکستان آئے کراچی میں ٹیولڈن میں قیام کیا اور مفتی محمد اسلمیہ پورے پاکستان میں ان کا دورہ کرایا (۶۶۳)

کنز الایمان کے احوار کا طریقہ

۴۰ روپے درج ذیل پستہ پر مبنی آرڈر کریں۔ کس سال کا آپ کو گھر بیٹھے ملا کرے گا۔

پستہ: ماہنامہ "کنز الایمان" صد بازار لاہور

نے ایک مقدس ہستی (مولوی حسین احمد دیوبندی) کی مخالفت کی تھی۔

"درس کے دوران ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ موقع بہ موقع تحریک پاکستان کا "ہواپن" ثابت ہو" مثال کے طور پر جب یہ کہنا ہو کہ "کبھی کبھی سواد اعظم یا اکثریت بھی غلطی کر بیٹھتی ہے" تو مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں "جیسا کہ پاکستان کے حق میں رائے دے کر سواد اعظم نے بت بھاری غلطی کی تھی" یہ الزامات بڑے خوفناک ہیں لیکن ان لوگوں سے قرآن پاک پر حلف لے کر دریافت کیا جاسکتا ہے کہ یہ قائد اعظم اور اقبال کے بارے میں کبھی رائے رکھتے ہیں" (۶۶۳)

مولوی احتشام الحق تھانوی نے ایک تقریر میں فرمایا: "اسد مدنی (فرزند مولوی حسین احمد دیوبندی) بھارتی حکومت کی طرف سے یورپ اور افریقہ کا دورہ کرتے ہیں اور ہر جگہ مسلمانوں کو پاکستان کے خلاف بھڑکاتے ہیں، پچھلے سال لندن کی ایک مسجد میں مسلمانوں نے ان سے سننے سے انکار کر دیا تھا

تحریک پاک پاکستان

شائع کرنے پر اراکین کنز الایمان سوسائٹی کو مبارکباد

منجانب

صوفی فضل الرحمن رحمان جنرل سکٹور (گرم مصالحے والے)
مکان نمبر ۱۲۲۔ ڈاکخانہ مغلیہ کیریج شاہ پے مغلیہ پورہ لاہور

خطاب یافتہ مولوی

- ۱۔ انگریزی دور حکومت میں ان مولویوں کو سرکاری خطابات سے نوازا جاتا تھا جو حکومت کے حامی ہوتے، بعض مولوی صاحبان کا وظیفہ یہی ہے کہ سنی بریلوی علماء و مشائخ انگریزوں نے ایجنٹ تھے لیکن مختلف کتابوں کی ورق گردانی کے دوران اس طبقہ کا کوئی ایسا عالم دین ہمیں نہیں ملا جسے شمس العلماء کا خطاب ملا ہو جبکہ دیوبند اور اہلحدیث کتب فکر کے بعض حروف بزرگوں کو یہ خطاب عطا ہوا تھا، چونکہ ہمارا مقصد تاریخی ریکارڈ کو درست کرنا ہے، کسی کی دل آزاری مطلوب نہیں، اس لئے تفصیلات کو قلمبرد کر کے ہم صرف ان "فرائض نصیب" حضرات کی فہرست پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں:
- ۲۔ شمس العلماء مولوی الطاف حسین حالی
- ۳۔ شمس العلماء مولوی ذبیحہ نذیر احمد
- ۴۔ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی (۲۶۳)
- ۵۔ شمس العلماء مولوی محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند (۲۶۵)
- ۶۔ شمس العلماء مولوی محمد حفیظ اللہ سابق مدرس اعلیٰ دارالعلوم ندوہ (۲۶۶)
- ۷۔ شمس العلماء مولوی حاجی محمد عمر مرید مولوی اشرف علی تھانوی (۲۶۷)
- ۸۔ شمس العلماء مولوی محمد یوسف رنجور عظیم آبادی تخلص صادق اور وفادار ترین مقتد سید احمد قائد تحریک بالاکوٹ (۲۶۸)
- ۹۔ شمس العلماء مولوی احسان اللہ خان تاجور فاضل دارالعلوم دیوبند (۲۶۹)
- ۱۰۔ شمس العلماء مولوی میاں نذیر حسین

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

"بزار ہزار بار حاشا للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رہنمائی ہوگئی! جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی! حاشا للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں انکی دشنام نہ دیکھی سنی تھی اس وقت تک گلہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ قصائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور مشکلیں عظام کا مسک اختیار کیا، جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین و سید المرسلین علیہم السلام سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحات اس جگہ" (فاضل بریلوی)

یا فرماتے ہیں علانیہ دین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے رام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً ازروئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیماً جائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور انوط منع ہے خصوصاً اہل طیبہ اولیائے کرم کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اگر ہم چار ہاتھ فاضل سے کھڑا ہو بھی ادب ہے پھر تعقیب فرما رہے ہیں؟ یہ وہ ہے جسکا تو نے عوام کو دیا جاتا ہے اور حق کا مقام دوسرا ہے لکل مقام مقال ولکل مقال رجال لکل لکل مقام مقال نزال اللہ حسن المال - احکام

انت حصہ سوم - ۱۵۰

ادارہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ کے اشاعتی، علمی اور تبلیغی منصوبے

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کے علوم و کرامات پر مشتمل مکتوبات و تفسیر کی پہلی اردو شرح

البیانات شرح مکتوبات

شیخ خطیب العصر ابوالبیان علامہ محمد حلیہ مجددی - ہدیہ: 75 روپے
شکایتیں تصوف اچھی سے کاپیاں محفوظ کروائیں پہلی جلد قریب ۱۲۰۰ صفحات پر پڑھائی ہے

خطبہ پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین فاتحہ معلیٰ
آلوہار شریف کے اولیاء کرام کی مکمل اور مستند سوانح حیات

مشائخ آلوہار شریف

زیر ترتیب: از قلم خطیب العصر ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی

خطیب العصر ابوالبیان علامہ محمد سعید مجددی کے علمی، ادبی اور فکری مضامین پر مشتمل

مقالات سعید

زیر طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے ہدیہ: 20 روپے

المجدد اکیڈمی

کے نام سے ایک مجتبہ قائم کیا گیا ہے جس میں علماء اور مشائخ اہل سنت کی قدیم و جدید علوم پر مشتمل دینی تبلیغی، علمی اور فکری تصانیف دستیاب ہیں۔ رابطہ کیلئے: المجدد اکیڈمی واقع مرکز جامع مسجد نقشبندیہ ڈول ٹاؤن بی بلاک گوجرانوالہ۔ فون: 81060

المجدد اکیڈمی گوجرانوالہ کا ایک اشاعتی منصوبہ خطیب الاسلام قائد تحریک ختم نبوت فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نامدار مسند حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن آلوہار شریف کے علمی فکری اور روحانی مقالات پر مشتمل خطیب اسلام ہو چکی ہے ہدیہ: 70 روپے

خطیب العصر ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی کی علمی، ادبی اور ایمان افروز تقریروں پر مشتمل

البیان (حصہ اول) چھپ کر بڑی تیزی سے باقاعدہ ناظرین تک پہنچ چکی ہے اب البیان (حصہ دوم) زیر ترتیب ہے

پاکستان میں اسلامی انقلاب اور روحانی اقتدار کا دائمی

ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام

ہر ماہ مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ ڈول ٹاؤن گوجرانوالہ میں بلاک سے شائع ہوتا ہے۔ جس میں دعوت، حدیث، دعوت طریقت کے علاوہ متعدد اہل علم حضرات کے مضامین شامل ہوتے ہیں ہدیہ: فی سہ ماہی 10 روپے، سالانہ 30 روپے، نصف سالانہ 15 روپے

شعبہ آڈیو ویڈیو

علماء اہل سنت کی ایمان افروز تقاریر بالخصوص خطیب العصر ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی کے خطابات جمعہ، دروس قرآن و حدیث کے علاوہ ولولہ انگیز تقاریر کی کیسٹیں دستیاب ہیں

متضاد سیانے

مخالفت نہیں کی تھی

مخالف تھے اور جمعیت علمائے ہند میں کام کر رہے تھے" (مفتی محمود) (۶۷۱)

ہمارا اختلاف قیام پاکستان سے نہیں تھا بلکہ بحیثیت ایک سیاسی جماعت کے مسلم لیگ سے سیاسی جماعتوں سے اختلافات کوئی نئی بات نہیں ہمیں اس طریقہ کار سے اختلاف تھا جو کہ قائد اعظم محمد علی جناح چاہتے تھے وہ ہر صورت میں تقسیم قبول کرنے کے لئے تیار تھے چنانچہ جب پاکستان بن گیا تو بعض مسلم لیگیوں نے ہمیں مخالف پاکستان قرار دے دیا کیونکہ پہلے چل مسلم لیگی ذہن حکومت پر آیا تو پوپولینڈا بھی جاری رہا لیکن بنیادی طور پر نہ جب ہم پاکستان کے مخالف تھے اور نہ آج (مولوی محمد عبداللہ درخواستی) (۶۷۷)

"میں اور میرا خاندان مذہبی بنیادوں پر سیاست کرنے کے قابل نہیں میری مراد فرد و دولت سیاست سے ہے ہمارے اکابر نے کانگریس کے پلیٹ فارم پر کام کیا جو خالص آریہ سماجیوں اور مسیحائیوں کی جماعت تھی اگر اکابر نے ایسا کچھ کر کے دین کو نقصان نہیں پہنچایا تو میں نے سوچا کہ میری پیپلز پارٹی میں شمولیت سے بھی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا" سوامی وسنت خیال اور وسنت ظرف نے مجھے اجازت دی کہ میں پیپلز پارٹی میں شامل ہو جاؤں اور یہ میرے نزدیک دینی اور مذہبی حوالے سے کوئی کمزور یا ناجائز اقدام نہیں" (مولوی سراج احمد دین پوری سابق امیر جمعیت علماء اسلام) (۶۷۸)

ماہنامہ "کنز الدین" ہر انگریزی ماہ کی ۲۷ تاریخ تک نہایت احتیاط سے ڈاک کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاہم اگر دس تاریخ تک رٹ لہ نہ ملے تو خط لکھ کر دوبارہ طلب کریں۔



"ہم نے پاکستان کی مخالفت کبھی نہیں کی" (مفتی) (۶۷۰)

مولانا ظفر احمد انصاری کا یہ الزام کہ ہماری جماعت نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی ایک بے سرو پا بحث ہے (علامہ غوث ہزاروی) (۶۷۱)

"اگر علمائے دیوبند نہ ہوتے تو شاید پاکستان نہ بنتا" (ایم قریشی) (۶۷۲)

"بڑے دکھ اور افسوس کی ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بزرگوں نے ہزاروں مصیبتوں تکلیفوں اذیتوں کے بعد جو قانون قرآن کو نافذ کرنے کے لئے نکلے زمین (پاکستان) بن گیا۔ اے (مولوی عبداللہ انور) (۶۷۳)

مخالفت کی تھی

"ہم تحریک پاکستان کے حق میں نہ تھے" (سید احمد اسلام) (۶۷۴)

"اب سنے مولانا مفتی محمود اور ان کے اکابر کے متعلق یہ کہ پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا اس وقت تک اس سے اس کی مخالفت کی لیکن جب بن گیا تو اس کی مخالفت کے مترادف قرار دیا یہ بھی نہ کہا کہ ہم نے اس کی مخالفت نہیں کی تھی (عبد الرشید ارشد) (۶۷۵)

"یہ صحیح ہے کہ ہم تقسیم سے قبل قیام پاکستان کے

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے ○ جنہیں قونے بننا ہے فوق خدائی

شعب آزادئی کشمیر کا ہراول درجہ

جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء جموں و کشمیر کے علماء و مشائخ کی مشترکہ دینی تنظیم

آل جموں و کشمیر سنی جہاد کونسل

- جس کے مجاہدین آزادی کشمیر اور تھمیل پاکستان کیلئے سرکھت ہیں۔
- اپنے شاندار جہادی کارناموں سے اہلسنت کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ مجاہدین کی مالی امداد ہمارا بلی فریضہ ہے
- اپنے عطیات سنی جہاد کونسل کے جہاد کشمیر فنڈ کاؤنٹ نمبر 8-5158 بلیج رسول اللہ جواز الہی جمع کرائیں۔
- براہ راست رابطہ کے لیے
- حضرت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمن ڈھانگری شریف، امیر سنی جہاد کونسل، خون 3472
- شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹ، نائب امیر سنی جہاد کونسل، خون 553059
- علامہ محمد سعید احمد مجددی، ناظم اعلیٰ سنی جہاد کونسل، خون، 81060
- علامہ حافظ غلام حیدر خادمی سیالکوٹ، خون، 552896
- علامہ طالب حسین مجددی ناظم مالیات سنی جہاد کونسل، سنہری مسجد ڈی سی روڈ گوجرانوالہ۔

دوقوی نظریہ اور سنی علماء و مشائخ

سنت بھی ہیں اور انہیں (پار و محبت) سے یہ حقیقت ذہن نشین کرانے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کے سوا اعظم نے فاضل بریلوی کے سیاسی نقطہ نظر کو اپنا کر ان کے اکابرین کے نظریات کو مسترد کر دیا تھا، یہ کوئی معمولی شکست نہیں تھی اس شکست سے وہ اپنے ہزاروں وطن کی نظروں سے گر گئے، اس لئے کہ وہ ہندو لیڈروں کو آخر وقت تک یہی یقین دلاتے رہے کہ چونکہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہے، اس لئے وہ تقسیم ہند کے حق میں کبھی دوت نہیں دیں گے لیکن ۱۹۴۷ء کے انتخابات نے ان کو بلا کر رکھ دیا، قوم پرست امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں، اس صدمے کے اثرات اب تک باقی ہیں اور کانگریسی مولویوں کے عقیدت مند فاضل بریلوی اور ان کے ہم خیال حضرات کو بدنام کرنا شرعی فرض سمجھتے ہیں چاہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے غیر شرعی طریقہ کار بھی کیوں نہ اپنایا جائے۔

جناب یونیورسٹی لاہور کے سابق وائس چانسلر شیخ امتیاز علی صاحب فرماتے ہیں: ”بگ بگ عظیم اول کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں ”ترک موالات“ اور ”تحریک ہجرت“ کے خلاف حضرت مولانا (احمد رضا خان) بریلوی کے قوت پر متحدہ قومیت کے بارے میں بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں“ (۶۸۰)

جن لوگوں نے دوقوی نظریے کو انگریزی کی ایجاد قرار دے کر مسٹر گاندھی کی سربراہی کوئی اسلام کے لیے مفید سمجھا، ان میں دور اندیش مومنانہ فرات اور سیاسی بصیرت کا فقدان تھا، وہ انگریز دشمنی کا پرچار تو کرتے تھے لیکن ان سے بھی زیادہ خطرناک ہندو قوم کو گلے لگا کر اسلام کو کند پھری سے زنج کرتے کا مرتکب ہو رہے تھے، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خیال میں ان کی ایک آنکھ کھلی اور دوسری بند تھی، مواکنز اشتیاق حسین قیسٹی نے اس دور کے حالات کا تجزیہ

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

پاکستان دوقوی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا، ہندوؤں اور مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ متحدہ ہندوستان میں بسنے کے تمام باشندے ایک قوم ہیں جبکہ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ کرنے والوں کی سوچ اس سے مختلف تھی، امام عظیم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”کہ پاکستان اسی وجود میں آیا تھا جب ہندوستان میں پہلا نو مسلم حلقہ یکوش قائم ہوا تھا حالانکہ یہاں ابھی مسلمانوں کی حکومت قائم نہ ہوئی“ (۶۷۹)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قائد اعظم اور دیگر مسلمانوں کے ذہنوں میں تبدیلی کیوں کر پیدا ہوئی جبکہ ایک وقت تک یہ حضرات ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے، دراصل امام رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ شروع سے ہی برصغیر کے مسلمانوں کو خبردار کرتے رہے کہ غیر مسلم چاہے ہوں یا ہندو یا کوئی اور، عقلت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، ان پر اعتماد کرنا ان کے لئے خود کشاوی مارنے کے مترادف ہے، ان سے اتحاد کی بھی عقلی و عقلی دلیل کی رو سے جائز نہیں، مسلمانوں کو اسی میں ہے کہ کسی مشرک کو امام بنا کر اسے اپنی سرکار کا مرکز بنانے کے بجائے اپنی علیحدہ تنظیم قائم کریں اور تسلیم کرنے کی خاطر اپنی توانائیاں صرف کریں، ان کے لئے مجموعی اثر یہ ہوا کہ دوقوی نظریہ کو فروغ حاصل ہوا، مسلمانوں کی سوچ میں بھی تبدیلی پیدا ہوتی چلی گئی۔

انگریز خیال کے لوگ تو اس قسم کی بات سننے تک کے تھے کہ ”اس سلسلہ میں وہ ایک حد تک ہماری ہمدردی کے

کرتے ہوئے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ:

”حضرت مولانا احمد رضا خان کی سیاسی بصیرت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت اس خطہ سے پانچ طرف آگاہ تھے جو ہندوؤں سے مسلمانوں کو لاحق تھا جس زمانہ میں اچھے اچھے ہندو دوستی میں حد سے تجاوز کر رہے تھے حضرت اس خطہ سے امت کو آگاہ فرما رہے تھے ہندوؤں کی چیز وستیوں کا احساس ہی اساس پاکستان ہے اس سے آپ کی سیاسی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے اس احتمال کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہیں“ (۶۸۸)

”حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اسلام کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے ستون کی حیثیت رکھتا ہے“ فاضل بریلوی کے مخالفین بھی ان کے اس انمول اور پاکیزہ جذبہ کا قائل ہیں (۶۸۴)

آپ نے مقام و مرتبہ کا لحاظ کئیے بغیر ہر اس شخص پر سخت گرفت کی جس نے کم فہمی کی وجہ سے رسول پاک ﷺ کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کا ارتکاب کیا اس ”جرم“ اور گاندھوی فلسفہ متفقہ قومیت کو برحق نہ ماننے کی وجہ سے مخالفین نے خوف خدا سے بے نیاز ہو کر آپ کو انگریز کا ایجنٹ مشہور کرانے کی ناکام کوشش کی لیکن آپ نے اپنی پگڑی اچھلتے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زندگی کی آخری سانس تک مقام رسالت کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیا جس کی وجہ سے آپ مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گئیے امیر جماعت اسلامی ہند مولوی محمد یوسف صاحب نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ:

”میں ۱۹۰۸ء میں بریلی میں پیدا ہوا میرے والد وہاں قیام پذیر تھے مولانا احمد رضا خان کے مرید تو نہیں تھے لیکن رسول کریم ﷺ سے ان کی محبت کے دیوانے تھے اور ان سے حرام رکھتے تھے مجھے یاد ہے کہ جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے تو مولانا احمد رضا خان ہمارے ہاں تشریف لائے دیا بھاری اجتماع ہوا تھا“ (۶۸۳)

”عشق مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کے گاندھوی فلسفہ کو مسخر کر دیا اور وہ

قوی نظریہ مقبول عام ہوا“ اسی حقیقت کو پروفیسر ڈاکٹر نقوی نے ان الفاظ میں قلم بند کیا ہے ”علماء و حضرات مولانا احمد رضا بریلوی احسن رضا بریلوی دیدار علی واریٹی وغیرہ شامل ہیں حب رسول ﷺ کو عام ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اس اعتبار سے دیکھتے تو اس نعت کے قدیم اور جدید روئے سب مل کر آزادی قریب تر لانے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر حصہ دہائی دینے میں“ (۶۸۳)

ایڈیٹر ماہنامہ ”ذیاب“ گجرات، فاضل بریلوی کی تحریک عظمت رسول اللہ ﷺ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہیں: ”فاضل بریلوی کا کوئی نیا مکتبہ فکر نہیں نہ کہیں پیش کیا ان کی تعلیم کا تو مرکز و محور عشق رسالت ہے جس کے گرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر تمام صلحاء امت کی زندگیوں کے شب و روز گردش کرتے اور جس سے آج تک کسی کو اختلاف کی جرات نہ تھی فاضل بریلوی کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے اس سے آہو کو ”جرم بظاہر“ ہی نہیں ”جرم طیبہ“ کی سمت بھی ملت اسلامیہ کو ”کعبہ ہی نہیں“ کعبہ“ کا ”کعبہ“ کا دکھایا اور بتایا کہ اصل اصول زندگی اس پاک درکی سب اعمال اکارت چلے جاتے ہیں اور ان کا اصل جرم ”نہر اکہ“ مصطفیٰ بیان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کہتا ہے کے ساتھ سوا او اعظم بھی ہم توانی کرتا ہے“ (۶۸۵)

قوم پرست مولویوں کی جانب سے ایک قوی نظریہ سے سخت خطرہ تھا کہ سادہ لوح مسلمانوں کی ایک سٹر گاندھی کے پھیلائے ہوئے خیال میں بھٹس جاتی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اس لئے کہ اللہ اسلام کی حفاظت کے لئے جس طرح اکبری دور کے کے نئے کامدیاپ کرنے کی خاطر حضرت مجدد الف ثانی علیہ کوہد افریاد بالکل اسی طرح گاندھوی فلسفہ کو پھیلانے کی کوشش کو ناکام بنانے کی صلاحیت رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کو عطا فرما دی۔ مشہور جناب مشہور رحمتی تحریر فرماتے ہیں:

کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی فرمائی، اگر دو قوی نظریہ یہ ہے کہ مسلمان اور ہندو (دیگر اقوام سمیت) اپنے عقائد و نظریات اور معاشرت و معیشت میں مختلف ہیں اور یہ نظریات توحید و رسالت کی بنیاد پر وجود پذیر ہوئے ہیں اور اگر اسی بنیاد کو نظریہ پاکستان تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر برصغیر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کے سوا اور اور کوئی تحریک، کوئی تنظیم، کوئی فرد یا جماعت اس نظریہ کی طبردار کمانے کی مستحق نہیں ہو سکتی، ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ فاضل بریلوی کی تحریک اور ان کے اصلاحی کارناموں کو نظر انداز نہ ہی کیا گیا بلکہ ایک علیحدہ مکتب فکر قرار دے کر ان کی تعلیمات کو غلط مفہوم دیا گیا اور ان اداروں اور تحریکوں کو جو روح اسلام اور بانی اسلام کی اطاعت و محبت سے متصادم و متخالف تھیں، حصہ نصاب بنا کر نثرانہ کے ذہین کو جو ہر مشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سمت جذب ہونے سے پیشہ کے لئے مسدود کر دیا (۱۹۸۸)۔

متبعین اعلیٰ حضرت کی خدمات

تحریک پاکستان کے دوران تمام سنی علماء و مشائخ دو قوی نظریہ کے مبلغ بن گئے، ان کے دارالعلوم اسی کام کے لئے وقف ہو گئے، ان کے اخبارات و رسائل اس نظریہ کے پرچار کے نقیب بن گئے، کانگریسی مولوی جہاں بھی جاتے، سنی اکانہ بریں سابیہ کی طرح ان کا پیچھا کرتے، انہوں نے کانگریسی مولویوں

اور جھوٹے لیڈروں کے خطرناک عزائم کو خاک میں ملا دیا، انہیں خریدنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بکے نہیں، دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوئے یہ ان ہی کی لازوال ان گنت قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد اسلامی ملک میں سکھ کی سانس لے رہے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم ان کی خدمات کو منظر عام پر نہیں لائے جس کی وجہ سے مخالفین کو امنیں بدنام کرنے کا موقع ہاتھ آیا۔

اختصار و ایجاز کے ساتھ یہ ذکر کرتا ہے کہ ملک کے امام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دو قوی نظریہ مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا اور نظریہ صاف لفظی نہیں بلکہ اس کی تحریک ہمیں کیے مگر عملی حجت فرمائی۔

مسئلہ میں سب سے پہلے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ رحمۃ اللہ کا اسم گرامی آتا ہے جس زمانہ میں گاندھی جی کانگریس کے حاشیہ برادر چند نیشلسٹ علماء نے مغلیہ سے دین الہی کو از سر نو زندہ کرنے کی نامبارک سعی کی، وقت حضرت مولانا بریلوی اور ان کے رفقاء کے لئے اس وقت کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کی اپنی بیداری کیلئے ہر ممکن جدوجہد فرمائی، قوم پرست مسیح مسلم عوام الناس کو کانگریس کی غلط طرف داری سے کیلئے قوم پرستی کا مطلب سمجھانے میں تھے مولانا بریلوی نے سب سے پہلے ہندوؤں کے سبوں کو سیاسی جدوجہد میں عملی حصہ نہ لینے کی راہ اور دو قوی نظریہ کو قرآن و حدیث کی روش سے لئے جائز قرار دینے کا فتویٰ دیا جس کی دوسرے واس دور کے بزرگان دین نے جن میں حضرت مولانا شریف پیش پیش تھے، پر زور تائید کی، اعلیٰ حضرت نے اسی زمانہ میں ایک رسالہ "المحجۃ" (۱۹۸۲)

کے نام سے لکھ کر مسلم عوام میں شائع مسلمانوں کو قومیت کا حقیقی و بچی مفہوم سمجھایا اور وقت و کانگریس کے اتحاد کو شرعاً و دلائل حدیث کی رو سے ٹھکرایا (۱۹۸۷)

دو قوی نظریہ کو اجاگر کرنے اور پروان چڑھانے کے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر ماہنامہ (مکرات) نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی ہی وہ ہیں جنہوں نے دو قوی نظریہ کی تفصیل و تفسیر اور لئے اپنی اور قیروں کے طعن و تشنیع کی پروانہ

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث
رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کی حمایت میں ایک
مرتب فرما کر شائع کیا جس سے کاتھریس نواز علماء ہند
پاہوئے اور پورے ہندوستان میں کھلبلی مچ گئی، ہندو اور
علاء نے شدید مخالفت کی مگر آپ نے سینہ سپر ہو کر ان
کیا، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے دو قومی
کی تائید میں آپ کے نہیں دلائل سے تو انہوں نے
شم کر دیا اور لاہور کی تاریخی جامع مسجد وزیر خان میں
عظیم الشان جلسہ میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے
نظریے کی مکمل تائید کا اعلان کر دیا (۶۹۱)

جناب خالد جذبی صاحب رفقار ہیں "حضرت مولانا
احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی تھے
نظریے کی عملی تعلیم آپ کو حضور سید العالمین محمد رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار اور تعلیمات میں نظر آتی تھی
نظریہ تھا جو مختلف ادوار میں اکابرین امت اسلامیہ کے پیش
رہا تھا، حضرت شیخ احمد مرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت امام
رضا بریلوی قدس سرہ تک اسی دو قومی نظریہ کی آپ
آپ کو نظریہ پاکستان کی تبلیغ و ترویج پر آمادہ کر رہی تھی
نے مسلم لیگ کے اسٹیج سے قیام پاکستان کے لئے متفقہ
میں بے شمار تقاریر کیں اور اسلامیان برصغیر کے دل
میں دو قومی نظریہ کے حوالے سے پاکستان کی عظمت اور
اجاگر کی (۶۹۲)

خود کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انڈیویوش فرمایا
پاکستان کے سلسلے میں سنی علماء و مشائخ نے بہت نمایاں کردار
کیا اور ان کی خدمات اس سلسلے میں بنیادی حیثیت
ہیں اور جو لوگ مسلم امت کے مستقل مخالفین میں
ہوتے ہیں ان کی غالب اکثریت کاتھریس کے ساتھ تھی
ان لوگوں نے اسلامی قومیت کے بارے میں علماء امت
اختلاف کیا، تارے تمام علماء و مشائخ نے قومیت کی
مذہب اور دین کو قرار دیا ہے، ہمارے پیشوا اعلیٰ حضرت
احمد رضا خان رضوی نے ہندوؤں کے ساتھ "موالات"
اشراک مثل کی مخالفت کی اور مسلم قومیت کا نظریہ پیش کیا

دارالعلوم حزب الاحناف لاہور دو قومی نظریہ کے حامیوں
کا گڑھ سمجھا جاتا تھا، اسی ادارہ کی قائل احزاب شخصیت "سیدی
علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ
اور قرار داد پاکستان کی حمایت کی۔۔۔۔۔ مطالبہ پاکستان کی تائید
کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا، کاتھریس علماء کی تردید اور نظریہ
پاکستان کی تائید کے لئے اپنے دارالعلوم کے سالانہ جلسوں کو
وقف کر دیا، دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ اجلاس ۱۳۶۳ھ
مطابق ۱۹۴۳ء سے لے کر ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء تک
کے اجلاسوں کے منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیے، مسجد وزیر
خان میں حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے اسٹیج پر علماء و مشائخ
اہل سنت کے روح پرور اجتماع میں حضرت امیر ملت (پیر سید
بغاغت علی شاہ) محدث علی پوری حضرت صدر الافاضل (مولانا
نصیم الدین) مراو آبادی، حضرت محدث اعظم ہند پکھو چھوی،
حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مفتی احمد یار
خال گجراتی، علامہ عبدالغفور بزاروی، شیخ الاسلام خواجہ محمد
قرالہ الدین سیالوی، شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد
صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علیم اجمعین اور مولانا عبدالستار خان
نیازی ایسی عظیم شخصیتیں حمایت پاکستان کے لئے کمر بستہ اپنی
مجاہدانہ تقاریر سے ہندو و ہندو نواز مسلمانوں کے مکرو قریب کا پردہ
چاک کر رہے تھے اور مسجد وزیر خان پاکستان کا مطلب کیا لا الہ
الا اللہ کے مقدس نعروں سے گونج رہی تھی (۶۸۹)

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرار داد
پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات اس جلسہ کے سرگرم
کارکنوں میں سے تھے، ۱۹۴۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے
تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء
کو اپنا جھنڈا بنایا، بعد میں قائد اعظم سے ملاقات کر کے نظریہ
پاکستان کی حمایت میں قلمی حماد منبجلا، روزنامہ "اسان" میں نظریہ
پاکستان کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ سطروں میں شائع
کرایا، قائد اعظم، پیر صاحب مانگی شریف اور امیر ملت پیر سید
بغاغت علی شاہ علی پوری کے ساتھ مل کر نکل کمرے دورے کر کے
عوام کو نظریہ پاکستان قبول کرنے پر آمادہ کیا اور تحریر و تقریر سے
عوام میں پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا (۶۹۰)

نظریہ کا ذکر ہے؟ آپ نے نہایت زبردستی سے جواب دیا "یوں نہیں" قرآن پاک میں آتا ہے: "ماکان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا ولكن کان حنیفا مسلما" حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ آپ صاف ستمیہ مسلمان تھے "یہی دو گروہوں کا ذکر ہے" ایک غیر مسلم اور دوسرا مسلمان "قائد اعظم نے یہ سن کر حضرت مولانا محمد بخش مسلم کی قرآن فہمی کو بہت سراہا (۶۹۵)

تقسیم ہند کی تجویز

محترم ولی منظر ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں: "حضرت احمد رضا بریلوی کے وصال کے چار سال بعد آپ کے خلفاء نانہین اور معتدین میں سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مراد آباد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے ۱۹۲۵ میں ایک عظیم تحریک کی بنیاد ڈالی اور اس کی تنظیم پورے برصغیر میں فرمائی اسی سال علی گڑھ سے شائع ہونے والے رسالہ میں مولانا عبدالقدیر بدگامی کی "ہند و مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے بارے" (پہلی مرتبہ) تقسیم ہند کی تجویز آئی تھی (۶۹۶)

پانچ سال بعد حضرت علامہ اقبال نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں اسے سیاسی طور پر پیش کیا، یقیناً علماء حق کی جدوجہد کا بھی اس پر اثر ہوا (۶۹۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ اور تحریک پاکستان کے مشہور و معروف رہنما حضرت صدر الافاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی مدظلہ کی تحریروں اور تقریروں سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ ابتدائی سے تقسیم ہند کے حق میں تھے انہوں نے مسور پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال

میں سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا یہ نظریہ پاکستان کی اساس بنا اور اس اساس پر پاکستان کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے اہل سنت علماء و مشائخ نے جدوجہد فرمائی اس جدوجہد کے مناظر گینی دندہ دیکھنے میں آئے "بکھی تو پنڈ کانفرنس میں اس نظریے کا پرچار ہوا اور بکھی اجیر کانفرنس میں اور یہ حقیقت ثابت ہے کہ جدوجہد کا مطلب مسلم قومیت کا تشخص پیدا کرنا اور مسلمانوں کو دوسری قوموں میں مدغم کرنے کی کوششوں کو ناکام بنانا تھا" آپ کو کوئی ایسی مثال تو شاید مل جائے کہ کوئی سنی عالم مسلم لیگ میں شامل نہ ہوا ہو لیکن ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ سنی سنی عالم نے مسلم قومیت کے نظریہ کی مخالفت کی ہو اور قومیت کا دارومدار وطنیت قرار دیا ہو۔۔۔۔۔ میں نے خود بھی ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ کی باقاعدہ رکنیت اختیار کر لی تھی اور اپنے وسائل کے مطابق میں نے تحریر اور تقریراً نظریہ پاکستان کی تائید اور مخالفین پاکستان کی تردید کے لئے جدوجہد کی (۶۹۳)

مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے فاضل جلیل مولانا محمد سعید شبلی ساہیوال نے بارہ صفحات پر مشتمل خطبہ عبدالصاحبی صدر مسلم لیگ کی درخواست پر تالیف کیا جو میں ہزار کی تعداد میں شائع ہوا اور پنجاب کی عید گاہوں میں خطباء حضرات نے بیان کیا اس خطبہ میں آپ نے آیات و احادیث سے ثابت کیا تھا کہ کفار سے تعلقات و مواصلات حرام ہے اور علامات قیامت میں سے ہے "پچنانچہ" کانگریس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد اس شخص پر علماء کی جگہ عزت کا دعویٰ کیا جائے گا، کانگریس اس منصوبے میں ناکام رہے البتہ سکھوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ صاحبزادہ بعمر ۲۵ سال بری طرح زخمی ہو گیا (۶۹۳)

ایک مرتبہ قائد اعظم مدظلہ نے مولانا محمد بخش مسلم قدس سرہ سے "پوچھا مولانا قرآن پاک میں کہیں صراحتاً دو قومی

بکسٹ و غیرہ ناقدین سٹیس اور قلم کی شہنشاہی سالانہ شریعتیں
576- صدر بازار لاہور کینٹ
فون: 6666373

طارق سٹیشنری سٹورس اینڈ ملٹری

ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے

یہ خطبہ الہ آباد کی پرزور تائید کی مشہور مسلم لیج رہنما حکیم آفتاب احمد صاحب قریشی رقمطراز ہیں:

سہ "بریلوی ملک کے مشہور بزرگ نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اپنے موقر جریدے "ماہنامہ السواء الاعظم" میں علامہ اقبال کی اس تجویز (خطبہ الہ آباد میں پیش کردہ تصور پاکستان) کی حمایت میں کئی مضامین لکھے (۶۹۸)

مولانا مراد آبادی مرحوم کا ماہنامہ "السواء الاعظم" دوقوی نظریہ یا قریب تھا اس کا کوئی شمار بھی دیکھیں تو اس میں ہندوؤں کا ضمانت رویہ ان کے مکروہ عزائم اور ہندو مسلم اتحاد نقصانات پر مشتمل مواد ملے گا، اسی موقر سالہ میں مولانا موصوف تقیم ہند کی تجویز پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"جسٹس کے ہندو کو شش کر رہے ہیں کہ اپنی دکانیں مسلمان مخلوق سے ہٹا کر ہندو مخلوق میں لے جائیں، ہندوؤں کے یہ افعال، یہ تجویزیں، یہ طرز عمل اتحاد کے ذرا بھی منافی نہیں لیکن مسلمان ایسا کریں تو اتحاد کے دشمن قرار دیے جائیں، یہ کھلی ناانصافی ہے، جب ہندو اپنی حفاظت اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مخلوق سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان کے مخلوق میں جاتے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے، دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنائیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے، ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقوں میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقہ میں ہندوؤں کی، اب نہ مخلوق و جداگانہ انتخاب کی بحثیں درپیش ہوں گی نہ کونسلوں میں نشوونما کی منازعت کا کوئی موقع رہے گا، ہر فریق اپنے حدود میں آرام کی زندگی گزار سکے گا، جب ہندو ذہنیت نے بحثیں میں یہ گوارا کر لیا تو کیا وجہ ہے کہ جدید حکومت مسئلہ اس اصول پر نہ طے کیا جائے (۶۹۹)

قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "میں نے ہندوؤں کے اجلاس میں ہندوؤں کے رویہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا اور میری آنکھیں کھل گئیں، ان اجلاس میں ہندوؤں کے جذبات و خیالات کو مجھے اصلی رنگ میں دیکھنے کا موقع ملا، ان کے ذہن کے تمام گوشے میرے سامنے بے نقاب ہو گئے، ان کا رویہ پوری طرح مجھ پر متکشف ہو گیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب ہندو مسلم اتحاد کی کوئی امید نہیں" (۷۰۰)

یہی موقف سنی اکابرین کا بھی تھا، تحریک ہجرت اور تحریک ترک موالات کے موقع پر حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی محدث علی پوری رحمہ اللہ نے کانگریس لیڈروں اور کانگریس کارکنوں کے سامنے دینے والے علماء سے اختلاف کیا اور مسلم قوم کو ان کے نقصانات سے آگاہ کیا، آپ نے ۱۹۳۱ء میں لائلپور (اب فیصل آباد) میں خلافت کانگریس کے بہت بڑے اجتماع میں فرمایا کہ "میرے لئے اللہ میرا رسول ہے اور سات کروڑ مسلمان ہند کافی ہیں"

یہ دراصل اس گاندھی سیاست کی تردید تھی جس نے بعض شخص (علی برادران جیسے) رہنماؤں کو گاندھی کے لہرے "ہندو مسلم بھائی بھائی" کے قریب میں اسیر کر رکھا تھا اور گاندھی مسلمانوں کو سیاسی و قومی سطح پر بالکل ختم کرنے کی گہری سازش میں مصروف تھا، اس جلسہ میں ایک معروف مسلمان رہنما نے امیر ملت کو بلند آواز سے کہا کہ "میں کروڑ ہندو بھی آپ کے ساتھ ہیں" لیکن آپ نے فرمایا: "مرد مومن اور ہندو میں اتحاد ممکن نہیں" (۷۰۱)

حضرت صدرالفاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ ہندوؤں کے مظالم اور دشمن سوچ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "مسلمانوں کے مذہبی امور اور مراسم ہندو قوم کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور وہ کسی طرح ان پر صبر نہیں

میں حضرت کارشاد ہے :

"یہ قوم بڑی جریس ہے، پیسے پیسے پر جان دیتی ہے، دوسروں کے حقوق غصب کرنا شیردار کی طرح جائز سمجھتی ہے، زبردست کو دیوتا بنا لیتی ہے خواہ وہ کلاناگ ہی کیوں نہ ہو اور کمزور کو شور مٹا دیتی ہے خواہ وہ پاکیزہ فطرت انسان ہی کیوں نہ ہو، کوئی معاملہ کبھی کھلے دل سے نہیں چٹاکی بلکہ ہر آن لٹی سے لٹی جتیں تراشی دیتی ہے۔" (۷۰۳ء)

قرار داد پاکستان کی حمایت

مارچ ۱۹۵۰ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی، اس تاریخی اجلاس میں مولانا محمد بخش مسلم، شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور بزاروی، مولانا عبدالخالق بدایونی، مولانا ابراہیم علی چشتی، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، علامہ ابوالحسنات قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہم نے شرکت فرمائی، مولانا عبدالخالق بدایونی نے قرار داد پاکستان کی حمایت میں بہت دلنشین اور اثر انگیز تقریر کی (۷۰۵ء)

قرار داد پاکستان پاس ہونے پر حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۵۰ء کو حسب ذیل تہنیتی نثار ارسال فرما کر قائد اعظم کو اپنی تائید کا مکمل یقین دلایا: "فقیر مع نوکر و جمع اہل اسلام ہند دل و جان سے آپ کے ساتھ ہے اور آپ کی کامیابی پر آپ کو مبارکباد دیتا ہے اور آپ کی ترقی و ترقی کے لئے دعا کرتا ہے" (۷۰۶ء)

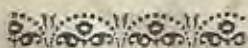
ہستے اس حالت میں کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق ممکن ہے، مسلمان ان کے ساتھ سب کچھ قربانی کر سکتے ہیں لیکن ان کی ایذا رسا طبیعت نہیں بدلی جاسکتی، ہندوؤں کے مظالم کی داستانیں بہت طویل ہیں اور سالہا سال تک وہ مسلمانوں کو لوٹنے اور مارتے رہتے ہیں لیکن دعویٰ داران اتحاد لیڈروں میں سے کسی نے ان کے خالصہ حرکات پر اظہار نفرت تک نہیں کیا بلکہ بجائے اس کے عام جلسوں میں اشتغال انگیز تقریریں کیں، ہندوؤں کو ابھارا، ان سے کہا تم بہادر ہو، قوی ہو، عورتیں چھت پاس رکھیں، ان سب سے بڑھ کر یہ کہنا سہم ہے کہ بزرگان دین، پیٹروایان اسلام اور ان سب کے آقا حضور پر نور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں ہندو اخبارات و رسائل سخت و شنیع گستاخیاں و بے باکیاں کرتے رہے، جس سے مسلمانوں کے قلب و جگر پارہ پارہ ہو گئے مگر کسی ایک لیڈر نے اُن تک نہ کی اور کمیت حرکات پر ملامت نہ کی، ان حالات میں ہندوؤں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کا خیال جنون نہیں کہاں دانی ہے۔ (۷۰۳ء)

کس طرح لاہور میں اتحاد امی سے ملے ہوئے رہے

ہندو ناقابل اعتبار

ممتاز شیمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ سے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے فرمایا: "میں آپ کے باپ کے مانند ہوں اور میں نے سیاست میں اپنے بال سفید کئے ہیں میرا تجربہ ہے کہ ہندو پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا، یہ بھی آپ کے دوست نہیں بن سکتے میں نے زندگی بھر ان کو اپنانے کی کوشش کی لیکن مجھے ان کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی، وقت آنے کا جب آپ کو میری (یہ نصیحت) یاد آئے گی اور آپ افسوس کریں گے (۷۰۳ء)

دیا جاتی ہے کہ قائد اعظم کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، انہوں نے ہندو ذہنیت کا جو نقش کھینچا ہے آج پوری دنیا اس سے واقف ہو چکی ہے، ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل جلال پوری مدظلہ کے خیالات بھی قائد محترم سے ملتے جلتے



پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ کی فکر کے وارثوں کا



مرکز اسلامی کونسل

۳۰-۳۱ ستمبر ۱۹۹۵ء
پیر
محمد واہ
لاہور

یا رسول اللہؐ نے نعرے بلند کرتے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے جھنڈے تلے قافلہ در قافلہ شہر و آبادیاں
اہلسنت کی عظیم رفاقت کی بحالی کے
نئے انقلابی دور کے آغاز کے لیے

زیر اہتمام: جماعت اہلسنت پاکستان

عطیہ اشتہار ماہنامہ ”کنز الایمان“ لاہور

کانگریس اور سنی علماء و مشائخ

قوم کے ان کے "سیاسی وجود" کو تسلیم نہ کرے اس میں ہرگز شامل نہ ہوں اور علیحدہ رہ کر اپنے حقوق آزادی کے لئے لڑیں، میرا ایمان ہے کہ مسلمان کے دل میں آزادی کی تڑپ ہندو سے زیادہ ہے" (۷۷)۔

کانگریس مولویوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے فرمایا: "یہ لوگ جذبات کی رو میں یہ رہے ہیں مسلمانوں میں ایک افرنگ زدہ طبقہ پیدا ہو گیا تھا، بظاہر اب یہی طبقہ اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے، یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کوٹ اور چٹلون کے مقابلے میں جسے گویا دہریت کی علامت سمجھا جاتا تھا، اب سیاست اور تمدن کے وہ افرنگی تصورات جو اسلام کی ضد ہیں، نجیب اور دستار میں پناہ لے رہے ہیں" (۷۸)۔

ان افرنگی تصورات سے محفوظ رہنے کی خاطر مسلمان برصغیر پاک و ہند کو خیر وار کرتے ہوئے خاتہ عالیہ رضویہ بیگم شریف کے سجادہ نشین مولانا رحمان رضا خان بریلوی قدس سرہ نے جمعیت علماء ہند کے متعلق فرمایا کہ: "جہاں تک جمعیت علماء ہند کا تعلق ہے، نہ پہلے وہ تمام ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی اور نہ اب ہے اور نہ ہی ہندوستان کی اکثریت اسے اپنی نمائندہ تسلیم کرتی ہے، وہ پہلے بھی کانگریس اور ہندوؤں کی حامی تھی اور آج بھی وہ کانگریس ہی کی تائید و حمایت کرتی ہے" (۷۹)۔

کانگریس کی نمائندہ حیثیت کے بارے میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح علیہ السلام نے فرمایا: "میں کانگریس کے اس دعویٰ کو کبھی بھی منظور نہیں کر سکتا کہ کانگریس سارے ملک کی نمائندہ جماعت ہے، کانگریس کا یہ نظریہ بالکل حقیقت کے منافی ہے کہ ملک بھر میں کانگریس کے سوا اور کوئی جماعت موجود نہیں ہے، کانگریس کے لیڈر کا یہ اعلان نہ صرف بے بنیاد اور بے حقیقت بلکہ مضحکہ خیز اور مضرت رساں بھی ہے، میں اس وقت مسلمانوں کی طرف سے ہی ترجمانی کے فرائض سرانجام

دیں، ہند کی سیاست میں مسطور پاکستان علامہ محمد ابراہیم محمد علی جناح اور سنی علماء و مشائخ کے افکار و خیالات میں حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، ان حقائق کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کانگریس مسلمانوں کی خیر خواہ نہ صرف ہندوؤں کی جماعت ہے، ان کے مفادات کی حمایت مولوی کانگریس کے حامی ہیں، ان کی کاروائیاں اور مقاصد ہندوؤں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں گے، یہ راج قائم کرنے میں مسٹر گاندھی اور اس کے پیروں کے دست و پا بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ہندو اسلام کے وجود تک کو خطرہ لاحق ہو جائے گا، کانگریس نے کانگریس کی سازشوں کو بے نقاب کیا، ہندو کانگریس کو "مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں کے خیالات کو منظر عام پر لائے لیکن بد قسمتی سے ہندو ہمارے مولوی اپنے ملک پر غصے کے ساتھ بٹے

حکیم الامت و بانی پاکستان

حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ السلام نے فرمایا: "میری مقصود نہیں وہ خالص ہندوؤں کی جماعت ہے، یہ حال میں انہی کے حقوق اور مفاد کو مد نظر رکھتی مسلمان اکیسے ہو کر کانگریس میں مشاغل ہوں تو ان کے مفاد سے غداری کریں گے، اپنی وحدت ملی کو قائم کرنے کے یہ بات نہ ہوتی چاہیے، مسلمانوں کو "تخصیص" کو کسی صورت بھی سکھانا چاہیے اور تشکیک کرنا چاہیے کہ جب تک کانگریس بحیثیت ایک

دے رہا تھا مگر پرنٹ جواہر لال نسو کو معلوم ہوتا چاہیے کہ ملک میں اور بھی کئی جماعتیں موجود ہیں جنہیں کانگریس سے بڑا اختلاف ہے۔ (۱۱۰)

اس لئے قائد کے خیال میں ایک صداقت شعار اور غیور مسلمان کے لئے کانگریس میں کوئی جگہ نہیں تھی (۱۱۱)

اس کے باوجود بھولوگ اس میں شامل رہے، قائد اعظم نے نہ تو خود ان سے کوئی تعلق قائم رکھا اور نہ ہی کسی مسلم لیگی کو ایسا کرنے دیا، ارشاد فرمایا "میں اس امر کے سخت خلاف ہوں کہ مسلم لیگ کا اعلیٰ رکن مولانا آزاد سے ملاقات کرے کیونکہ اس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اس امر کی تصدیق ہونے کا احتمال ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس ہائی ٹیمن میں مسلمانوں کی نمائندگی کے فرائض سر انجام دیتے ہیں" (۱۱۲)

ابوالکلام آزاد نے ایک بار کانگریس کے صدر کی حیثیت سے قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن قائد نے اس کی نمائندہ حیثیت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے تحریر فرمایا: "آپ کا تار مار" چونکہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کا اتحاد کلیتہً کھو چکے ہیں، اس لئے میں بذریعہ خط و کتابت یا کسی اور نسخ سے آپ سے ان معاملات پر بحث نہیں کرنا چاہتا، کیا آپ کو اس امر کا احساس نہیں کہ آپ کو ایک نمائندگی صدر بنانے سے ہندوؤں کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ کانگریس یقیناً ایک قومی جماعت ہے اور اس طرح باہر کی دنیا کو دھوکہ دیا جائے، آپ نہ ہندوؤں کے نمائندہ ہیں نہ مسلمانوں کے، کانگریس ہندو جماعت ہے اس لئے اگر آپ کو عزت نص کا کچھ پاس ہے تو اس جماعت سے فوراً مستعفی ہو جائیے اس وقت تک آپ نے لیگ کی تخریب کیلئے اپنی احتمالی کوشش کر دی تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ کس طرح اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں، اب ان حرکات کو چھوڑ دیجئے" (۱۱۳)

کانگریسی مولویوں کا ذکر کرتے ہوئے قائد نے ارشاد فرمایا: "اگر کانگریسی اخبار یا تحوہ دار مولوی مباحث کی تنقید کریں تو

وہ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ کانگریس کاروائیوں کا اصل مطلب مسلمانوں پر اقتدار حاصل کیلئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی جماعت کی برادری کے نیسے مقتدر نہ ہونے دیں اپنی ہستی قائم رکھیں کسی کے آگے نہ ہٹیں۔ (۱۱۴)

ایک اور موقع پر فرمایا: "کانگریس نے چالاکی سے لے کر مسلمانوں کو تپیں میں گھرا دیا ہے نیز ایسے مسلمان روپے پیسے سے مدد کر رہی ہے جن پر کالی بھیڑیوں سے صادق آتے ہیں اور جو صراطِ مستقیم سے منحرف ہوئے مسلمانوں کو مخلوط انتخابات قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مسلمان کے دل میں تو آزادی کی چنگی ترپ اور صحیح جذبہ ہے لیکن کانگریس اپنے اصول سے منحرف ہو رہی ہے وطن پرستی اب کامل ہندو راج یا رام راجیہ میں منتقل ہے۔ (۱۱۵)

سنی علماء و مشائخ کا موقف

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کا فتویٰ کہ: "مسلمانوں کی ہندو کانگریس میں شمولیت اسلام کے خلاف اور ناجائز ہے" (۱۱۶)

----- امام اہل سنت مولانا احمد رضا بریلوی نور اللہ مرقہ بھی کانگریس کو مسلمانوں کے لئے قصہ سمجھتے تھے، جناب محمد عبدالکلیم ایم اے رفقہ راز ہیں: "میرے والد بزرگ دار قاضی محمد یونسین علیہ نے امام احمد رضا علیہ سے فتویٰ منکایا اور کئی ہزار کاپیاں تقسیم کیں، اس فتویٰ میں درج تھا کہ مسلمانوں کے لئے اسلام میں شامل ہونا حرام ہے، وطن کی آزادی کے لئے ہندوؤں میں مدغم ہونے کی بجائے اپنی علیحدہ تنظیم کریں، اشتہار کا عنوان تھا "مسلمانو کانگریس سے بچو"۔ (۱۱۷)

اس فتویٰ سنی کانفرنس کے ۱۹۳۰ کے اجلاس میں حضرت مولانا محمد ضیم الدین مراد آبادی کے شیخ طریقت

تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ نے سوراج کا مطلب بیان فرماتے ہوئے مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو بتایا کہ: "سوراج کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا نہ سمجھ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنالیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے یہ سوراج آریہ قوم کو جان سے زیادہ عزیز ہے" (۷۲۱)

کیم تاتین جنوری ۱۹۳۰ء کو جیل پور (سی۔ پی) میں مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مفتی محمد برہان الحق جلیپوری روضہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا:

"مسلمان مسٹر گاندھی کو اس وقت سے پہچانتے ہیں جب خلافت کے جوش کے زمانہ میں ہجرت کی تحریک کے آپ زبردست حامی تھے اس وقت مسلمانوں کو جناب کی ذات سے جو نقصان عظیم پہنچا وہ ابھی بھولا نہیں ہے، آج آپ سارے ہندوستان کے ہیرو بن کر فرماتے ہیں کہ باہمی جھگڑے آپس میں طے کر لیں گے، پورن سوراج یعنی مکمل آزادی ہندوستان کو فوراً ملنی چاہیے، اس میں بھی کوئی راز درون معلوم ہوتا ہے:

بہر رنگے کہ خواہی جامگوش

من انداز قدت رای شام" (۷۲۲)

"ہمارے صوبہ کے سابق وزیر تعلیم حال رٹائرڈ وزیراعظم مسٹر رومی شکر شکلا نے اپنے پہلے ہی دورہ میں جلیپور اور ساگر میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "تاریخ ہمیں سبق دیتی ہے کہ جس قوم کو حکومت حاصل ہوئی (اس نے محکوم اقوام کی زبان مذہب اور تمدن کو غارت کیا تب ہی وہ چین سے حکومت کر سکی) اب چونکہ ہندوستان میں کانگریس کی حکومت ہے، اس لئے ہندوستان میں وہی رہ سکتا ہے جو کانگریس کا پرچار کرے" بالفاظ دیگر جو اپنی زبان مذہب اور تمدن کو غارت کرانے کے لئے تیار ہو" وزیراعظم مسٹر شکلا کے ان کلمات کے سبب ہندوراج کے خواب و خیال نے کانگریسوں اور ان کے ہم قواؤں کے قلوب میں مستقل جگہ قائم کر لی جس کی خوبی تعمیر وزارت کانگریس کے تاریک کارناموں کی تاریخ میں آتشیں حرفوں سے درج ہو کر

مہ علی حسین الاشرافی الحیدرانی سجادہ نشین کچوچھہ کی زیر صدارت بمقام بہرال (ضلع مالہ بنگال) منعقد ہوا قرارداد منظور ہوئی "موجودہ حالات میں مسلمانوں کو ملک کی تحریکات سے علیحدہ رہنا ضروری ہے" مذہب کا بھی ہے اور اقتصادی مصالح کا بھی یہی تقاضا ہے" (۷۱۸)

اہل سنت کے ترجمان آل انڈیا سنی کانفرنس کے بانی اور اعلیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ فاضل مولانا مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی روضہ نے فرمایا "مسلمانوں کو اپنے قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام اور ازار، خاکسار، یونی نٹ وغیرہ بھی مسلمان اکثریت کو تھک کر گاندھی نہرو کے ذرخیر غلام ہیں، انھیں مسلمانوں کی رائے کا کوئی حق نہیں ہے، مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ان سنی العقیدہ مسلمانوں کو ہے جو کونسلوں یا دیگر مسلمانوں کے جائز حقوق کی نگہداشت کریں اور احکامات کے مطابق جدوجہد کریں"۔ (۷۱۹)

کانگریس کی مخالفت کسی ذاتی مفاد یا انگریزوں کے مفاد پر مبنی نہیں تھی بلکہ سنی اکابرین بجا طور پر یہ محسوس کر رہے تھے کہ انگریزوں کی طرح ہندو بھی اسلام کے کبھی غیر خواہ مخواہ نہ بن سکتے اور ان پر اعتماد کرنا خود اپنے پاؤں پر کھانا ڈال مارنے کے مترادف ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر جس ملک کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے، سنی اکابرین نے نزدیک وہ ہندو راج تھا، مولانا حامد رضا خان روضہ نے ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی تھی: "آج کل سوراج کی تیز دہش ہے اور جس سبز باغ کی قطع میں مسلمانوں نے نقصان اٹھائے ہیں، وہ درحقیقت ہندو راج ہے، خدا نخواستہ کہ اس تمنا میں ہندو کامیاب ہو گئے تو یہ اسباب ظاہر یہ مسلمانوں کے استحصال کی بنیاد ہے، ابھی سوراج نہیں ملا ہے تو ملک کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے کہ ہمیں جان و مال سب سے زیادہ عزیز اور پیارے مذہب کے لالے پڑ رہے ہیں خدا نہ کرے سوراج مل گیا تو پھر ہندو مسلمانوں کو لقمہ می پائیں گے" (۷۲۰)

نامعلوم مدت تک مطالعہ کرنے والوں کے لئے درس عبرت کا کام دے گی (۷۲۳)

”دیپامندر اسکیم سے“ فضا جی اور صحیح معنوں میں گاندھی جی کا دعائے دلی یہ تھا کہ ہندی پڑھ کر مسلمان اردو کو قبول جائیں، مندر میں جا کر سرسوتی کی مورت اور گاندھی جی کی تصویر کے آگے جھک کر اسلام کو خیر باد کہیں، بندے ماترم کا شرکائے گیت کاٹیں، گاتے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں اور رفتہ رفتہ ذہنیت میں رنگ جائیں لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی اور سخت جان مسلمانوں نے ان کی ہر شرکائے تحریک کا

ڈٹ کر سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا ”مسلمانوں کی زبردست مخالفت کے اثر کے لحاظ سے وزارت کا ٹھکرے کے ان تجویزوں کا عدم جواز برابر ہو گیا“۔ (۷۲۴)

”جب مہتاجی وزیر قانون ہوئے“ انہوں نے ایک معصوم لڑکی کے ہندو قاتل کو جسے سیشن سے سزائے موت ہوئی اور ہائی کورٹ سے وہی سزا بحال رہی، اس بناء پر چھوڑ دیا کہ سیشن جج اور ہائی کورٹ نے غلطی کی مہتاجی کی اس غیر منصفانہ بددوری پر سب نے بغلیں بچائیں، ان سے کچھ باز پرس نہ ہوئی، کیا اس کی مثال برٹش انڈیا کی تاریخ میں کہیں مل سکتی ہے، یہ ہے وہ راج جس کو ہمارے اہلئے وطن سوراج کہتے ہیں اور ہم رام راج نام رکھتے ہیں“ (۷۲۵)

”آج کل مسٹر گاندھی اور ان کی پارٹی کو کانسی ٹوٹ اسبلی کی رٹ لگی ہوئی ہے اس میں کیا راز پنہاں ہے، یہ ہمارے محترم سلطان القادرین مسٹر محمد علی جناح نے بہت واضح طور پر بتادیا ہے، گاندھی جی فرماتے ہیں ”کانسی ٹوٹ اسبلی سے ہندوستان کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی“ اگر حقیقت یہ ہے اور بقول مہاڈیکٹر صاحب ”ہندوستان کی سب خرابیوں کا بکھا ایک۔ سچائی طالع ہے تو اس میں دیر کیوں ہے“ آپ ہندوستان کے ہیرو اور مہاڈیکٹر سمجھے جاتے ہیں اور آپ کے چیلے تمام ہندوستان کے نمائندہ ہونے کے مدعی ہیں، ایسی صورت میں کانسی ٹوٹ اسبلی کی طلبی میں کیوں توقف فرمایا جاتا ہے اس توقف کا سبب بالکل ظاہر ہے کہ آنجناب اینڈ کینی کے تمام دعوئے حقیقت سے بہت دور ہیں، شور

اور اچھوت قومیں جو ہزاروں برس سے غلامانہ زندگی آپ لوگوں کے مظالم کا تجربہ اٹھا چکے ہیں، وہ میلوں آپ کی کانسی ٹوٹ اسبلی کو ڈھڑوٹ کریں گے۔ پانچ اپنے مفاد کے قطعی خلاف سمجھیں گے۔

عسبانیوں کے لئے یہ فتا کی دعوت ہے اور تو آپ کو شک نہ رکھنا چاہیے کہ ہم مسلمان اس کی انشاء اللہ اڑا دیں گے، جب کانگری ہائی کمانڈ کو یہ معلوم کہ ان موافق شدیدہ کے سبب ایسی اسبلی جمع ہونا یا غلط پھر یہ بیکار رٹ کیوں ہے فضا جی ہے کہ برٹش گورنمنٹ قدیمی مراعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کو ہائیک کورٹ جمع کرے، پھر گاندھی جی اور ان کی ذہنیت کو اپنی پوری کرنے کا موقع ملے، یہ ہے وہ راستہ جو گاندھی نے سوراج یا رام راج یا ہندوراج حاصل کرنے کا فاسد (۷۲۶)

”ہیز ایکسیلنسی وائسرائے ہمارے ہمارے اور آئندہ سیکرٹری آف لیٹ کو قسم طریق کی سوچھی ہے۔ فرماتے ہیں ہندو اور مسلمان اتفاق کر لو اور ہندوستان میں ایک نیشن، پھر چاہے تو ڈومینین اسٹیشن لے لو، اس کے سوا ان جو مراعات چاہو ملیں گی، یہ دونوں ذمہ داران حکومت بہت خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان میں اکثریت کی دعویدار قوم موجودہ ذہنیت میں ہندو اور مسلمانوں کا اتفاق قطعی ناممکن ہے علاوہ اس کے ہندوستان بھر میں ایک نیشن نہ کہی تھا نہ ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے“ (۷۲۷)

”کانگری دور وزارت کے دوران سرکاری طور پر گاندھی کے نام کے ساتھ مہاتما لکھنے کا سرسر جاری ہوا، مہاتما کے حلق کچھ کہنے کی اجازت دیجئے، حضرات مہاتما تریدہ اعظم اور آتما کا مہی تریدہ روح ہے یعنی روح اعظم، کے بچاری کسی بے ستر، شرک اور اپنے گرو کو مہاتما کہیں کچھ اور، اور ان کا دھرم بد سے بد تر چیز کو معاذ اللہ کہہ سکتا ہے مگر گورنمنٹ کا سرسر مسلمان کو بھی اس معافی اور علم پر عمل کے لئے مجبور کرتا ہے، ایک مسلمان کے نزدیک مہاتما روح اعظم وہی ہستیاں ہو سکتی ہیں جنہیں قرآن عظیم

رحمہ اللہ یا روح اللہ فرمایا، کسی مسلمان کا ایمان بھی گوارا نہ لے گا کہ جس کے اقوال سراپا دہل، جس کی پالیسی مسلم دشمنی، اسے مہاتما کہہ کر اپنا ایمان خراب کرے (۷۲۸)

انگریز مسلمان کو مسلمان دیکھنا نہیں چاہتی (۷۲۹)

ہندو ظالم تھے لیکن اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرتے اور ہم پرست مسلمان بھی ان کی تائید کرتے، اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت امیر ملت سر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اکل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد مارچ ۱۹۲۵ء کے صدارتی خطبہ میں فرمایا:

"اول تو ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں پٹے اور مقتول ہوتے ہیں لیکن اگر کسی جگہ ہندو ظالم ہوتے ہوئے بھی مظلوم بن جاتے ہیں اور تمام لیڈران قوم ان سے مصالحت و مفاہمت کے لئے کوشش کرتے ہیں تو بھی وہ مسلمانوں کو بغیر پچانی پڑھائے نہیں چھوڑتے اور مسلمانوں کی سادہ دلی دیکھتے کہ کنکھل دھیرہ میں اہل ہندو نے جو مظالم بے کس اور مجبور مسلمانوں پر کئے ہیں کہ بچوں کو زندہ جلا دیا، ذہنی کشن ضلع نے خود مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا، اس پر چند اہل ہندو کو سزا ہوئی تو (نیشنلسٹ) مسلمان لیڈر سارے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ جلے کر کے گورنمنٹ کو تار دے جائیں کہ وہ ہندوؤں کو رہا کرے (۷۳۰)

قوم پرست مسلمانوں کے برعکس سنی علماء و مشائخ مسلم لیگی رہنماؤں کے دوش بدوش ستم زدہ مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، ۱۷ مارچ ۱۹۳۰ء کو چاندپور بسوا میں مسلمانوں پر ہندوؤں نے جو مظالم ڈھائے اور کانگریسی وزیر اعظم پنڈت روی لکھنوی کی سازش کے تحت مسلمانوں پر ہی مقدمات قائم کئے گئے، ان کا عداوت کرنے کے لئے مسٹر گاندھی اور جواہر لال نہرو سے مسلم لیگی رہنماؤں کی درخواست کے باوجود پراسرار خاموشی نے

صورت حال مزید بگاڑ دی۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما جناب صدیق علی خاں تحریر فرماتے ہیں:

"نائب خداوندیاب رسول یعنی مولانا ابوالکلام آزاد صاحب سے جنہیں کانگریس ہائی کمان میں شعبہ اسلام کا قلمدان وزارت پر تھا، انصاف کرنے کو کہا گیا لیکن وہ بچاڑے ہندو دیوتاؤں کے غیظ و غضب سے ایسے سے کہ ان کی گھگی بندھ گئی اور وہ بے دست و پا ہو کر رہ گئے" (۷۳۱)

"انگریز رج نے ایک ہندو کے قتل کے الزام میں چھ مسلمانوں کو پچاسی کی سزا اور چوبیس کو جس دوام کی سزا سنائی (صوبہ مسلم لیگ نے میرا ہاتھ بٹانے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کی جس کا نام چاندپور بسوا ریلیف کمیٹی تھا۔ صوبہ کے ممتاز عالم دین کل ہند شہرت کے مالک و نائب صدر صوبہ مسلم لیگ مولانا مفتی محمد بہان الحق صاحب (خلیفہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ) اس کمیٹی کے صدر تھے اور صدر صوبہ مسلم لیگ حضرت سید عبدالرؤف شاہ صاحب، جن کا قوم کی خدمت کرنا اور اس پر مرثا مقصد حیات تھا، اپنی اعلیٰ شخصیت اور صوبائی مسلم لیگ کے اپنے سب سے بڑے عہدہ کی اہمیت کو نظر انداز کر کے مصیبت زدوں اور بے گناہوں کو تختہ دار سے صحیح سالم اتارنے کے لئے کمیٹی کے معمولی رکن بن کر خدمت کرنے کے لئے میدان میں آئے (۷۳۲)

الحمد للہ عدالت عالیہ نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ دے دیا اور مذکورہ سزائیں معاف کر دیں۔ کانگریس اور ہندوؤں سے لاشعری کا اظہار کرتے ہوئے حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ہم کسی حالت میں بھی اپنے مذہب میں رشتہ اندازی برداشت نہیں کریں گے ہم کسی شعار اسلام کو ترک کرنے کیلئے کسی حال میں بھی تیار نہیں ہوں گے، وہ اتفاق، وہ

پروپرائیٹر

مجلت اشرف

آرڈر پیر

روغنی نان، قیملے نان،

ادھریری روٹی بنوائیے

دھلی روڈ

مکد بازار

لاہور چھاؤنی

اشرف کلچرل شاپ

تحریک شدھی کا مقابلہ

صلح جس سے ہمارا ایمان اور اسلام اور اعتقاد جاتا رہے، ہم کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہندو قوم ہماری سالہا سال کی آزمائی ہے، ان سے یہ توقع کرنی کہ ہمارے ساتھ دوستی رکھے گی، ہمارے ساتھ اتحاد و یکجہت کرے گی، بالکل فضول اور لا حاصل ہے۔“ (۷۳۳)

مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو ہندوؤں سے بچ کر رہنے کی تلقین ان الفاظ میں کی ”یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ یہ دشمن (ہندو) موقع کی ناک میں ہے اور موقع مل جائے تو وہ ہمارے ساتھ کی کرنے والا نہیں، ہم اپنے آپ کو اس موقع سے بچاتے رہیں، ایسا ہو کہ پچھلے زمانہ کی طرح دشمن پر اعتماد کیا جائے، اپنی باگ ان کے ہاتھ دے دی جائے، اپنی کشتی کا ناخدا مان کر اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں ڈالا جائے، آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کرنے لگیں، جس راہ وہ ہمیں لے چلیں، ہم وہ راہ چل کر رہے ہوں، ماضی قریب کی سیاسی جماعتوں اور کیشیوں کے اغوا سے مسلمان ان غلطیوں کا شکار ہو چکے ہیں جن کے نتائج آج یہ رونما ہو رہے ہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے استحصال پر کمر باندھ لی ہے، کہیں مرتد کرنے کی کوششیں ہیں، کہیں تنقید و تشک سے حملے ہیں، کہیں قانونی ہتھیاروں میں کساجاتا ہے، یہ سب اسی ہندو پرستی کا صدقہ ہے جو پچھلے چار پانچ سال مسلمان کرچکے ہیں“ (۷۳۴)

”ہندوؤں کے میلوں میں مذہبی رسوم میں کھیلوں تماشوں ساگوں میں جانے سے احتراز اور پرہیز لازم سمجھیں، اسی طرح ان کے جلسوں میں شرکت سے اجتناب کریں، ہندوؤں کے ٹریکٹ اور اخبار جو مسلمانوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں اور اسلامی پادشاہوں کے جھوٹے پر ہوتے ہیں، ہرگز نہ دیکھیں کہ اس کے دیکھنے سے رنج اور صدمہ اور طبیعت میں اشتعال پیدا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا“ (۷۳۵)



شدھی اور سنگٹن کی تحریکوں کا تذکرہ پچھلے صفحات میں ہے، ہندوؤں نے جب کانگریسی لیڈروں کی رہنمائی میں مسلمانوں کو ہندومت میں ضم کرنے کی تحریک شروع کی تو سنی بریلوی و مشائخ نے ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کر کے مسلمانوں کو اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی، ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ مولانا فاضل مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو ششوں کا ذکر جمعیت العلماء ہند کے آرگن الجمعۃ ۲۶ مئی ۱۹۲۵ء میں کیا ہے (۷۳۶)

----- اسی طرح جناب ایچ بی جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”۱۹۲۲ء کے آخر میں اس فتنہ (ارتداد) نے باقاعدہ ملک گیر مہم کی شکل اختیار کر لی تھی اور ایسی صورت میں اسلام پر عموماً اور علماء کرام پر خصوصاً یہ ذمہ داری عائد تھی کہ اس فتنے کا سد باب کریں، اس صورت حال کا فتنہ کرنے کے لئے ”جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ بریلی“ سب سے پہلے علماء کا وفد روانہ کیا جو دس ارکان پر مشتمل یہ وفد ان علاقوں میں گیا جہاں نو مسلم راجپوت آباد تھے اور ان مقامات پر ہی ہندو مہاسیما اور سوامی شروہانند کے چاری سرگرم عمل تھے۔ یہ وفد جنوری ۱۹۲۳ء میں سب سے میرٹھ کے علاقوں میں گیا، ان علاقوں میں چار لاکھ افراد گمراہ ہونے کا خطرہ درپیش تھا۔ اس وفد نے گمراہ ہونے والے افراد کو وعظ و تلقین کے ذریعہ دعوت اسلام دے کر دیوار اسلام کی طرف رجوع ہونے کے لئے آمادہ کیا“ (۷۳۷)

حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مصروفیات منسوخ کر کے مریدوں اور عقیدت مندوں کو پوری توجہ اس فتنہ کی سرکوبی کی جانب مرکوز کی اور ہندوؤں کو مذہم عزائم کو خاک میں ملا دیا، آپ نے جمعیت

قوم پرست مولویوں کا توڑ

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل کرانے اور فلسفہ متحدہ قومیت کو مقبول عام بنانے کی ذمہ داری قوم پرست مولویوں کو تفویض کی تھی، یہ لوگ قائد اعظم اور مسلم لیگ کے لئے دردہرے ہوئے تھے، قرآن و حدیث کے حوالے دے دے کسادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر کے ہندوؤں کی جھولی میں ڈال دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا، سنی علماء و مشائخ نے نہایت جرات و دلیری اور مومنانہ فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف نیشلسٹ مولویوں کے اثرات کو زائل کر دیا بلکہ مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے میں بھی موثر کردار ادا کیا۔ یہ انہی کی شب و روز کی کوششوں اور جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح ہندوؤں، انگریزوں اور قوم پرست مولویوں کو عبرتناک شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری قدس سرہ (کیلیانوالہ شرق) دو قوی نظریہ کے زہد و ست حلی اور موبہ تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ کانگریس اور اجرائی لیڈروں کے مسموم اثرات کے ازالے کے لئے کوشاں رہے، چنانچہ ایک مرتبہ مشہور اجرائی لیڈر ملک لعل خاں سے دوران گفتگو فرمایا: ”فرمان مولیٰ کریم ہے انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا یعنی حقیقتہم تمہارے دوست اور سرپرست اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایماندار بندگان خدا ہیں“ ایک مسلمان کیلئے تو یہی پیشوا اور رہنما ہیں، ان کے فرمان و تعرض کرنی دے، اب ان کے سوا آپ کو گاندھی اور نہرو کا فرمان واجب العمل ہوگا جو سوائے جہنم کے ہمیں کسی راستے پر نہیں لے جاسکتا“ (۷۴۱)

قرآن و حدیث کے احکامات کو پس پشت ڈال کر قوم پرست مسلمان دو قوی نظریہ کو ہدف تنقید بنانے کا ناپسندیدہ شغل جاری رکھے ہوئے تھے ”ایک مرتبہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں اجرائی کا مہرکتہ افراد جملہ غلام ہو رہا تھا، جس میں

ہندو کے لیڈروں پر زور دیا کہ وہ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس سلسلہ میں ہندوؤں کے خلاف ایک قرار داد ہی پاس کر لیں جیسا کہ انہوں نے بے گناہ مولویوں سے لا تعلقی ظاہر کرنے کی قرار داد پاس کر کے ہندوؤں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی تھی (۷۳۸)

ایک بار اتفاقاً ٹرین میں آپ کی ملاقات ابوالکلام آزاد سے ہوئی، دوران گفتگو آزاد صاحب کی یہ بات ”شاہ صاحب تیرے سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آرہے ہیں، ان کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں“ آپ اس قدر گہرا کیوں گئے ہیں؟“ سن کر سخت ناراض ہوئے، منہ پھیر لیا اور ستر کے دوران پھیاریات نہ کی (۷۳۹)

سنی بریلوی حضرات کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ المشائخ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی سجادہ نشین کچھ چھہ شریف نے فرمایا ”آریوں اور مشرکوں نے ہنر ہو کر ملکات کے علاقہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کے سایہ رحمت سے یہ ملک برسوں سے علیحدہ پڑا تھا، اس موقع پر میرا فرض ہے کہ اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی اور شہر انجمن خدام الصوفیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ کو دلی مبارکباد دوں جنہوں نے قوم کی طرف سے ملامت کی بوچھاڑ ہونے پر ایک منٹ کی تاخیر نہ کی اور وقت پر پہنچ کر شرکیں کے غرور سر کو کچل کر رکھ دیا، جب اشرفی جھنڈا اس علاقہ میں پہنچا تو میں نے خود جا کر اس منظر کو دیکھا کہ کام کرنے والوں کی دشواریاں اس درجہ بڑھی ہوئی ہیں جن کا تصور بھی گھر بیٹھے والے دماغ پر بار ہے۔

ماہ مبارک ہے، گرمی کی شدت ہے، پانچ پانچ دس دس دس کا پانیادہ سفر ہے، اظہار کے لئے چنا بھی کبھی میسر نہیں ہے مگر عزم و ثبات کا یہ عالم ہے کہ ہر خار راہ ان مجاہدین کی تلوار میں گل ہوتا نظر آ رہا ہے، ایک ایک فرد کی دولت ایمان بچانے کے لئے ان ان مصیبتوں کو برداشت کیا گیا ہے جس کا داستان بہت طویل ہے“ (۷۴۰)

ہر شر قصہ گاؤں بلکہ ہر کلی کوپے میں مباحثوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ "انگریزوں اور ہندوؤں کے علاوہ خود مسلمانوں میں مختلف طبقوں کی طرف سے پاکستان کی زبردست مخالفت کی گئی۔ ان میں پنجاب کی مجلس احرار، سرحد کی سرخپوشوں کی تنظیم، مسلم لیگ سے نکل کر کانگریس میں شامل ہوجانے والے دیوبند علماء پیش پیش تھے، ان سب کا گٹھ جوڑ ہو گیا اور جمعیت علمائے ہند ان سب کو لے کر مسلم لیگ کے مقابلے آگئی اور برصغیر میں باقاعدہ کھلی جنگ شروع کردی، عمومی اور خصوصی اجلاسوں میں باقاعدہ مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت سے مخالفت ہونے لگی۔ (سنی بریلوی) علماء اور مشائخ نے جو مسلم لیگ کے ساتھ تھے، اس یلغار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جب آگے چل کر عام انتخابات کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہمیں زبردست کامیابی نصیب ہوئی" (۷۵)۔

میں اس وقت جب پاکستان معرض وجود میں آ رہا تھا اور بہاولپور کی آنکھہ حیثیت کا تعین ہوا تھا، (مجلس احرار اور جمعیت علمائے ہند کی ذیلی تنظیم) خدام وطن کے صدر نے پاکستان سے بہاولپور کے الحاق کی مخالفت میں یہ بیان دیا: "ریاست کو اس ڈومینین میں شامل ہونا چاہیے جو ریاستی امور کی خوشحالی کی ضامن ہو اور جس کے ذریعے کھانڈ، کپڑا اور سنہری پانی فراوانی سے مل سکے خواہ وہ ڈومینین پاکستان ہو یا ہندوستان"

اس بیان کا بہاولپور کے ایلی حلقوں میں شدید رد عمل ہوا، مسلم بورڈ، جس کے صدر پیر زاہد محمد سلیم اسلم تھے، نے اس کے خلاف جلسے منعقد کر کے کانگریس کے پھوٹوں کو بے نقاب کیا اور رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا (۷۶)۔ جناب مرزا علی الطہر برلاس تحریر فرماتے ہیں:

"اس زمانے (۱۹۴۷ء) میں مسلم لیگ کو سب سے بڑی وقت یہ پیش آ رہی تھی کہ کانگریس نے مولانا حسین احمد مدنی کی سرکردگی میں جمعیت العلماء (کے قوم پرست مولویوں کو) پورے ملک میں لیگ کی مخالفت کھیلنے پھیلانے کا اور یہ حضرات لیگ کی قیادت کو خلاف شرع قرار دیا

اجرائی مقررین اپنے زور خطابت سے لوگوں کو نظریہ پاکستان سے برائیت کرنے کی کوشش کر رہے تھے، دوسری جانب علماء اہلسنت کا ایجنڈا تھا، جب احراریوں کی طرف سے عوام کی زیادہ کشش محسوس ہوئی تو حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مانیک پور تشریف لائے اور ایسا فصیح و بلیغ خطاب کیا کہ لوگ جوق در جوق آپ کے پندال میں آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخالفین کا جلسہ دردم برہم ہو گیا، مولانا ظفر علی خاں نے یہ منظر دیکھا تو وفور جذبات سے فی البدیہہ ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا خلیفہ مقرر ہو گیا
چشمہ اہل رہا ہے محمد علیؐ کے نور کا (۷۷)

ایک دفعہ مسجد وزیر خان میں کانگری اور احراری علماء نے ایک بحث دینے سیاسی جلسے کا اہتمام کیا، مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مسجد ہونے کی حیثیت سے مدعو تھے، آپ نے اسی ایجنڈے پر اس شد و مد سے کانگریس اور احرار کے سیاسی خیالات پر تنقید کی کہ حاضرین جھوم اٹھے اور کانگری علماء وہ خیالات اپنے ساتھ ہی لے کر چلے گئے جو لاہور والوں تک پہنچانے کیلئے آئے تھے (۷۸)۔

قصبہ پٹواڑی ضلع بمبیر پور میں سنی کانفرنس کے جلسہ میں حضرت ناصر الاسلام مولانا سید محمد عبدالسلام صاحب قادری نے سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد مسلمانوں کو بتائے اور احرار و خاکسار و علمائے دیوبند اور الجمعیت سنی بورڈ لکھنؤ کا کامل رد کیا اور کانگری مولویوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا، مسلمانوں میں اسلامی جوش پیدا ہو گیا، آپ کی ہر جوش تقریر سے حشر ہو کر مسلمانوں نے یہ ردیو شون پاس کیا "مسلمان پٹواڑی کا یہ جلسہ عام آل انڈیا سنی کانفرنس کے علمائے ربانی کا وجود مسلم لیگ کے لئے رحمت باری سمجھتا ہے اور مسلمان ہند سے سنی کانفرنس و مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی اور کانگریس سے انتخاب کی پر زور اپیل کرتا ہے" (۷۹)۔

مولانا عبدالحمید بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو میں بتایا "قرار داد پاکستان کی منظوری کے بعد سے مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت نے اس قدر زور پکڑا تھا کہ برصغیر کے

کے بجائے مسلم عوام کو گمراہ کرتے پھرتے تھے لہذا بعض
میلرزوں نے ان مولویوں کو کانگریس سے توڑنے کی تدبیریں
کیں مگر جناح صاحب نے اس ترکیب کو رد کر دیا اور کہا کہ
ہم اپنے مولوی تیار کریں گے جو ایک کا پیغام گھر گھر پہنچائیں
” اور یہی ہوا ” مولانا بنال میاں فرنگی نعل اور مولانا
غلام بدایونی مرحوم وغیرہ نے ایک اپنی جماعت تیار کی “

حکیم اہل سنت محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے ایک
میں فرمایا ” مولانا عبدالستار خان نیازی کے علاوہ ایک ان
بھی زیادہ شعلہ بیان مقرر جو امرتسر آتے تھے مولوی بشیر
نظر تھے۔۔۔ اس طرح روپنڈی کے سید مصطفیٰ شاہ گیلانی
بست اچھی تقریر کیا کرتے تھے ” ایک آدمی اور تھا جسے لاہور
نے مار دیا ” میں اکثر لوگوں سے پوچھتا ہوں ” بناؤ وہ کہاں
تھے ” یوسف خاں صاحب اللہ یہ صاحب ان سے بست بہتر
تھے یہ پورے ملک کے دورے کر کے اپنی شعلہ بیانی سے
میں اور احراری مقررین کے مقابلے میں مسلم لیگ کی راہ
کرتے تھے یہ مقرر احراری مقررین کی شعلہ نوائی کو خاک
میتے تھے “ (۷۳۸)

حضرت مخدوم میر چراغ علی شاہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کا دینی
و حافی رابطہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد
میں کے تمام سنی اکابرین بالخصوص امام احمد رضا خان فاضل
دہلی سے وابستہ تھا اسی لئے وہ سیاسی طور پر بھی انہیں
قوی نظریہ پر یقین رکھتے تھے ” ۱۹۳۰ء سے مسلم لیگ
میں کے خلاف دو قوی نظریہ کا علم لے کر گامزن ہو چکی تھی
تھی سے ہندوستان کے طول و عرض میں پائے جانے والے
یہ افکار کے زیراثر ” علماء ” مسلم لیگ کی بجائے گاندھی
کا گاندھیہ ہوئے تھے اور تحریک پاکستان کے خلاف پورا
صرف لیا جا رہا تھا ” ان دنوں حضرت شاہ صاحب جلال

آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور جلال
آباد میں اسی مکتبہ فکر کا ایک بست بڑا عربی کلمہ رس بھی موجود تھا
نیز کانگریسی مکتبہ فکر کو ایک شعلہ بیان مقرر مولوی امیر الدین کی
جماعت حاصل تھی ” مولوی امیر الدین کی تقریریں ان دنوں اس
علاقے میں گونج رہی تھیں ” ایسے عالم میں شاہ صاحب جیسے سادہ
” متقی ” شریف الطبع عالم دین کا میدان میں آنا عجوبہ سمجھا جاتا
تھا ” حضرت شاہ صاحب مرحوم نے ایسے عالم میں مسلم لیگ کے
نظریہ سیاست کو جلال آباد کی جامع مسجد میں پورے ہاشمی دلولے
اور حسینی طنطنے سے پیش کیا ” جلال آباد نواب افتخار حسین
معدوت کی ریاست تھی ” ان دنوں مسلم لیگ کے تمام عمائدوں پر
جاگیردار اپنے خونیں پیٹے گاڑتے ہوئے تھے لیکن شاہ صاحب کی
ستحیوت کی وجہ سے آپکو جلال آباد مسلم لیگ کا سیکرٹری جنرل
منتخب کیا گیا ” آپ نے اپنے فرائض منصبی کو کمال خوبی سے
نبھایا ” برہمنی سامراج اور اس کے شرعی گماشتوں سے موہوموں
ن طرح لڑتے رہے تا آنکہ پاکستان معرض وجود میں آیا “

(۷۳۹)

مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سنی بریلوی علماء
و مشائخ کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ایک انٹرویو
میں فرمایا:

” اس بارے میں دورانیں نہیں ہو سکتیں کہ پاکستان
بنانے میں مشائخ و علمائے اہل سنت نے فی الواقعہ من حیث
الجماعت قائد اعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا ہے ” تحریک پاکستان
کے جس ہنگامہ خیز دور میں دوسرے مکاتب فکر کے علماء اپنے
تمام تر علمی مقام کے باوجود گاندھی و نہرو کے حمیہ قومیت کے
بحر کے امیر ہو کر قائد اعظم کو کافر اعظم اور پاکستان کو پلید
ستان ثابت کرنے کے لئے مصروف تھے ” صرف اور صرف علماء
و مشائخ اہل سنت ہی تھے جو اپنے تمام تر لسانی و فکری اور
علمی و عملی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے نظریہ پاکستان کو



دہلی روڈ صدر بازار (نزد قروا پلڈ)
لاہور چھاؤنی

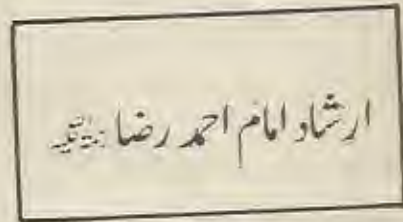
ماشا اللہ شامی پبلیشرز

اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح ثابت کرنے کے لئے میدان عمل میں مجاہدانہ کام کر رہے تھے، یہ انہی کی کوششوں کا ثمر تھا کہ نہ صرف کانگریس کے ہم نوا علماء کے پروپیگنڈے نے دم توڑ دیا بلکہ اسلامیان ہند ایک نئے جذبہ سے سرشار ہو کر پاکستان کے قیام کو ناقضائے ایمانی سمجھنے لگے۔ (۷۵۰)

سنی اکابرین نے قوم پرست مولویوں کے علاوہ نیشنلسٹ مسلمان رضاؤں کو بھی صراطِ مستقیم دکھانے کی سر توڑ کوشش کی، محترم کرمل غلام سرور تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخ کے صفات گواہ ہیں کہ (حضرت) بابو غلام محی الدین سجادہ نشین گولڑہ شریف نے آزاد اسلامی حکومت کے

حصول اور قیام کے لئے بھرپور حمایت کرنے کے علاوہ وقت کے وزیر اعلیٰ ملک خضر حیات ٹوانہ پر ملی مطالبہ کی کرنے کیلئے زبردست دباؤ ڈالا تھا اور اسے ایسا سندھ دیکھ لکھا تھا جس نے موصوف کے سکون کو نہ دبا کر کے رکھ دیا تھا۔ آج یہ خط ایک قیمتی دستاویز ہے، ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ”تم مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے ہو اور انگریز کا ساتھ ہو، تمہیں شرم آنی چاہیے، میری بات یاد رکھو کہ میں نے توبہ نہ کی اور اسی روش پر قائم رہے تو ایک تمہیں جوتیوں کا بار پٹایا جائے گا“ (۷۵۱)



مزارات پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے۔

مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پانچویں کی طرف سے جاے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر مواجہ میں کھڑا ہو اور متوسل آواز میں یا ادب سلام کرے! اسلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ ویرکاتہ پھر درودِ غوثیہ تین بار الحمد شریف تین بار آیت الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سات بار پھر درودِ غوثیہ سات بار اور وقت فرصت دے تو سورہ یٰسین اور سورہ ملک بھی پڑھ کر انہ عزوجل سے دعا کرے کہ الہی اس قرأت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میرے طرف سے اس بندہ مقبول کو نذر پہنچا پھر اپنا مطلب جائز شرعی ہو اس کے لئے دعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے۔ پھر ای طرح سلام کر کے واپس آئے مزار کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور عواف بالا اتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام (فتاویٰ رضویہ ص ۲۱۲)

- (۱) بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ بخاری شریعت میں حرام ہے۔ (احکام شریعت حصہ سوم ص ۳)
- (۲) مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے علماء اس میں مختلف ہیں اور بہتر بچنا اور اسی میں ادب زیادہ ہے (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۸)
- (۳) ثواب رسائی کے لئے قرآن عظیم پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۱۸)
- (۴) نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔ یہ غلط مشورہ ہے کہ محرم و صفر میں نکاح کرنا منع ہے۔ (الملفوظ حصہ اول ص ۳۶)
- (۵) عورتوں کو مزارات اولیاء مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸)

مسلم لیگ اور سنی علماء مشائخ

لیگ میں شریک ہو کیوں کہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سر بلندی اور آزادی کے لیے کوشاں ہے" (۷۵۳)

تحریک پاکستان شروع ہوئی تو استاذ العلماء مولانا یار محمد ہند یاوی بھی دیگر سنی علماء کی طرح میدان سیاست کی طرف بڑھے۔ اس وقت ضلع سرگودھا اور میانوالی کے اکثر امراء یونینیت پارٹی سے تعلق رکھتے تھے اور مسلم لیگ کا نام تک سنا گوارہ نہ کرتے تھے، پھر اس علاقہ میں ملک خضر حیات ٹوانہ کا بہت اثر تھا اس کے باوجود آپ نے علی الاعلان فرمایا:

"ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے، دوسری طرف کفر کا، چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے، اس لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے" آپ ہر بعد نظریہ پاکستان کے حق میں بیان فرماتے جس سے متاثر ہو کر سینکڑوں افراد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے (۷۵۴)

مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی وزیر آبادی علیہ نے شان رسالت کے موضوع پر تقریر فرمائی اور آخر میں آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں، سو ادا عظم سے الگ رہنا گمراہی ہے، علماء احناف کا حقوق فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیئے (۷۵۵)

مسلم لیگ کی حمایت کے سلسلے میں حضرت امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تشریف لے گئے، وہاں اجراء کا زور تھا، یاران طریقت مسلم لیگ میں شامل ہونے سے اجراز کر رہے تھے، کارکنان مسلم لیگ نے یاران طریقت کے بارے میں حضرت سے درخواست کی کہ انہیں حکم دیں کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں، کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے جوش میں آکر فرمایا "اگر مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں تو کیا کفر لیگ میں شامل ہوں؟"

زیر نظر مقالہ کا بیشتر حصہ دیوبندی مولویوں کے ان "دعویوں" پر مشتمل ہے جو انہوں نے بحیثیت جماعت کے انگریزوں کے لئے سر انجام دئے، اہل حدیث حضرات کا ذکر خدا قلمزد کر دیا گیا، اس لئے کہ اگرچہ ان کا رفقان بھی انگریزوں کی جانب تھا (۷۵۶) لیکن چونکہ ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ ان کی کسی جانب بھی شمولیت سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا، تاہم اس کتب فکر کے ایک ممتاز رجسٹرار ابوالکلام آزاد کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا، اس لئے کہ وہ مسٹر گاندھی کے ایسی مشیر تھے اور ہندوؤں نے اسے اتنی اہمیت دی کہ اپنی جماعت کانگریس کا صدر بنادیا، ان دو مکاتب فکر کو چھوڑ کر سنی حوام و خواص اور بعض شیعہ حضرات مسلم لیگ میں شامل تھے لیکن آجکل مذہبی اختلافات و منافرت کی وجہ سے چونکہ ہر اہل فہم و مقابل کو نچا دکھانے اور اپنے حضرات کا جھنڈا اونچا رکھنے کی جہاد فی سبیل اللہ سمجھتا ہے چاہے اس کے لئے غلط بیانی سے ہی کام کیونکہ لیتا پڑے، اسی کلیہ کے تحت یہ تاثر پھلایا گیا ہے کہ سنی بریلوی مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے مخالف تھے، آئندہ سطور میں اس بے بنیاد اور جھوٹے پراپیگنڈے کا رد کیا جا رہا ہے۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو صوبہ سرحد اور پنجاب کے پیروں "سجادہ نشین" صوفیوں اور روحانی پیشواؤں کا ایک اہم اجتماع پشاور میں ہوا، اس جلسہ میں ایک تجویز منظور ہوئی جس میں مسلم لیگ سے وفاداری اور مسٹر جناح کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کیا گیا، میراثین الحسنات مانگی شریف نے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اس وقت مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے، مسلمان کو حصول پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی ہے، جمال وہ عزت اور آزادی سے رہ سکیں گے، حصول امن کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم

کافر نسوں کا انعقاد

اعظم نے مسلمانوں کی داستان غم من کر کانفرنس میں بیڑی
سیسی تقریر کی اور راست گوئی پر اترے تو بہت سے بالی
سے مسلمانوں کے دو حقیقی حریفوں کے متعلق صاف صاف الفاظ
میں مثال دی کہ "ہندو مہاسبا ایک کتاب ہے جو مسلمانوں کو
بھونک کر کاٹتا ہے لیکن کانفرنس ایک ایسا کتاب ہے جو دم بلاتا ہوا
بیڑوں کے پاس آتا ہے اور بغیر بھونکنے کاٹ لیتا ہے (۷۶۵)

"اس کانفرنس سے ایک اور واقعہ کا تعلق ہے" وہ بھی
گوش گزار کروں: مولانا مفتی محمد برہان الحق صاحب نے میرے
قدم پر خدمت سپرد کی تھی کہ میں اجلاس میں اپنے ان دو
واجب التحظیم معزز مسلمانوں کی موجودگی میں چاندور سوا کاخوئیں
واقعہ شاکر حاضرین اجلاس سے مقدمہ کی پیروی اور مظلومین کی
امداد کیلئے چندہ کی اجیل کروں (۱) اس اجیل کا ثبت نتیجہ
نظمی (۷۶۶)

مسلم لیگ کی شاخیں اور ذیلی تنظیمیں

تحریک پاکستان کے دوران قصبہ شاہپور ضلع گورداسپور میں
بادیودیک سکھوں اور ہندوؤں کا زور تھا، مولانا حکیم محمد رمضان
قادری نے پرائمری مسلم لیگ قائم کی جس کا نام مصلحتاً "انجمن
ترویج الاسلام" رکھا اور نیشنل گارڈ قائم کر کے اس کا نام غلامان
رسول رکھا، آپ جمعہ کے خطبات کے علاوہ پبلک جلسوں
میں مسلم لیگ امیدواروں کے حق میں تقاریر کرتے رہے، چنانچہ
ان سرگرمیوں کی بنا پر سکھوں اور ہندوؤں نے آپ کو "فسادی
ملا" کے نام سے پکارا اور آپ کے قتل کیلئے مبلغ پانچ ہزار
روپے مقرر کئے (۷۶۷)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحی چشتی رحمہ اللہ نے تحریک پاکستان میں
بھرپور حصہ لیا، ریاست بہاولپور میں سیاسی جماعتوں کا اجرا

صوفی محمد حنیف نقشبندی رقمطراز ہیں کہ "شرقیہ
تریف کے علاقہ میں یونی سٹنوں کا زور تھا، ان کے خوف سے
مسلم لیگ کے کارکن ادھر کا رخ نہیں کرتے تھے، چنانچہ
شہر شریف میں مسلم لیگ کلاب سے پہلا جلسہ حضرت
مولانا غلام اللہ عانی لاٹانی رحمہ اللہ نے کرایا تھا۔ آپ نے
ایک شخص کو جلسہ کے لئے جگہ دینے کو کہا تو وہ یونی سٹنوں
سے ڈر سے انکار کرنے لگے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ڈرو نہیں،
زادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ یونی سٹ تھیں شہید کردیں گے
تھیں شہید کر دیا گیا تو اس سے بڑھ کر تمہاری خوش بختی
یا ہوگی؟ چنانچہ وہ جگہ دینے پر رضا مند ہو گیا اور مسلم لیگ
کا جلسہ نہایت بڑک و احتشام سے منعقد ہوا اور یونی سٹنوں سے
نوت لیا اور مسلم لیگ کی مقبولیت عام ہو گئی، اس جلسہ کا
خرچہ بعد خور و نوش حضرت ثانی صاحب نے خود برداشت
کیا، اس کے بعد مسلم لیگ کا بر جلسہ حضرت عانی صاحب کی
مرگت میں ہوتا رہا اور تاقیام پاکستان حضرت ہر طرح سے
مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے" (۷۶۸)

مشہور مسلم لیگی لیڈر صدیق علی خاں صاحب کا بیان ہے "میں
کانفرنس کا مولانا مفتی محمد برہان الحق نے جبلپور میں
عقد کیا، صوبہ کے رہنماؤں کے علاوہ آل انڈیا لیڈروں میں شیر
اللہ بھولوی اس کے فضل الحق صاحب وزیر اعظم بنگال اور
عالم کے رکن عزیز ملت سید عبدالعزیز صاحب برسر پٹنہ
ہوئے۔ جبلپور کی مسلم لیگ بیحد سے بہت مضبوط
تھی کیونکہ اس میں بڑے شجاع مسلمان جو کچھ
چاہتے دیکھنا نہیں جانتے تھے، شریک تھے، بنگال کے وزیر

ط. نزدیکیا نیک پور
عابد عمران چاول مسر
لاہور چھاونی

اعلیٰ بکسٹی چاول
کبری مٹھی کے بھاؤ خریدی

متن تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے جہزادہ محمد سید
ذات: ڈاکٹر محمد اشرف اور ڈاکٹر شام کے ساتھ مل کر مسلم
سینٹ ڈبلیو تنظیم مسلم بورڈ کے نام سے قائم کی اور قیام
پاکستان کے لئے زہدیت جدوجہد کی، ریاست میں سیاسی
سرگرمیاں کا اہم ہونے کی وجہ سے عام لوگ سیاسی شعور سے
بے بہرہ تھے، جنہیں کچھ شعور تھا وہ تمام کانگریسی تھے، آپ
اپنے والد ماجد کی معنوی قیادت میں سرکاری ملازمت کی پرواہ
کئے بغیر پاکستان کیلئے کام کرتے رہے۔

جامعہ عباسیہ کے مقتدر اساتذہ کانگریس کے ہمنوا تھے،
اس لئے ان کے ایماء پر طلباء آپ کے خلاف شور مچاتے لیکن
آپ نظریہ پاکستان کے حامی اساتذہ (جو بوجہ غربت و کمزوری
آگے نہ بڑھ سکتے تھے) کے ہمراہ میدان میں سینٹ پر ہوجاتے
اور مدافعت کرتے۔ پاکستان کے حق میں مضامین اور نظمیں
لکھتے، ایک نظم میں آپ نے لکھا:

تیرے لئے کافی ہے محمد علی علی

اور حسن راج کی تحریک کے حامی (۷۶۸)

۱۹۲۵ء میں مولانا غلام قادر اشرفی نے سیاست میں مکمل
دلچسپی لینا شروع کر دی، ضلع فیروز پور میں خطاب کے دوران
قواب شاہ مموٹ کی نگرانی میں مسلم لیگ کے نصب العین اور
سامن کیشن کے پانکٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے،
شاہد الیکٹ کو نام کام بنانے کے لئے بھی علماء و مشائخ کے شانہ
بشانہ کام کیا، مقلوہہ ایجنٹیشن میں بھرپور کام کیا۔ ۱۹۳۱ء میں
جہاد کشمیر اور ۱۹۳۲ء میں مسلمانان ریاست اور جب ریاستی
مظالم کی تاب نہ لا کر امیر شریف، بھرت پور، گوز گاؤں اور
دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ حضرت سید غلام
بھیک نیرنگ انبالوی کے زیرِ لمان کام کرتے رہے، ۱۹۳۳ء میں
تحریک قادیان اور ۱۹۳۵ء میں تحریک شہید گنج میں بھرپور حصہ
لیا، نیز ۱۹۳۵ء میں تحریک آریہ سماج جو نظام حیدر آباد کے
علاقہ جتہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، اس کے
اُنداز کیلئے کافی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۳۹ء میں قائد اعظم کی ہدایت پر یوم نجات منایا گیا تو
مولانا نے مجلس تبلیغ الاسلام لالہ ہونے کے ذریعہ اہتمام یہ دن

منایا، بھرپور کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام
میں لائے اور جابجا اس کی شاخیں قائم کیں، ۱۹۳۵ء میں
خان نون اور سردار سکندر حیات کے ساتھ مسلم
امیدواروں کے لئے شب و روز کام کیا اور اسی سال مولانا
لالہ موسیٰ کے مسلم لیگوں کی طرف سے قائد اعظم کی تدفین
موقع پر مسلم لیگ کیلئے تھیلی پیش کی ۱۹۳۶ء میں آل
سنی کانفرنس بنارس میں مولانا اپنے بہت سے ساتھیوں
شریک ہوئے، جنوری ۱۹۳۷ء میں خضر وزارت میں مسلم
کی سول ناظرانی کی تحریک میں حصہ لیا اور قرار داد پاکستان
پاس ہونے کے بعد مسلم لیگ کی پیلٹی کیلئے زندگی
کردی (۷۶۹)

نمائندہ جماعت

تحریک آزادی وطن زوروں پر تھی، دو قوی نظریہ
طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا لیکن سندھ میں ابھی تک کانگریس
ڈھکا بج رہا تھا۔ حضرت شاہ مقصور القادری دہلی کی دور رس
نے اس کے نتائج کو بھانپ کر فوراً ہی ایک تنظیم "مسلم
الاسلام" کے نام سے قائم فرمائی جس کے صدر (وہ خود)
ہوئے اور چند ماہ میں اس تحریک کو پورے سندھ کی مقبول
جماعت بنادیا۔ "الجماعت" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا
احیاء الاسلام کی ذیلی شاخ کے طور پر سندھ کے اکثر
کرام کو "تنظیم الشان" کے نام سے ایک الگ تنظیم میں
کیا، اس عظیم کام کے لئے آپ نے سندھ کے دور
علاقوں، قصبوں اور دیہاتوں تک سفر کئے، درحقیقت اس
تک دور کا مقصد اندرونی طور پر مسلم لیگ (جس سے نام
کانگریسی لیڈروں کے قریب کی وجہ سے بد کے ہوئے تھے)
لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ آپ نے احیاء الاسلام کی طرف
جیکب آباد، لاڈکانہ اور شکار پور وغیرہ ایسے شرواں میں
کانفرنس منعقد کیں۔

حضرت شاہ مقصور القادری دہلی کے حسن تدابیر اور

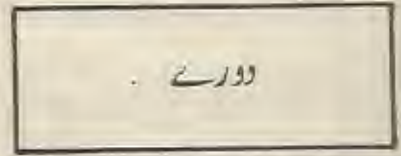
خودت سے دور سے لے کر قیام پاکستان تک حصول مقصد کے لئے نہایت مفید کام سرانجام دیتی رہیں، ان میں انجمن نعمانیہ (لاہور)، انجمن خدام الصوفیہ ہند (سیالکوٹ)، انجمن حزب الاحناف (لاہور)، انجمن نعیمیہ مراد آباد، جمہورت اسلامیہ مراد آباد، جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی، انجمن انصار الاسلام مارہڑہ، انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علماء و مشائخ کے پرچے مثلاً ماہنامہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور، سیالکوٹ، قصور، سواد اعظم مراد آباد اور ہفت روزہ الفقیہہ امرتسر خاص طور پر عظیم ملی خدمات سر انجام دیتے رہے، علماء و مشائخ اہلسنت ہندوستان کے گوش گوش اور قریہ قریہ میں پھیل گئے، صوبجات مدراس و گجرات، کاشیا وار، جونا گڑھ، رانیپوت، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، بنگال، کلکتہ، بنگلی، ہرگز، جھاکہ، کرناٹکی، چٹاگانگ، سلٹ، پٹنہ وغیرہ میں دور سے شروع کردئے اور مسلمانوں پر پاکستان کے مقاصد واضح کئے (۷۷۲)۔ ۱۹۳۸ء میں سرحد کے ضمنی انتخابات ہوئے، سرحد مسلم لیگ کی درخواست پر آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا شوکت علی، مولانا عبدالخالق بدایونی، مولانا جمال میاں قرنگی محل اور مولانا ظفر علی خاں کو صوبہ سرحد بھیجا جنہوں نے سارے صوبہ کا دورہ کیا اور ضمنی انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں نے کانگریسی امیدواروں کو شکست دی (۷۷۳)۔

محترم صدیق علی خان رقطراز ہیں "آل انڈیا کونسل مسلم لیگ نے ایک ذیلی کمیٹی مقرر کی ہوئی تھی جو غیر ممالک میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پروپیگنڈا کیلئے وقتاً فوقتاً اکابر رہنماؤں کو بھیجا کرتی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے (آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی ہدایت پر اندرون ملک وفد بھیجنے کا طے کیا۔۔۔۔۔ میری المیہ اور میرے علاوہ سی۔ بی۔ ویرار سے مولانا مفتی محمد بہان الحق اور وکیل محمد اصغر صاحب منتخب کئے گئے تھے، یو۔ بی کی نمائندگی کیلئے چودھری اختر حسین صاحب، مولانا عبدالخالق صاحب بدایونی، سید ذاکر علی صاحب اور مولانا کرم علی صاحب بلخ آبادی مقرر کئے گئے" (۷۷۴)۔

یہ سب نے پورے ہند کے عوام و خواص کی توجہات کو ایک طرف مبذول کر لیا ابھی تک احیاء الاسلام کے ریکارڈ میں آپ کے شائع کردہ پمفلٹ، رسائل اور دیگر لٹریچر موجود ہے، آپ کی اس لگن کا یہ آسانی اعزاز ہو سکتا ہے اسی کی کراچی میں مسلم لیگ کی طرف سے پہلا جلسہ منعقد ہوا، قائد خان بہادر کھنڈو، مولانا بدایونی اور الحاج عبداللہ کے توسط سے ہوا، وہاں آپ نے اعلان فرمایا کہ مسلم لیگ برصغیر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہذا ہم قوت و طاقت مسلم لیگ کے لیے وقف کرتے ہیں اور اپنی جماعت کو مسلم لیگ میں مدغم کرتے ہیں، احیاء الاسلام کے پمفلٹ ہونے والے ممبران اسمبلی بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے (۷۷۵)۔

پانچویں کے یونینٹ جاگیردار کے دریافت کرنے پر حضرت سید علی احمد شاہ قادری قدس سرہ نے فرمایا "مسلم لیگ ہندوستان میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور مسلمان ہند کی منزل مقصود ہے" آپ کا یہ ارشاد سننے ہی دو یونینٹ جاگیردار اپنے سیاسی عقیدے سے تائب ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا اور پھر بڑھ چڑھ کر راستے میں آئے اور حق تحریک پاکستان میں حصہ لیا (۷۷۶)۔



علماء و مشائخ اہل سنت نے ہر جگہ جلسے کئے اور تقاریر کے عوام کو مسلم لیگ کے حق میں ابھارا، خود چندہ دیا اور میں نیز عام جلسوں میں اپنے مریدوں، عقیدت مندوں، مسلمانوں سے مسلم لیگ کی مالی امداد کرنے کی اپیلیں کیں، انہوں نے کانگریسی مولویوں سے پٹنہ کے لئے ایک وفد قائم کیا جس کا نام "آل انڈیا سنی کانفرنس" رکھا، یہ وفد ایک ادارہ تھا جس کے پیچھے علماء و مشائخ اہلسنت کی قریبی سرگرمیاں کام کر رہی تھیں، اس کے علاوہ سینوں، جماعت سی۔ بی، تبلیغ تنظیمیں ایسی تھیں جو تحریک

مولانا محمود الحسن درس خطبہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل
سے رجسٹر اور یہ اوائل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے نمبر پر
مقرر الہم عہدوں پر قائم رہے جس کے دستاویزی ثبوت موجود
فائلوں میں موجود ہیں سندھ کی سرزمین پر مسلم لیگ نے سے
نڈرز وغیرہ کی فراہمی میں انہوں نے ہر ممکن مدد کی نہ صرف یہ
بلکہ سندھ کے اندرونی مقامات پر اکثر دوسرے لیڈروں کے
ساتھ آپ ہی جایا کرتے تھے اور مسلم لیگ کا کوئی ایسا جلسہ
نہیں جس میں قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کے بعد علامہ محمود
الحسن درس نے خطاب نہ کیا ہو (۷۷)

استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بنڈیالوی نے ایک اثر دیو میں بتایا
" ۱۹۳۶ء میں " میں ہجیرہ گیا " یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک
پاکستان زوروں پر تھی اور پیر محمد کرم شاہ کے والد پیر محمد شاہ
بہار ایک مجاہد کمال تھے اور تحریک پاکستان کے زیر دست مجاہد
حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ اس علاقہ میں مسلم لیگ کے
صدر تھے " حضرت پیر محمد شاہ مدظلہ ایک بھرپور دورہ کرتے تھے
جس کا پورگرام باقاعدہ چھپتا تھا " اس سال اس دورے میں انہوں
نے مجھے بھی شریک کر لیا " اس طرح پورا مدرسہ دورے میں
شریک ہو گیا " سارے طالب علم ساتھ تھے " ہم نگر نگر مسلم
لیگ کا پیغام بھی پناچارہ تھے اور اسباق کا بھی کوئی ناتہ نہیں
ہونے دیا " ملاحد بھی برابر جاری رہا " (۷۷)

سید محمد امین الحسنات مدظلہ صوبہ سرحد کے ایک
مشہور روحانی خاتون سے تعلق رکھتے تھے " ان کے لاکھوں
مرید تھے " ان کے والد کے علاج کے لئے سیح الملک حکیم
احمد خان ماگی شریف تشریف لے گئے تھے " اس خاندان کا
صوبہ سرحد میں بڑا اثر تھا " عام طور پر یہ خاندان سیاست سے
الگ تھلک تھا " مختلف احباب کی کوششوں سے عیسوی ماگی
شریف نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا " قائد اعظم
۱۹۳۵ء میں پشاور تشریف لے گئے تو پیر صاحب نے انہیں ماگی
شریف آنے کی دعوت دی " قائد اعظم نے اس دعوت کو قبول
فرمایا " ماگی شریف میں قائد اعظم کا پر جوش استقبال کیا گیا "
ملک بھر سے مشائخ جمع تھے اور انہوں نے قائد اعظم کو اپنی
صابت کا یقین دلایا " قائد اعظم نے ماگی شریف میں تقریر کرتے

ہوتے فرمایا کہ ہم پاکستانی ہیں ہم پاکستان میں اسلامی نظام
لے کر آئے " ماگی شریف میں قائد اعظم کے اس جلسہ سے
میں مسلم لیگ کے سے دور کا آغاز ہوا " عوام نے محسوس
اب مسلم لیگ اور تحریک پاکستان محض ایک سیاسی تحریک
ہے بلکہ مسلمانوں کے حفظ و بقا کی تحریک ہے " اسی لئے
اور علماء میدان عمل میں نکل آئے " اب پیر ماگی کی مرکز
مسلم لیگ کیلئے وقف تھیں " انہوں نے صوبہ کے
اضلاع کا دورہ کیا اور تحریک پاکستان کا پیغام گھر گھر پہنچایا
سے پشاوروں میں تحریک پاکستان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا
صاحب کے لاکھوں عقیدت مند صوبہ میں پھیلے ہوئے تھے
عام پٹھان بھی ان کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھتے تھے " ان
قدس اور ایثار و اخلاص کے قائل تھے جب انہوں
تحریک پاکستان کا پرچم بلند کیا تو سرحد کے گوش گوش میں پاکستان
زندہ باد کے نعروں سے فضا گونجنے لگی " ان دنوں سیجر خور
انور سرحد میں زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف تھے "
خورشید انور کانگریس کے خاتم کو بے نقاب کر رہے تھے اور
صاحب اپنے مخصوص انداز میں پاکستان کی اسلامی حیثیت
روشنی ڈالتے تھے " مسلمانوں کو سرحد میں ایک ایسا رہنما
گیا تھا جس کی بلند و بالا شخصیت پر عوام کو بھرپور اعتماد تھا
(۷۷)

حکیم اہلسنت جناب محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی فرماتے
ہیں " جب تحریک پاکستان چل رہی تھی " اس وقت امرتسر
اکثر و بیشتر جلے ہوا کرتے تھے " میں نے ان جلسوں میں
بطور سامع کے شرکت کی ۔۔۔۔۔ مسلم لیگ کے جلے
صادق حسن صاحب کے زیر اہتمام ہوا کرتے تھے " جن میں
اکثر مولانا عبدالستار خان نیازی " راجہ فقیر علی وغیرہ بطور
تشریف لاتے تھے " مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نیازی
کا عالم شباب تھا " ان کا چہرہ بجلی کے قصبوں سے زیادہ
اور چمکدار ہوا کرتا تھا ۔ مولانا تقریر جیسے ہی شروع کرتے
دو تین منٹ بعد مولانا کا چہرہ لال سرخ ہو جاتا تھا " (۷۸)

۱۹۳۷ء میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا قیام عمل
میں آیا مولانا عبدالستار خان نیازی ۱۹۳۸ء میں مسلم

مولانا کو اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو مولانا -
- " میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے " آپ
اتحاد کے حامی ہیں " میں مخالف ہوں " پھر فرمایا " میں
آزادی کا مخالف نہیں " ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں
مولانا " کے بھی اس لئے مخالف تھے کہ اس نظر سے
متحدہ قومیت کو مدد ملتی تھی " ان کے مسلم لیگ میں
ہونے کا پتہ ہمیں نہیں چلتا لیکن ان کے نظریات کا
کے نظریات سے ہم آہنگ تھے اور ان کا رجحان مسلم
لیگ کی طرف تھا (۷۸۳)

۱۹۳۵ء میں مولانا ابراہیم خان نیازی نے ایک
بنوان " پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا " لکھی جس میں
کے ہر مسئلہ پر نظریہ خلافت کے نقطہ نظر سے روشنی
تھی " یہ وہ زمانہ تھا جب قیام پاکستان کی منزل قریب
تھی اور مسلم لیگ میں ابن الوقت قسم کے سیاست دان
ہو رہے تھے " کیونٹ بھی ایک سازش کے تحت اس میں
ہو گئے " چنانچہ نیازی صاحب نے اپنے احباب کے تعاون
پنجاب کونسل کے سالانہ اجلاس میں کیونسٹوں کو لیگ
ٹکائے کی قرارداد پیش کی جو منظور ہوئی اور مسلم لیگ
دانیال لطیفی " ڈاکٹر نشیدی " شیر محمد اور غفار کو نکال
(۷۸۵)

مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں پیر محمد شاہ بھیروی
نے اس قدر شدت اختیار کی کہ اگر کسی مرید نے پاکستان
حق میں ووٹ دینے میں پس و پیش کی تو اس سے تمام نقد
اور راہ و رسم منقطع کر لئے (۷۸۶)
نامور صفائی جناب ظہور عالم شہید " سرحد میں مسلم
کی تحریک سول نافرمانی " کے زیر عنوان پیر صاحب مانگی
کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

" پیر صاحب مانگی شریف کی انقلابی تقریروں نے
صوبہ میں آگ لگادی تھی اور انہیں گرفتار کرنے کی کوشش
ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی تھیں ۔۔۔ ڈاکٹر خاں صاحب
وزیر اعظم سرحد " کی افسوس ناک کوششیں بالآخر " رنگ
لایں جس طرح پنجاب میں ہندو سکھ رہنماؤں نے فرقہ وارانہ

تہذیبی اختلافات کو تلخ و تندہی و عداوت (زجر) -
اس ایمان والو اپنے اور میرے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ)
ملک خضر حیات ہندوؤں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہودیوں اور
نصرانیوں کو اپنا دوست بنائے ہوئے ہے " اس لئے مسلمانوں کو
چاہیے کہ وہ اس یونینٹ کو چھوڑ دیں اور مسلم لیگ کے
ساتھ ہو جائیں -

اس فتوے کا لکھنا تھا کہ مخالفین آگ بگولہ ہو گئے " ملک
غلام محمد بنڈیال علاقہ کا بڑا یا اثر شخص تھا " وہ بھی ملک خضر
حیات کا حامی تھا " اس نے آپ کو بلا کر کہا کہ مولوی صاحب
یہ فتویٰ آپ نے لکھا ہے " آپ نے فرمایا " ہاں میں نے لکھا
ہے اور اپنے والد کے حکم سے لکھا ہے " اس نے پھر یہی
پوچھا " آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ہاں میں نے لکھا ہے اور
میں اب بھی کہتا ہوں کہ خضر یہودیوں کے ساتھ ملا ہوا ہے
لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسے چھوڑ دیں اور مسلم لیگ
کے ساتھ ہو جائیں - آپ کا یہ بے باک جواب سن کر ملک
صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب " دوسرے مولوی (یعنی
دیوبندی وہابی) تو ملک خضر حیات کے حق میں اور قائد اعظم
اور مسلم لیگ کے خلاف تقریریں کر رہے ہیں اور آپ ہماری
ٹانگیں کاٹ رہے ہیں - خضر نے تو آپ کے بڑے بھائی کو
میو ہسپتال لاہور میں داخلہ دلایا تھا " آپ نے فرمایا " یہ سب
کچھ ٹھیک ہے " اگر دنیا داری کا معاملہ ہوتا تو ہم ضرور آپ کی
امداد کرتے لیکن یہ مذہبی معاملہ ہے " ہم دین نہیں چھوڑ سکتے
" پھر فرمایا " ملک صاحب " آپ ہمارا کیا کر سکتے ہیں " صرف
ایسا ہی کہہ گئے کہ شر چھوڑ کر چلے جاؤ " خدا کی قسم " یہ شر
چھوڑنا گوارا ہے لیکن کملی والے آقا تاجدار مدینہ منورہ کے
تعلق کو نہیں چھوڑیں گے (۷۸۳)

مترق

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے مذہبی اور
سیاسی فکر کا محور و قوی نظریہ تھا " مولانا محمد علی جوہر جو اس
زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے " جب انہوں نے

اٹھائے ڈراتے " سکھوں کے اکالی خیل لباس میں اپنی کراپوں اور کڑوں کو لہراتے " پھر کانگریس کے ہندو نوجوان بھی دانت مسلم لیگ پر چیتے دکھائی دیتے " ان حالات میں (مسلم نیشنل گارڈ لاہور کے شمالی ونگ کے سالار) مولانا سلیم اللہ اپنے سبز پوش جیش کو لے کر نکلتے تو لوگ دیکھتے رہ جاتے۔ تحریک پاکستان میں تشدد رکا تو پکڑا دھڑکا شروع ہوئی " آنسو گیس اور لاشی چارج برسنے لگے " مولانا سلیم اللہ علیہ السلام تمام حملوں کی زد میں ہوتے " حضر حکومت نے جب ایسے سبز پوش نوجوانوں کو گرفتار کر کے جیل میں پھینکا تو حکم دیا کہ کہ ان سبز پوشوں کو بید اور کوڑے مارے جائیں " مولانا سلیم اللہ نے تو کبھی ذکر نہیں کیا مگر ان کے ساتھ کوڑے کھانے والے ساتھی بتاتے ہیں کہ مولانا سلیم اللہ پر جس قدر کوڑے برسائے گئے " اگر یہ بیٹیلز پارٹی کے جیلے ہوتے تو آج یہ گارڈن ٹاون لاہور میں چار کمرشل پلاٹوں کے مالک ہوتے " افسوس مسلم لیگ اقتدار نے ایسے لوگوں کو کبھی نہیں توازا (۷۸۸)

جناب علی محمد ہمدرد نے اپنی طالب علمی کے دور میں مسلم لیگ کے ایک جلسہ کا حال بتاتے ہوئے لکھا ہے " مسلم لیگ کا ایک انتخابی جلسہ ہمارے گاؤں میں ہوا " ہمارے گاؤں سے شمال کی طرف آدھ میل کے فاصلہ پر پیر سید حسن محمود شاہ کا مزار پر اتوار ہے " جلسہ کی جگہ ان کے مزار کے ساتھ ہی مقبب کی گئی۔ سب سے پہلے ایک لمبے پتلے گورے رنگ کے لڑکے نے جس کے سر پر پھندنے والی ترکی ٹوپی تھی " تلاوت قرآن مجید کی " اس کے بعد اسی لڑکے نے میاں محمد بخش کی سیف المملوک میں سے رسول کریم ﷺ کی تعریف میں پنجابی کایہ شعر پڑھا

اللہ کی جانن قدر نبی دی دنیا دار کینے

قدر نبی دی جانن والے سوں گئے دج مدینے (۷۸۹)

مسلم لیگ کے عمدہ داران

اگرچہ سنی بریلوی علماء و مشائخ آل انڈیا سنی کانفرنس کے

سات شہنشاہ کرائے تھے " اسی طرح سرحدی وزیر اعظم نے سب میں بھی ان فسادات کی توسلہ افزائی کی " ڈاکٹر خاں صاحب کا مقصد یہ تھا کہ انہیں فسادات کی آڑ لے کر مسلم لیگ کی تحریک کو کچلنے کا جواز مل سکے " پیر صاحب مانگی شریف " ہوا صوبہ کے تمام قابل ذکر مسلم لیگی رہنما جیلوں میں تھے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو سرحد مسلم لیگ کے جلیل القدر رہنما لاکھوں مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت پیر صاحب مانگی شریف بھی گرفتار کر لئے گئے " گرفتاری سے پہلے پیر صاحب نے بیان میں سرحدی عوام سے بالعموم اور معتقدین سے خاص یہ اپیل کی کہ وہ وزارتی اشتغال انگیزیوں کے باوجود تحریک کو غیر فرقہ وارانہ رکھیں اور اسے اس وقت تک نہ کریں جب تک صوبائی لیگ کے جائز مطالبات کی تکمیل ہو جاتی " پیر صاحب کی گرفتاری ڈاکٹر خاں صاحب کی مدد سے مایوسی کی انتہا تھی " اس چھپیں سالہ سیاسی و روحانی قائد گرفتاری نے صوبائی (صوبہ سرحد کے) مسلمانوں اور ان انہوں عقیدت مندوں میں تحریک جاری رکھنے کا نیا جوش پیدا کر دیا اور ڈاکٹر خاں صاحب کا اصل مقصد پورا نہ ہو سکا " ہندو اخبارات نے پیر صاحب کی گرفتاری پر " ملا مانگی " ایجنسی میگزین " اور " سرحدی ایجنسی " کا سرخند " ہوسناک سرخیاں جمائیں جس سے صوبہ سرحد میں وزارت نے حالات اور خراب ہو گئے (۷۸۷)

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے " دارالعلوم حزب " کے فارغ التحصیل ایک نوجوان عالم دین نے " مصری

کی " سفید مسجد " کو اپنا مرکز بنایا " یہ نوجوان عالم دین سلیم اللہ صاحب تھے۔ اس عالم دین کو خراب و منبر سے کر عملی زندگی میں کام کرنے کا بڑا جوش تھا " یہ مسلم لیگ کے ساتھ اس وقت وابستہ ہو گئے جب مسلم لیگ کو کے علاوہ نوجوانوں کی ضرورت تھی " مولانا سلیم اللہ صاحب کو خراب و منبر سے نکل کر سبز وردی زیب تن کرتے اور لیگ کا جھنڈا اٹھائے " مسلم نیشنل گارڈ " کی قیادت کرتے۔ ان دنوں مسلم لیگ کو خاکی وردیوں میں خاکسار بنائے گئے تھے " " احرار " سرخ وردیوں میں نکلتا تھا

اعتراف حق

تجزہ میں بعض مخالفین پاکستان، تحریک پاکستان رہنماؤں، کارکنوں اور اخبارات کے بیانات و آراء خدمت میں، جن سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی۔

☆ مسلم لیگ مولویوں اور پیروں کی مدد سے کامیاب ہوئی۔
☆ مولویوں اور پیروں نے "اسلام خطرہ میں ہے" کا نعرہ اور ووٹوں کو غضب الہی سے ڈرا کر مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے میدان صاف کر دیا (ہندو اخبارات) (۷۹۸)
☆ بعض بریلوی حضرات نے مسلم لیگ کی حمایت کی (۷۹۹) کیسٹول سمٹھ (۷۹۹)

☆ دائرہ لارڈ ویل اپنی ۱۳ جون ۱۹۴۷ء کی ڈائری پنجاب کے وزیر اعظم خضریات سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: "اے دو باتوں پر بہت تشویش ہے، ایک مسٹر جی کی پرائیویٹ آرمی (نیشنل گارڈ) اور دوسرے مولوی جن سے متعلق اس کا کہنا ہے کہ مسٹر جناح انہیں تبلیغ اور فرقہ واریت جذبات ابھارنے کیلئے باہر سے لا رہا ہے" (۸۰۰)
☆ حکومت اور مسلم لیگ نے پنجاب اور سرحد کے گورنمنٹ پیروں اور پریز گار سب کو کوٹھڑیوں سے نکال کر انکیشن جموں وکٹ دیا تھا (خان عبدالغفار خان) (۸۰۱)

☆ خود علماء کس حال میں ہو گئے ہیں، کیا آپ کی نظر یہ نہیں گزرا کہ اسی پندال میں لیگ کے اجلاس کے بعد مسٹر جی کا اجلاس ہوا اور برچنڈی شریف کے پیر صاحب نے عدالت فرمائی، مولانا جمال صاحب صاحبزادہ مولانا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلی اور مولانا عبدالحمید صاحب بدایونی اور مسٹر جی سے حضرات ان دنوں ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے جب حالت اس درجے بدل گئی ہے کہ مسلم عوام، اہل طریقت، ارباب شریعت، سب کے سب اس سلاب (لجی مشن) کی نذر ہوتے ہوئے دین اور احکام دین سے

پلٹ فارم سے مسلم لیگ کے لئے خدمات سرانجام دے رہے تھے تاہم ملک کے طول و عرض میں کئی حضرات ایسے بھی تھے جو براہ راست مسلم لیگ سے وابستہ تھے اور ان میں سے بعض مختلف عہدوں پر فائز تھے، تلاش و جستجو سے ان محسنین قوم کی ایک بڑی تعداد کا پتہ لگایا جاسکتا ہے تاہم جن اکابرین کے عہدوں کا علم ہو سکا، وہ پیش خدمت ہیں:

(۱) شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ -
صدر مسلم لیگ سرگودھا (۷۹۰)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد بہان الحق جبلی پوری رحمہ اللہ -
نائب صدر صوبہ مسلم لیگ و صدر مسلم لیگ جبلی پور (۷۹۱)
(۳) حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی - رکن صوبائی کونسل، سیکرٹری پنجاب صوبائی مسلم لیگ اور صدر مسلم لیگ میانوالی (۷۹۲)

(۴) مولانا ظہور الحسن درس بٹلہ - ممبر پروفیشنل ورکنگ کمیٹی اور رکن آل انڈیا مسلم لیگ کونسل (۷۹۳)

(۵) حضرت مخدوم پیر چراغ علی شاہ - سیکرٹری جنرل مسلم لیگ جال پور (۷۹۴)

(۶) حضرت پیر محمد عبداللطیف زکوٹی شریف - ممبر سلیکشن بورڈ مسلم لیگ صوبہ سرحد (۷۹۵)

(۷) حضرت پیر زادہ محمد انور عزیز چشتی - صدر مسلم لیگ پاک پتن شریف (۷۹۶)

(۸) حضرات سید محمد صاحب محدث کچھو چھو شریف سجادہ نشین درگاہ اشرف، امین الحسنات پیر صاحب ماگی شریف، امیر ملت پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، خواجہ نظام الدین صاحب سجادہ نشین، تونر شریف، مخدوم محمد رضا شاہ صاحب درگاہ پیران پیر ملتان، پیر قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف، صاحبزادہ غلام نبی الدین صاحب گوڑہ شریف، سید فضل شاہ صاحب سجادہ نشین جلال پور شریف، پیر اجماعین نمبران صوبہ مسلم لیگ مشائخ کمیٹی (۷۹۷)

ابوالکلام آزاد کی رہنمائی میں منظم طور پر کانگریس کا ساتھ دینی تھی (ریڈ اس سبب) (۸۰۷)

میں یہ کہ بغیر تیس رو سکتا کہ بزرگان دین و اولیائے کرام کی دعائیں قائد اعظم و مسلم لیگ کے ساتھ تھیں۔۔۔۔۔ صوبہ سرحد کا دورہ ختم ہوا تو ہم لوگ بیرون، میروں، حروں کے ملک یعنی صوبہ سندھ گئے۔۔۔۔۔ ہمارے اکثر جلسوں میں پیر صاحبان اپنے سینکڑوں مریدین کے ساتھ سعادت بخشے، رونق بڑھاتے اور جلسوں کو کامیاب کرنے کیلئے تشریف لایا کرتے تھے، ان بزرگوں کی موجودگی سے سب طرف ہمدردی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ختم زووں کے ہمدرد اور پر۔۔۔۔۔ حال ہر جگہ کثیر تعداد میں موجود ہیں (صدیق علی خاں) (۸۰۸)

متعجب مسلمان جماعتوں کے علاوہ برصغیر کے تمام مسلمانوں نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا جن میں علماء حق، اولیائے کرام، بزرگان دین، سیاسی اکابرین، صحافی، دانشور اور غالب علم بھی شامل تھے (کرمل ریشاڑو سلطان ظہور اختر باڈی کار: قائد اعظم) (۸۰۹)

مسلم لیگ میں علماء تو بہت تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں بہت اچھا کردار ادا کیا مگر تحریک پاکستان میں مشائخ نے وہ کردار ادا کیا جس کے پیش نظریہ فتویٰ دے دینا ہرگز بے جا نہ ہو گا کہ پاکستان دراصل بنایا ہی مشائخ نے تھا (شیر محمد خان سیال) (۸۱۰)

مشائخ حضرات یعنی مزارات سے متعلق صوفیائے کرام، وہ عموماً مسلم لیگ کے ساتھ تھے (علی مختار) (۸۱۱)

ہوتے جارہے ہیں تو جمعیت (علماء ہند) کے مٹھی بھر افراد اپنی خست حالی گئے ساتھ کیا کر سکیں گے (مولوی حسین احمد رومندی) (۸۰۲) ان کے لیے یہ کہ یہ لوگ اسے جو بھی چاہیں پہلے اگرچہ مذہبی جماعتیں موجود تھیں لیکن ان کی حیثیت سیاسی جماعتوں کی نہ تھی، بریلوی علماء مسلم لیگ ہی میں ضم تھے (ڈاکٹر اسرار احمد) (۸۰۳)

تحریک پاکستان کے دور میں تعاون تھا۔۔۔۔۔ تمام بریلوی کتب فکر اور تمام مشائخ کا مسلم لیگ کے ساتھ (ڈاکٹر اسرار احمد) (۸۰۴)

ہندوستان کے علماء کرام کے متعلق ایک عدد نہیں۔۔۔۔۔ عام ہے اور وہ یہ کہ ہندوستانی علماء کرام پاکستان اور مسلم لیگ کے مخالف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ علمائے اسلام کی غالب اکثریت اس وقت بھی مسلم لیگ کے ساتھ ہے اور علماء میں پاکستان کے مخالف تو شاید نادر ہی ملیں گے، علمائے کرام۔۔۔۔۔ حلق یہ بہتان اس لئے عام ہو گیا کہ لیگ کے دشمن پریس نے ان علماء کے بیانات اور سرگرمیوں کو بہت زیادہ اہمیت شرت دی جو کسی نہ کسی وجہ سے مسلم لیگ کے مخالف ہیں اور لیگ کے حامی و موید علماء کے متعلق ان اخباروں میں کبھی ایک سطر بھی شائع نہیں ہونے پائی (اداریہ نوائے وقت) ۶۔

تقریب (۱۹۳۳) (۸۰۵)

مولانا (ابوالکلام آزاد) نے نظریہ پاکستان کو غیر اسلامی اور یودیوں کے مطالبہ کے مطابق بتایا جبکہ ہندوستان بھر کے علمائے دین نے اس کی تائید اور دوقوی نظریہ اور مسلم لیگ کی حمایت کو قرآن و سنت کی رو سے لازمی اور عین اسلامی قرار دینے کے فتوے جاری کئے، صوفیائے کرام اور مشائخ حنین عام کی اکثریت نے ان کی تائید فرمائی اور قائد اعظم کی قیادت

مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کو ایک دینی فرض قرار دے کر بھر کے مسلمانوں کو جدوجہد میں مصروف رہنے کیلئے جلد جلد متفقہ کر کے ان سے عہد لے (عشرت رحمانی)

مذہبی عناصر میں سے قریب قریب تمام مشائخ اور اکثر علماء مسلم لیگ سے وابستہ تھے تو جمعیت العلماء ہند مولانا

جینٹل سیشن

الحیاء السہیل

پولی روڈ (۱) صدر بازار (۲) لاہور چھادنی

طور پر مسلم لیگ اور تحریک پاکستان سے تعاون کیا ' وہ بریلوی فرقے نے اس فرقے کے عوام ' علماء و مشائخ اور سجادہ نشین حضرات نے نہ صرف مسلم لیگ کی حمایت اور تحریک پاکستان میں شمولیت اختیار کی بلکہ اس تحریک سے اختلاف کرنے والوں کی حمایت بخفی سے مذمت بھی کی (پیام شاہ جہانپوری) (۸۱۳)

بہت صوبہ سرحد کی مسلم لیگ اس زمانہ میں بہت منظم اور طاقتور ہو گئی تھی ' ہماری خوش بختی سے ہر صاحب نام کی شریف مدد اپنی روحانی طاقتوں ' مریدوں اور جان نثاروں کے مسلم لیگ کے پرچم کو تھامے ہوئے قائد اعظم کی قیادت میں منزل مقصود کی طرف بڑے بڑے ڈگ بھرتے ہوئے چلے جارتے تھے (صدیق علی خاں) (۸۱۵)

تحریک پاکستان میں صرف علماء اہل سنت ہی مسلم لیگ کے ساتھ تھے (جناب جمعیت علماء پاکستان میں ہیں) (خواجہ خیر الدین - ممتاز مسلم لیگی رہنما) (۸۱۲)

قیام پاکستان کے وقت صرف ایک بریلوی مکتب فکر ایسا تھا جو مسلم لیگ کے ساتھ تھا ' ان کی ہمدردی مسلم لیگ کے ساتھ تھی ' دیوبند کی ساری ہمدردی کانگریس کے ساتھ تھی - شبیر احمد عثمانی کو (دیوبندی حلقہ سے) نکالنے والوں میں میرا بھی ہاتھ ہے کیونکہ میں اس وقت علاقائی مسلم لیگ کا سیکرٹری ہوا کرتا تھا - ہم مولانا شبیر احمد کے پاس گئے اور انہیں لے کر آئے ' جب وہ تشریف لائے تو مولانا حسین احمد (صدر دیوبند) تاجاؤ توڑ دیا - (جسٹس آفتاب حسین) (۸۱۳)

مسلمانوں کے بڑے بڑے فرقوں میں جس فرقے نے مکمل

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

"امام مذہب حنفی سیدنا امام ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں امارجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوکذب اوعلیہ او تنقصہ فقد کفر باللہ و بانت من امراتہ جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اور اس کی جو رد اس کے نکاح سے نکل جاتی - دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے اس کی جو رد نکاح سے نکل جاتی ہے کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا اہل قبلہ نہیں ہوتا؟ سب یکجہ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ نہ کلمہ مقبول ' والعیاذ باللہ رب العالمین (حسام الحرمین فاضل بریلوی)

امام ربانی حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

فرمایا میں رب کو اس لئے رب مانتا ہوں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رب ہے۔

فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہترین نصیحت اور عمل ہے۔

فرمایا شریعت کے تین جز ہیں علم عمل اخلاص - جب تک یہ تینوں جز متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو گویا خدا تعالیٰ نے اُن کی رضا مندی حاصل ہو گئی جو دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔

فرمایا حنفی طریقہ کی قرآنیت دریاے عظیم کی طرح ہے - باقی طریقہ اس کے سامنے حوض اور چھوٹی چھوٹی نہروں کی طرح ہیں۔

فرمایا ظاہر دیکھئے میں محمد بنی نظر آتا ہے کہ اہل اسلام کی کثرت حضرت امام اعظم کے طریقہ پر ہے۔

فرمایا اپنے عقائد کو چھیڑ بیٹھنے والے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کریں۔

قائد اعظم محمد علی جناح اہل سنتی مسلمان و مشائخ

قیادت قبول کرنے کی وجہ

یاد رکھیے مولویوں کو شکایت یہ تھی کہ چونکہ قائد اعظم محمد علی جناح مجدد دین سے ناواقف بلکہ بقول مولوی حسین احمد دہلوی "مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت متعصب بھی تھے" اس لئے مسلمانوں کیلئے شرعاً یہ جائز نہ تھا کہ وہ ان کی قیادت میں کام کریں "حیرت ہے کہ انہیں مسٹر گاندھی، نہرو، پٹیل اور دیگر ہندو لیڈروں میں اس قسم کا کوئی عیب نظر نہیں آیا اور وہ مسلمانوں کی قیادت کیلئے موزوں اور اہل قرار پائے" معلوم نہیں کس نص صریح کے تحت انہوں نے اس مسلک کو اپنایا تھا جبکہ سنی بریلوی حضرات کے اکابرین کی سوچ اس کے بالکل برعکس تھی۔

ایک دفعہ حضرت پیر غلام مجدد سرہندی مجدد سے کسی نے پوچھا "آپ مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگے ہوئے ہیں" آپ نے جواب دیا "ہمارے مقصد کو بروئے کار لانے والا صرف اور صرف قائد اعظم ہے" وہ ایک مسلمان وکیل ہے جو پیسے اور آرام کے بغیر مسلمانوں کی وکالت کرتا ہے" (۸۱۶)

اسی طرح جب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری مدظلہ پر کسی نے اعتراض کیا کہ "آپ اتنی عظیم دینی و روحانی شخصیت کے حامل بلکہ لاکھوں کے دینی و روحانی مقتدا و رہنماؤں کو ایک داڑھی منڈے شخص (مراد تھے قائد اعظم مرحوم) کے پیچھے کیسے لگ گئے اور آپ نے ایسے اپنے رہنما تسلیم کر لیا؟" تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "بھائی میں نے محمد علی جناح کو اپنا دینی یا روحانی پیشوا نہیں مانا بلکہ صرف بے قوی مقصد کے لئے ایک قاتل و ماہر اور شریف

دیانتدار وکیل کے طور پر قبول کیا ہے" (۸۱۷)

لاہور ضلع مسلم لیگ کا انجیل اجلاس بمقام "قصور منڈی منعقد ہوا۔۔۔۔۔ مولانا بشیر احمد صاحب انگریز نے دلکش اور دل افروز انداز میں واضح کیا کہ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے، اس کے مقابلے کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح مسلمان ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں (۸۱۸)

قائد پر اعتماد

علی یار خان کے مرشد مولانا عبدالباری فرنگی نعل مجدد کے صاحبزادے۔۔۔۔۔ ہوتا جمال میاں ابتدائی سے مسلم لیگ سے سرگرم کارکن تھے "وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مسلم لیگ کے اہم رہنماؤں میں شمار ہونے لگے" مولانا موصوف مشہور مسلم لیگی لیڈر مرزا ابوالحسن اصفہانی کے گہرے دوست تھے "جناب اصفہانی صاحب کا بیان ہے کہ جب مسلم لیگ کے اجلاس میں قائد اعظم محمد علی جناح مدظلہ پر اعتماد کی قرار داد پیش ہوتی تھی تو مولانا جمال میاں حمایت کرنے والوں میں سر فہرست ہوتے" (۸۱۹)

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلال پوری مدظلہ نے قائد اعظم مرحوم پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور بار بار اپنے خطبات اور دوروں کی تقاریر میں فرمایا کہ پاکستان کے مسئلہ میں ہم غیر مشروط طور پر ان کا ساتھ دیں گے "آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ حزب اللہ کی جماعت نہ صرف پاکستان کے مطالب کی زبردست حمایت کرے گی بلکہ اس کے حصول کی خاطر جو قربانی دینی پرے کی اس سے دریغ نہیں ہوگا" (۸۲۰)

مولانا عبدالخالق بدایونی مدظلہ آل انڈیا مسلم لیگ کے

انہیں تھا کہ علماء و مشائخ کا عام مسلمانوں پر بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ کسی بھی تحریک کو جس رخ پر موڑنا چاہیں، سوڑتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں جاسکتا تھا کہ کانگریسی مولوی مسٹر گاندھی کے ایماء پر کانگریس پورے ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ثابت کرنے کیسے ایزی، چوٹی کا زور رکھ رہا تھے، اس لئے مسلم لیگ کو جماعت بنانے اور مخالف مولویوں کے اثرات زائل کرنے کا خطرہ ہی علماء و مشائخ جو جدوجہد کر رہے تھے، قائد اعظم اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان سے ملاقاتیں کرتے اور دعوتیں قبول فرماتے۔

مولانا محمد بخش مسلم نے ایک انٹرویو میں فرمایا "جس دنوں پاکستان کے مخالف علماء قائد اعظم اور پاکستان کی مخالفت میں ہر ممکن ہرزہ سرائی کر رہے تھے اور میں ان تمام اعتراضات کے آثار و پودے بکھیر رہا تھا تو قائد اعظم تک میری سائی کا سیاب جدوجہد کی رپورٹ پہنچی، میاں فیروز الدین مرحوم نے قائد اعظم کو میری کاوشوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ ان پاکستان دشمن مولویوں نے میراناگ میں دم کر رکھا تھا، اب میں خوش ہوں کہ اس نوعیت کے علماء میرے مشن کو آسان تر کر رہے ہیں، پھر آپ نے میاں فیروز الدین سے کہا کہ اس آدمی کو میرے پاس لے کر آؤ، میں اس سے مل چاہتا ہوں، قائد اعظم ان دنوں نواب افتخار حسین ممدوٹ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے، میاں فیروز الدین نے کہا کہ بتاب یہ وہی شخص ہے جسے آپ نے نواب زادہ رشید علی خان کی کوٹھی پر ملاقات کیلئے پندرہ منٹ دئے تھے، اس نے قائد اعظم کو یاد آگیا اور آپ نے فرمایا کہ ان جیسے علماء یقیناً تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث بنیں گے۔

اسی طرح ایک بار قائد اعظم کی صدارت میں ایک عام میں ایک ایسا ریزولوشن پیش کیا گیا، جس میں بظاہر شریعت، زیادہ اور زمینداروں کو کم فائدہ حاصل ہو رہے تھے، اس زمینداروں میں بے چینی پیدا ہوگئی، میں نے اپنی تقریر میں سمجھتے لیا کہ اس ریزولوشن سے زمینداروں کو بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا، حاضرین میرے استدلال سے مطمئن ہوئے اور

میں پہلی مرتبہ ۱۹۱۸ء میں شریک ہوئے، اس کے بعد ۱۹۳۷ء میں تیسرا اجلاس میں مولانا نے عملی طور پر مسلم لیگ کے کاموں میں حصہ لیا اور تقسیم ملک تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے، ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کا جو عظیم الشان تاریخی جلسہ منعقد ہوا تھا، اس میں مولانا عبدالحمید بدایونی نے علماء و مشائخ اہل سنت کی نمائندگی فرمائی تھی اور قائد اعظم کے زیر صدارت قرار داد پاکستان کی حمایت میں بہت دلنشین اور اثر انگیز تقریر کی، ۱۹۴۶ء کے انتخابات اور صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مولانا کی خدمات کی بناء پر قائد اعظم نے آپ کو فاتح سرحد کا خطاب دیا تھا (۸۲۱)

۱۹۴۳ء میں دوسرے ہزاروں علمائے حق کی طرح مولانا محمد یوسف سیالکوٹی اور مولانا ابوالنور احمد بشیر نے قرآن و سنت کی روشنی میں مسلم لیگ اور پاکستان کے متعلق فرمایا "قائد اعظم مسلمانوں کے لئے خدائی عطیہ ہیں، ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہندو کانگریس کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرو، اللہ کامیابی مسلم لیگ کی ہوگی اور پاکستان بن کر رہے گا" (۸۲۲)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقہ کے خلیفہ مفتی محمد بہان الحق جلیپوری نے مولانا نے اجلاس مسلم لیگ جنوری ۱۹۴۰ء بمقام جبل پور اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا "آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے صدر اعظم قائد المسلمین، سلطان زعماء الهند مسٹر محمد علی جناح کی عمر میں، بہت نہیں، عزم و استقلال میں، صلاح و ہدایت کے ساتھ برکت و قوت عطا فرمائے اور ہمیں ان کی آواز پر بلیک کتا ہوا ان کے لائحہ عمل کو جامہ عمل پہنانے کی توفیق بخشے" (۸۲۳)

دعوتیں اور ملاقاتیں

اس میں شک نہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح، مجاہدِ ایم، ہمیشہ غرضت رہنا تھے لیکن انہیں شدت سے اس بات :

مقدم نے اس پر مسرت کا اظہار کیا " (۸۴۳)

مارچ ۱۹۳۰ء میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی، ایک طرف لکڑی علماء تھے جو موسم پروپیگنڈے سے مسلمانوں کو کچلنے کے لیے تھے تو حضرت قائد اعظم نے علماء اہل سنت سے تعاون کی بات کی، چنانچہ مولانا قاضی احسان الحق مفتی برہان کی قیادت میں اہل سنت علماء کا ایک وفد گلگت میں مسٹر محمد علی جناح سے ملا اور انہیں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا، چنانچہ مسٹر جناح نے صاف اور واضح لفظوں میں علماء اہل سنت کو یقین دلایا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد خطہ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ اور آئن و سنت کی عکاسی ہے (۸۴۵)

تحریک پاکستان کے ایک مشہور و معروف رہنما پیر زادہ محمد عزیز چشتی رقمطراز ہیں " ۱۹۳۶ء میں میرے پیر و مرشد امیر محمد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پور سیداں شریف ضلع سیالکوٹ نے میرے والد صاحب کو مشورہ دیا اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ میری زندگی مسلم لیگ کے لئے مسٹر محمد علی جناح کے ایک سپاہی کی حیثیت سے "وقف" کرنا چاہتے ہیں، میرے والد صاحب (جو خود بھی تحریک پاکستان کے حامی تھے) نے میرے پیر و مرشد کے مشورہ کو قبول کر لیا۔

اپریل ۱۹۳۶ء کی گرمیوں کی ایک گرم دوپہر کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس لاہور کے موہنی دروازہ کے برکت علی محمد ہال میں منعقد ہو رہا تھا، میں نے مینٹک کے وقفے کے دوران مسٹر محمد علی جناح کو اپنے پیر و مرشد اور اپنے والد صاحب کے دو خطوط پیش کئے جس میں ان دونوں عظیم ہستیوں نے میرے لئے یہ تحریر کیا تھا کہ ہمارا یہ بیٹا بہت اچھا فرد ہے، ہم نے اس کی زندگی مسلم لیگ کیلئے وقف کر دی ہے، اسے اپنے سپاہیوں میں شامل فرمائیں، مسٹر محمد علی جناح نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مولانا شوکت علی مرحوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ نوجوان ضلع ٹھکری (اب ساہیوال) میں

ہمارا مجاہد اہل سنت ہے" اس موقع پر ان کے ہونے سے ان کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں مسلمانوں کو کچلنے کے لیے ایک پاک فوج شریف کا ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۰ء تک جو حصہ لیا، وہاں رہا " (۸۴۶)

"قائد اعظم سے میری چار ملاقاتیں ہوئیں، پہلی ملاقات ۱۹۳۶ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ہوئی، دوسری ملاقات ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ منٹو پارک (اقبال پارک) میں ہوئی، تیسری ملاقات ۳۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو پنجاب صوبائی مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ سیالکوٹ کے موقع پر ہوئی اور چوتھی ملاقات اپریل ۱۹۳۳ء کو نشاط باغ سرینگر میں اس وقت ہوئی جب میرے پیر و مرشد نے قائد اعظم کو عصرانہ دیا " (۸۴۷)

مولانا عبدالستار خان نیازی نے ایک انٹرویو میں فرمایا " ۱۹۳۸ء کے اواخر میں مجھے "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کا صدر منتخب کیا گیا تو میں نے بحیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ کانٹیننٹوشن کمیٹی کے لئے خلافت پاکستان اسکیم مرتب کی، اس اسکیم پر مشتمل کتابچہ پھپھو کر کمیٹی کو ارسال کیا گیا اور ۱۹۳۹ء میں دہلی جا کر ذاتی طور پر مجھے قائد اعظم محمد علی جناح کو اپنی یہ اسکیم پیش کرنا تھی چنانچہ جب میں دہلی پہنچا تو دستور کمیٹی کا اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ گل رعنا ہارڈنگ روڈ نیو دہلی میں قائد اعظم سے پہلی ملاقات ہوئی، میں نے اسکیم کا نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے فرمایا - تمہاری اسکیم تبارک زیر غور ہے، انہوں نے اسی موقع پر جو جملہ کہا وہ مجھے ترجیح بھی یاد ہے، قائد اعظم نے فرمایا - your scheme is very hot (تمہاری اسکیم بہت گرم ہے) میں نے برکت جواب دیا This hot, because it is born from boiling heart. (یہ اس لئے گرم ہے کہ یہ لھولتے ہوئے سینے سے نکلی)

فون پارٹی ڈیکوریٹو ڈیزائننگ

نئی دکان

۶۰۸ - دہلی روڈ ہزار لاہور کینٹ

نیاسامان

پروپرائیٹر
شہباز شیخ
فون ۲۷۲۹۳۲

ہے) " (۸۲۸)

مولانا نیاز نے کہا کہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے تقریباً پاکستان کو عوامی مقبولیت دلانے کے لئے ۱۹۴۱ء میں قائد اعظم کی زیر صدارت آل پاکستان کانفرنس منعقد کی جو کہ اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں منعقد ہوئی اور جس میں مطالبہ پاکستان پر مشتمل اجلاس کی مرکزی قرار داد پیش کرنے کا شرف مجھے ہی حاصل ہوا، نیز اسی کانفرنس میں قائد اعظم کی صدارت ہی میں ایک آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی قائم کی گئی جس کا جنرل سیکرٹری مجھے منتخب کیا گیا۔ (۸۲۹)

قائد اعظم سے ایک اور ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیاز نے بتایا کہ "جب ۱۹۴۱ء میں قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات ہوئی تو قائد اعظم بڑی محبت سے ملے، میرے ساتھ مولانا ابراہیم علی چشتی تھے، میں نے قائد اعظم سے پوچھا کہ جناب آپ اپنی تقریروں میں اسلام کا ذکر تو کرتے رہتے ہیں مگر اس کی تفصیل کیوں نہیں بیان کرتے جبکہ اسلام کا اپنا ایک سیاسی و معاشی تصور ہے جسے خلافت علیٰ مشنان نبوت کہتے ہیں تو قائد اعظم نے پوچھا، آپ کی عمر کتنی ہے؟ میں نے عرض کیا، پچیس سال تو فرما نے لگے کہ نیاز تم اتنی کم عمر میں میری مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے، میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ درست ہے کہ آپ کی عمر زیادہ ہے لیکن جس حقیقت کا مجھے اور اک ہے، آپ اس تک نہیں پہنچ سکے، انہوں نے پوچھا کہ آپ کی اسکیم کیا ہے؟ تو میں نے اسلام کے سیاسی نظام اور خلافت راشدہ کی تفصیلات ان کے سامنے بیان کر دیں، اس پر قائد اعظم نے فرمایا کہ اگر میں ساری باتیں اب ہی بیان کر دوں تو ہمارے دشمن ہوشیار ہو جائیں گے اور وہ ہمارے راستے میں مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیں گے مگر میں اپنی بات پر اڑا رہا جس پر قائد اعظم نے فرمایا کہ ہمارا اور آپ کا مقصد ایک ہی ہے ہمیں اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے، میں اس مقصد تک پہنچنے کیلئے اپنا انداز اختیار کروں گا، وحالی کہنے کی گفتگو کے بعد جب ہم واپس جانے لگے تو قائد اعظم ہمیں دروازے تک چھوڑنے آئے" (۸۳۰)

امام احمد رضا فاضل بدایونی قدس سرہ کے خلیفہ مفتی محمد

برہان الحق جبلپوری رحمہ نے فرمایا کہ قائد اعظم محمد علی جناح ایک مرتبہ جبلپور تشریف لائے دوران ملاقات میرے والد بزرگوار مولانا عبدالسلام رحمہ نے اس امر پاکستان بن جانے کے بعد یہاں نفاذ اسلام کی صراحت چاہی، قائد اعظم نے نہایت پر عزم لہجہ میں فرمایا۔ مولانا جداگانہ مسلم قومیت کی بجائے خود مختار ریاست کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کریں، قائد اعظم نے مزید کہا، مولانا دعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے (۸۳۱)

قائد اعظم نے پیر صاحب عبداللطیف زکوٹی شریف سے ذریعہ اسماعیل خان میں ملاقات کی اور انہیں یہ فرض تفویض کیا کہ وہ مسلمانان سرحد کو پاکستان کے حق میں ہموار کریں، پیر صاحب زکوٹی شریف نے اوائے فرض کا حق ادا کر دیا، بتویب سے شمال تک ہزاروں میل پر محیط اس بے مثال صوبہ کا طول و عرض پیر صاحب کے جذبوں کے سامنے گویا ایک جست ثابت ہوا، وہ جہاں جاتے، لاکھوں مسلمان انکی راہ میں آسمیں بچھاتے، پیر صاحب اپنی بے بدل خطابت کے طفیل چند لمحوں میں وہ سارے قلعے سسار کر دیتے جو کانگریس اور اس کے ہمنواؤں نے سالہا سال کی محنت سے تعمیر کئے ہوئے تھے، پورا صوبہ پیر صاحب کی "عدائے دلہند" سے گونج رہا تھا (۸۳۲)

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمہ نے ایک انٹر ویو میں بتایا کہ "جناح صاحب سے میری ملاقات پاکستان بننے سے قبل کا خیالوار کے مشہور شہر گوہنل میں ہوئی، جہاں وہ روزنامہ "ڈان" کے چندے کی فراہمی کیلئے گئے ہوئے تھے، میں نے ان سے پاکستان میں اسلامی قانون جاری کرنے سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فوراً ہی کتب و سنت کی روشنی میں قانون بنانے کا یقین دلایا، نواب محمد اسماعیل خان صدر صوبائی مسلم لیگ تو میرٹھ ہی کے تھے، ان سے بار بار تبادلہ خیالات ہوتا رہا، سردار عبدالرب شتر مرحوم، خان لیاقت علی خان شہید، چوہدری خلیق الزمان مرحوم اور نواب سر محمد یامین خان مرحوم سے اکثر ملاقاتیں رہتی تھیں" (۸۳۳)

حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمہ نے

نورانی خاندان سے تعلقات

مولانا شاہ احمد نورانی پاکستان کی تشکیل کے لئے سرگرم جدوجہد فرما چکے تھے۔۔۔ ان کی ابھرتی ہوئی جوانی فطری نیکی، خاندانی جذبہ دینی نے ان کو نئے حالات کے مطابق دینی جذبہ عطا کیا، امام نورانی کے والد ماجد کے علاوہ مولانا کے دو بھائی مولانا نذیر احمد فوجی، مولانا احمد مختار صدیقی کی خدمات سے مسلم لیگ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔۔۔ مولانا احمد مختار صدیقی بمبئی میں خطیب تھے، پاکستان کی بانی حضرت قائد اعظم ابن کے نیاز مندوں میں شامل تھے، مولانا کے پاس قائد اعظم کبھی کبھی حاضری دیتے تھے، مولانا احمد مختار صدیقی عربی، انگریزی،

اردو، اور دوسری زبانوں میں بڑی دسترس کے مالک تھے، قائد کے معیار کے عالم دین تھے، چنانچہ قائد اعظم کی شاہی کا خطاب اٹھا کر انہوں نے ”رتن بائی“ سے نکاح کیا ہے، رتن بائی کے بارے میں مجلس احرار، جمعیت علمائے ہند، یونینٹ پارٹی نے شور مچایا کہ وہ آتش پرست ہے، غیر مسلم ہے۔ مگر شورش کاشمیری نے اپنی کتاب ”ہوئے گل عالم دل دود چراغ محفل“ میں اعتراف کیا ہے کہ رتن بائی مسلمان ہو گئی تھیں اور مولانا احمد مختار صدیقی نے انہیں مسلمان کرنے کے ساتھ قائد اعظم سے نکاح بھی پڑھایا، مولانا نورانی کے دوسرے بھائی حضرت مولانا نذیر احمد فوجی بھی قائد اعظم کے دست راست تھے، انہیں قائد نے مغربی ممالک میں تبلیغ دین کے ساتھ تحریک پاکستان کی حقیقت سے آشنا کرنے کی ہدایت کی تھی، مولانا نورانی کے والد مکرم بھی امامت میں قائد نے پہلی مرتبہ نماز عید پاکستان میں ادا کی (۱۳۶)۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں شرعی قوانین کے خلاف کی بات یاد دلانے کے لئے جس وفد نے سب سے پہلے جناح صاحب سے ملاقات کی، اس کی قیادت کا شرف بھی مولانا عبد العظیم صدیقی میرٹھی ہی کو حاصل ہوا (۱۳۷)۔

مولانا محمد بخش مسلم مرحوم نے ایک انویسٹمنٹ بنایا۔

۱۔ ملی مسائل میں گہری دلچسپی لی، مسیحہ شہید گج کے لئے ”یہ نئی پوش“ کے سرگرم رکن ہوئے لیکن جب ”تحریک پوش“ کی کوششیں بار آور ہوتی دکھائی نہ دیں تو ۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت جس کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح فرما رہے تھے، اس عظیم الشان اجلاس میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور صاحب مدنی نے اسٹیج پر پر جوش و دل پذیر تاریخی خطاب فرمایا اور تحریک نئی پوش ”کو باقاعدہ طور پر ختم کر کے جملہ اراکین مسلم لیگ میں شرکت کا اعلان فرمایا، آپ کا یہ خطاب اتنا تھا کہ قائد اعظم محمد علی جناح داو دے بغیر نہ رہ سکے یہ عظیم اور قائد امت کی پہلی ملاقات تھی، پھر یہ سلسلہ اس دوران ایک تحریک بن گیا قائد اعظم آپ سے اس قدر ہوئے کہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود آپ کی دست کو قبول فرما کر وزیر آباد شہر میں تشریف آوری کو لیا (۱۳۳)۔

۱۹۴۳ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ نور مرقدہ سری نگر تشریف فرما تھے کہ چودہری غلام عباس جو ان کے مرید خاص تھے، قائد اعظم کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے قائد اعظم کی پر تکلف دعوت اور انواع و اقسام کے ۳۵ کھانے دست خوان پر چنے گئے، ان کی رواج کے مطابق آخر میں گشتا، یا گشتا، نامی کھانا پیش کیا، اس کیلئے گوشت کو پیٹھے میں پکایا جاتا ہے۔

دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے قائد اعظم کی کامیابی، سبکدوشی کی اور دو جھنڈے عطا فرمائے، ان میں سے ایک سبز تھا، فرمایا۔ سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا ”پھر قد آور اشتہارات کے ذریعہ اعلان فرمایا، مسلمانوں لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ، میرا جو مرید مسلم لیگ میں نہیں کرے گا وہ مسلمان نہیں ہے، اس وقت میں ایک ہلالی پرچم مسلم لیگ کا اور دوسرا کٹر کا، یہ کہہ کر تم کس کے ساتھ ہو؟“ چنانچہ آپ کے تمام نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا (۱۳۵)۔

ان خطوط کو خاص ترتیب کے ساتھ جدید انداز میں کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ ناواقف حضرات کو علم ہو سکے کہ تحریک پاکستان کے دوران سنی علماء و مشائخ کو قائد اعظم کا کس قدر قرب حاصل تھا اور قائد ان کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جن علماء و مشائخ سے قائد اعظم کی خط و کتابت تھی، ان میں حضرت امیر ملت محدث علی پوری، مفتی محمد برہان الدین نیل پوری، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، غزالی زبیر، حضرت سید احمد سعید کاظمی، پیر صاحب مانگی شریف، اجماعین اور مولانا عبدالستار خان نیازی شامل ہیں (۸۳۹) ظاہر ہے کہ ان سب خطوط کو یہاں شامل نہیں کیا جاسکتا، البتہ تھوڑے بعض خطوط کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایک خاکسار کارکن نے قائد اعظم پر قاتلات حملہ کیا، حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رضویہ اس کی خبر ہوئی تو فوراً رو بہ قبلہ ہو کر حضرت قائد اعظم کی صحت و سلامتی اور درازی عمر و کامیابی مقاصد کیلئے دعا مانگا، دوسرے دن آپ نے بقلم خاص قائد اعظم کے نام ہمدردی مزاج پر سی کے طور پر ایک مکتوب تحریر فرمایا اور اپنے خلیفہ حضرت بخش مصطفیٰ علی خان کے ہاتھ بمذہب چند تحائف کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا، اس خط میں آپ نے سلام و دعا کے بعد تحریر فرمایا تھا کہ:

”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کیلئے جو کوششیں آپ کر رہے ہیں، وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں، میرا بوجھ آپ پر پڑا ہے، اس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، آپ مطمئن رہیں“ (۸۴۰)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رضویہ قائد اعظم رضویہ کی توجہ پاکستان میں اسلامی اصولوں کی بالادستی کی طرف مبذول کروائی تو قائد اعظم نے جواب میں آپ کی خدمات جلیلہ کو سپاس تشکر پیش کرتے ہوئے لکھا ”پاکستان تحریک میں مشائخ عظام کی خدمات بڑی عظیم اور قابل قدر ہیں، آپ اطمینان رکھیں، پاکستان میں یقینی طور پر اسلامی قاعدے

یعنی میں جمیعت علمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کے لئے کیا مولانا نذیر احمد خجندی، ایک جامع مسجد کے خطیب و امام تھے، مولانا نذیر احمد خجندی اپنے بھائی مولانا عبدالعلیم میرٹھی کی طرح قیام پاکستان کے لئے انتہائی تنگ و دو کر رہے تھے، آپ کو اس علاقہ میں قائد اعظم کا وکیل سمجھا جاتا تھا۔ انتخابات میں آپ قائد اعظم کے پولنگ ایجنٹ ہوا کرتے تھے۔ آپ قائد اعظم کی شخصیت پر اس طور اثر انداز تھے کہ وہ آپ کے ہر مشورے اور رائے کو خلوص دل سے سنا کرتے تھے، یہ انہی کا فیضان تھا کہ قائد اعظم جو پہلے آتما خانی اور پھر اثا عثری شیعہ تھے، آہستہ آہستہ سنی اعتقادات کا رنگ قبول کرنے لگے، قائد اعظم عید کی نماز عام مسلمانوں کی طرح اتر کے پیچھے پڑھا کرتے تھے (۸۳۸)

خط و کتابت

مختلف تحریکوں کے دوران ممتاز رہنماؤں کی آپس میں خط و کتابت کو بید اہمیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ان خطوط میں موسم کے حالات پر تبصرے نہیں کئے جاتے بلکہ حصول مقصد کیلئے لائحہ عمل تیار کرنے کے متعلق تجاویز پیش کی جاتی ہیں، شکوک و شبہات رفع کئے جاتے ہیں، ہمدردیوں کا اظہار کیا جاتا ہے اور قائد کی جانب سے اپنے معزز ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے سپاس تشکر پیش کیا جاتا ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے مختلف رہنماؤں اور کارکنوں کو بے شمار خطوط لکھے جن میں سے اکثر شائع ہو چکے ہیں لیکن افسوس کہ سنی علماء و مشائخ اور قائد اعظم کے درمیان جو خط و کتاب ہوئی تھی وہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے، بعض شائع بھی ہوئے ہیں تو اخبارات و رسالوں کی زینت بنے ہیں جو عام طور پر ایک خاص مدت گزرنے کے بعد شائع ہو جاتے ہیں اور کہیں محفوظ بھی ہو جائیں تو کسی کے پاس انہیں کھانسنے کا وقت نہیں ہوتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ

(۸۴۱) ۵۰

کیونکہ اس کے لیڈر مسٹر جناح شیعہ ہیں، پھر صاحب نے وزیر اعلیٰ کو یہ جواب دیا کہ آپ کے لیڈر سر چھوٹورام کون سے ان سنت و جماعت ہیں نقای صاحب نے مزید تبصرہ کیا کہ مسٹر جناح پ جمعیت العلماء ہند کے بعض بزرگوں کو یہ

اعتراض ہے کہ وہ داؤھی نہیں رکھتے لیکن انہوں نے یہ بھی سوچا کہ ان کے "شیخ الاسلام" حضرت قاندھی کے چہرہ چھوڑ کر یہ بھی کوئی بال ہے (۸۴۳)

ایک دفعہ امرتسر میں مسجد جان محمد میں جلسہ ہو رہا تھا حضرت امیر ملت محدث علی پوری بیٹے کی تقریر کے دوران بعض مخالفین نے سوال کیا کہ "جناح کافر ہے یا مسلمان" آپ نے بڑبڑ فرمایا "تمہیں کون سی اس کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے یہ اس کا مذہب دریافت کرتے ہو" پھر ارشاد کیا کہ "ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں، ہم سب کا کام ہے جس کو وہ کر رہے ہیں، یہ پوچھنے سے کیا حاصل کہ ان کا مذہب دمسک کیا ہے" اہل جلسہ اس اسلوب بیان سے مطمئن ہو گئے۔۔۔۔۔ پھر فرمایا "پاکستان کے مخالفین کان کھول کر سن لیں کہ پاکستان بن کر رہے گا، بارگاہ رب العزت سے اس کی منظوری ہو چکی ہے، پاکستان ہم سب کا ہے اکیلے مسٹر جناح کا نہیں ہے وہ ہمارا کام کر رہے ہیں، ہمارے وکیل ہیں" (۸۴۵)

بنتی محمد بنان الحق جلیپوری فرماتے ہیں "فقیر نے پاکستان میں۔۔۔ نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن و خدمت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں جو فقیر کی تقریریں ہیں، وہ یہ علیحدہ موضوع ہے جو چونکہ نقای قلم بند ہے مگر فقیر اپنی بات کا نہ کبھی طالب ہوا نہ اس کی اشاعت ضروری سمجھی، مسٹر جناح کے ایک شکر یہ کا خط بھی محفوظ ہے۔۔۔ نقای میری ششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم سے شرف و فخر دینا چاہیے" (۸۴۴)

ایک اعتراض کا جواب

ہم سابقہ صفحات میں کانگریسی مولویوں کے اس اعتراض پر چونکہ قانداعظم محمد علی جناح مسلک سے تعلق رکھتے تھے، بے دین ہیں اس لئے وہ مسلمانوں کی قیادت کے اہل نہیں، یہ تفصیلی تبصرہ کر چکے ہیں، اپنی اعتراض کا سامنا سنی و مشائخ کو بھی کرنا پڑا، حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد رفیع سیالوی بیٹے کو باز رکھنے کے لئے کہا گیا کہ "آپ قانداعظم روحانی مدد کے پیشوا ہیں جبکہ مسٹر جناح ظہری شیخ ہیں، پھر آپ ان کی قیادت میں کام کیوں کرتے ہیں؟" نے جواب میں ارشاد فرمایا "پاکستان صرف قانداعظم نہیں بلکہ ہم سب کی امیدوں کا محور ہے، قانداعظم کے موقف کی ترجمانی بہترین انداز سے کر رہے ہیں، اس لئے ہم ان کی کامیابی کے لئے کوشاں ہیں، پاکستان کسی ایک شخص کا کام نہیں، بلکہ یہ کروڑوں فرزندان توحید کے دلوں کی ہے" (۸۴۳)

"تو اسے وقت" کے بانی حید نقای مرحوم لکھتے ہیں۔۔۔ "پاکستان کے خاص نامہ نگار نے یہ دلچسپ تبصرہ لکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پیر خواجہ قمر الدین سجادہ سیال شریف کو خط لکھا کہ آپ مسلم لیگ کی مدد نہ کریں

A Trusted Name in Printing

Cha Cha Printing Press

- * PRINTERS
- * DESIGNERS
- * STATIONERS

1482-DACCA ROAD, SADDAR,
LAHORE CANTT. PAKISTAN
TEL: 042 381640

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



سنت و جماعت کا مستند صحیح و معتبر قرآن و حدیث

کنز الایمان

بے ادبی و بے حرمتی سے برابر بے نظیر ترجمہ بے عدیل تفسیر

ترجمہ: امام اقل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت
شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ

تفسیر: صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ خریدنے وقت کنز الایمان کا نام ضرور یاد رکھیں

پاکستان اور سنی علماء و مشائخ

مشائخ نے سو فیصد بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قیام بہ سنت کے سلسلہ میں ان کی بہت بڑی CONTRIBUTION ہے (میر غلام فرید کیلانت) (۸۳۹)

میری معلومات اور مشاہدہ کے مطابق جہاں تک بریلوی مکتبہ فکر کا تعلق ہے اس مکتبہ فکر کے علمائے کرام و مشائخ عظام نے اپنے سریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ بحیثیت اجتماعی تحریک پاکستان کی دل و جان سے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی حد تک حمایت کی ان حضرات میں خاص طور پر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پور شریف سیالکوٹ اور حضرت پیر قمر الدین بیگ سیال شریف و دیگر مجاہد نشین حضرات نے بھی بھرپور تعاون اور مدد کی، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی بیگ آبادی، حضرت مولانا جمال میاں امین حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محل لکھنؤ، حضرت مولانا برحمان الحق (سی پی) نریشک دو چار کے سوا سب علمائے بریلوی کی تحریک پاکستان میں شاندار اور مثالی خدمات ہیں (عبدالمجید بیگ جالندھری) (۸۵۰)

دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی عبدالقادر آزاد، خطیب شاہی مسجد لاہور رقمطراز ہیں "تحریک پاکستان میں بریلوی علماء میں حضرت پیر جماعت علی شاہ، مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر صاحب مانگی، پیر صاحب زکوی، غازی کشمیر غلام ابو الحسنات محمد احمد قادری، مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہ وغیرہ شامل تھے" (۸۵۱)

لفظ پاکستان کی دریافت

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ مفتی محمد

برہان الحق، بیگ نے لفظ "پاکستان" کو ایجاد کیا

قوم پرست مولویوں کی ہندو نوازی اور نصیبی کتب میں سنی علماء و مشائخ کے کارناموں کی عدم شمولیت کی وجہ سے بعض حضرات یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ تمام علماء کرام و مشائخ عظام اور ان کے معتقدین تحریک پاکستان کے مخالف تھے، لادین طبقہ نے اپنی نظریہ کو نظروں سے اوجھل رکھنے کی خاطر اس بات کو فراموش کیا کہ پاکستان مذہب کے نام پر وجود میں نہیں آیا ورنہ تمام سنی عناصر اس کے مخالف نہ ہوتے حالانکہ یہ تاثر غلط فہمی کی ہے، سنی علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی، وہ لوگ جنہوں نے براہ راست اس تحریک میں حصہ لیا، ان میں سے اکثر نے نیازی اور تقریری طور پر اس بات کی سرچ کی ہے کہ سنی اکابرین نے ان کے دوش بدوش نام لیا، اسی مولویوں کے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا اور پاکستان کی سلامتی حیثیت کو اجاگر کیا، ان حضرات کے بیانات سابقہ صفحات میں درج ہیں چند مزید شواہد یہ قارئین ہیں:

صوبہ سرحد کی سطح پر حضرت پیر صاحب مانگی شریف، پیر صاحب زکوی شریف کی خدمات بھی اب تاریخ کا حصہ ہیں، میرے خیال میں صوبہ سرحد کی پاکستان میں شمولیت ریفرنڈم کے دوران کامیابی کافی حد تک ان اصحاب کی منت ہیں (عبدالوحید خاں ایڈووکیٹ) (۸۳۶)

تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ اور مجاہد نشین حضرات نے چڑھ کر حصہ لیا (ڈاکٹر محمد عظیم) (۸۳۷)

تحریک پاکستان میں علماء اور مشائخ نے بھی بہت اہم اور اویا، بریلوی مسلک کے بعض مشائخ کی کوششیں قابل ہیں، پھر چوہدری شریف، زاہر کی سندھ کے خواجہ سلمان عرف محمود سائیں نے بنارس میں مشائخ و تقریریں کی، سید غلام میراں شاہ جمال دین والی نے جہان بند کی تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے میں نمایاں

بہت سے انتظام دیا، (محمد حمید بیگ) (۸۳۸)

نیا اسلامی عدل و انصاف پر ہو" (۸۵۵)

۱۹-۱۸ مئی ۱۹۴۵ء کو جلالپور شریف میں حزب اللہ سالانہ اجتماع ہوا، ابو الہرکات حضرت مولانا سید محمد فضل شاہ جلالپوری مدظلہ نے اپنے خطبہ صدارت میں حکومت برطانیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مناسب آزادی اور جنگی خدمات کے لحاظ سے مسلمانوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ سیاسی مراعات میں اور کے حصہ دار ہیں لیکن جب تک پاکستان کے نظریہ کے مطابق مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ ہوا، یہ مزدوم آزادی مسلمانوں کے لئے بالکل غلامی کے مترادف ہوگی۔ آپ نے دعوت پر واضح کر دیا کہ ہم اس حد تک تو کانگریس کے ساتھ ہیں کہ ہندوستان کو آزادی ملنی چاہیے اور ضرور ملنی چاہیے لیکن یہ بات کبھی بدواشت نہیں کرتے کہ انگریز سے آزاد ہو کر مسلمان ہندو کا غلام بن جائے (۸۵۶)

متحدہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں گدی نشین حضرات مرکز عمل ہو گئے بعض نے علاقائی سطح پر کام کیا اور بعض نے ملک گیر سطح پر "حضرت پیرسید ولایت علی شاہ مدظلہ نے اپنے صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی کو تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لینے کا حکم دیا تھا، چنانچہ صاحبزادہ صاحب نے تن من، دھن سے تحریک میں حصہ لیا اور گجرات میں تحریک پاکستان کی قیادت کی صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی اور نوابزادہ ممد علی خان نے سب سے پہلے قائد اعظم کو گجرات آنے کی دعوت دی اور یہ محمود شاہ گجراتی اپنے جیش کے ساتھ سب سے پہلے گرفتار ہوئے اور انہوں نے سزائے قید کاٹی" (۸۵۷)

مولانا محمد بخش بی اے (لاہور کے) لوہاری دروازے کے باہر بارغ میں ایک چھوٹی سی مسجد میں کھڑے ہو کر نماز جمعہ کے لیے میں حصول پاکستان کیلئے لیکچر دیا کرتے تھے، آپ علم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی دسترس رکھتے تھے اور نامت شہر زبان میں انگریزی کے سیاسی محفل بولنے کے

سامعین عث عث کراٹھے، ان کی تقریریں سننے سے نوجوان طبقہ خصوصاً کالجوں کے مسلمان طلباء جوق درجوق آتے، سارا بارغ بھر جاتا، مسلم صاحب کی تقریر شنیدنی اور ان کا مجمع دیدنی ہوتا تھا، وہ بڑے شیریں انداز میں خطاب کرتے، یہ چلتے چلتے رک جاتے اور کانگریسی مولویوں کے عقیدت مند اپنی سوچ کو تبدیل کرنے پر تیار ہو جاتے، یہ مسجد تحریک پاکستان کا ایک مرکز تھی (۸۵۸)

کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ نے دو قومی نظریہ کی ترویج میں اہم خدمات سرانجام دیں، خود حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضاخان مدظلہ نے دو قومی نظریہ پر متعدد اہم مضامین تحریر فرمائے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے، یہود ہندو سے اتحاد کسی قیمت کووارہ نہ تھا، تحریک پاکستان کے باب میں آپ کی عظیم بے مثال خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ آل انڈیا سنی کانفرنس کے سرپرستوں میں سے تھے۔ بریلی شریف آستان عالیہ رضویہ سے قیام پاکستان کے حق میں باقاعدہ فتویٰ جاری ہوا تھا اور مسلمانوں کو پاکستان کے لئے دھت ڈالنے کی ترغیب دلائی گئی تھی جس پر ملک کے سوا اہم کے بکثرت اکابر و مشاہیر علماء و مشائخ نے تصدیق فرمائی تھی آپ کے لاکھوں مریدین و وابستگان سلسلہ قادریہ رضویہ و جمہور اہل سنت اور آپ کے خلفاء و خلفاء نے تحریک پاکستان میں سرگرمی و دلچسپی سے حصہ لیا، یہاں تک کہ پاکستان معرض وجود میں آیا (۸۵۹) مشہور معروف صحافی جناب شوکت صدیقی صاحب، مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضاخان قادری مدظلہ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "بریلویوں کے بارے میں ایک اور قابل ذکر بات کہنے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہابیوں کے تمام گروہوں نے تحریک پاکستان کی مذہبی بنیادوں پر شدید مخالفت کی مگر قیام پاکستان کے بعد خصوصیت کے ساتھ جماعت اسلامی اور دیوبندی رہنما جو مخالفت میں پیش پیش تھے، ہجرت کرنے

جنرل سٹور کی تمام وراثتی کے علاوہ

کھلونے بیگ بے بیٹھی کھس پٹوس

کامامان بازار سے بارعایت دستیاب ہے

صدر بازار لاہور

پاپو رحبرل سٹور

اسی پاکستان میں آئے جسے وہ کافرستان کہتے نہ تھکتے تھے لیکن بریلویوں کے رہنما مولانا احمد رضا خان کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ (رضا) خان نے بیشہ تحریک پاکستان کی کھل کر حمایت کی۔ انہوں نے اپریل ۱۹۳۶ء میں تحریک پاکستان کی حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں حمایت سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا مگر قیام پاکستان کے بعد مولانا مصطفیٰ (رضا) خان نے بریلویوں کے شدید اصرار کے باوجود ہجرت نہ کی اور بریلی کے دارالعلوم مظہر اسلام کے ذریعہ اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں سرگرم عمل ہیں۔ (۸۶۰)

بریلوی حضرات کو بجا طور پر یہ شکایت ہے کہ حکومت نے ان کے اکابرین کے ان کارناموں کو اجاگر کرنے میں قابل ذکر دلچسپی نہیں لی جو ان حضرات نے قیام پاکستان کے سلسلے میں انجام دئے تھے بلکہ بعض اوقات ایسے اقدامات اٹھائے جاتے ہیں جن سے ہمارے کے دعویٰ ایک قوی نظریہ کو تقویت پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے، مثال کے طور پر نصابی کتب میں بعض ایسے اقوال کے تذکرے اور ”خدمات“ تو شامل ہیں جو دو قوی نظریے کے نہ صرف قائل ہی نہ تھے بلکہ گاندھی فلسفہ متحدہ قومیت کا عمر بھر پرچار کرتے رہے) بلکہ سنی علماء و مشائخ کا ذکر نہ ہونے

کے برابر ہے اس کے علاوہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد نے جمعیت العلماء ہند نامی کتاب دو جلدوں میں شائع کی، اس کتاب میں کانگریسی مولویوں کے خطبات ہیں جو انہوں نے مختلف موقعوں پر تصور پاکستان کے خلاف اور ہندو کانگریس کے حق میں دئے تھے، انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہندوؤں کو شائع کرنی چاہئے تھی اور یہاں اس کی جگہ ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے خطبات شائع ہوتے تو دو قوی نظریہ کو فروغ حاصل ہوتا، یہاں ہم مذکورہ خطبات کا تقابلی پیش کرتے ہوئے فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ ان کے شائع ہونے کے اصل مقامات کون سے ہونے چاہیں، پہلے ”جمعیت العلماء ہند“ نامی کتاب کے یہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

ہم ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اتحاد میں کانگریس کی شرکت پر تامل کیا جائے (۸۶۱)

ہم اگر کانگریس تمام ہندوستانیوں کی بلا تفریق مذہب ہوتی بلکہ مثل مہاسا اور مسلم لیگ وغیرہ فرقہ واریت ہوتی تو یہ (غیر ہندو) لوگ کیوں صدر مقرر کئے جاسکتے، طرح کہ مہاسا کا صدر مسلمان اور لیگ کا صدر نہیں ہو سکتا، اس کا صدر بھی کوئی غیر ہندو نہیں۔ (۸۶۲)

ان خطبات میں صرف کانگریس کے فضائل ہی مسلمانوں کے ان تمام مطالبات کی حمایت بھی کی گئی۔ مسلمانوں کو بے دست و پا بنا کر اپنے زیرِ کمان ہندوں راج قائم کرنے کیلئے حکومت۔ وقت سے اس کے برعکس سنی بریلوی حضرات کے خطبات میں اتحاد کی مخالفت، مسلم لیگ کی حمایت اور حصول پاکستان کے جدوجہد تیز سے تیز تر کرنے کی ترغیب شامل۔ اقتباس پیش خدمت ہے

”اے سنی بھائیو! اے مصطفیٰ کے لشکریو! اے خدا مستوں۔۔۔ اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاو، چلے چلو، ایک صحت رکو، پاکستان بنالو تو جا کر دم لو کہ یہ کام اے سینوں صرف تمہارا ہے“ (۸۶۳)

اپریل ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا تیسرا بمقام بنارس منعقد ہوا، حکیم محمد حسین بدر (ملک) عظیم الشان اجلاس میں بہ نفس نفیس موجود تھے، کا بیان ”اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ“ سات ہزار کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی، اس میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے لندن سے آکر وزارتِ مشن لارڈ کریس وغیرہ کو بھی شرکت کی دعوت دی، ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی عدم شرکت پر معذرت کا تار بھیج دیا“ (۸۶۴)

وزارتی مشن کو بلائے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہندوستان سے دیکھ لے کہ ہندوستانی مسلمان پاکستان سے بات بھی رضامند ہونے کیلئے تیار نہیں، اسی کانفرنس پر قراردادیں منظور ہوئی تھیں، ان میں سے ایک یہ تھی ”آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی

کے باوجود فرنگی گورنر نے سرخسریات نوانہ سے ساز باز کی اور اسے وزارت بنانے کی دعوت دے دی ' نیازی صاحب نے صوبہ سرحد اور پنجاب کا طوفانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا ' سرخسریات جہاں جاتا ' نیازی صاحب اس کا تعاقب کرتے ' میاں چٹوں میں آسام ہوتے ہوتے بچا ' سرخسریات نے تھک کر انہیں لاہور دینا چاہا ' مہ مانگی قیمت دینے کی پیش کش کی ' مولانا نے کہا " میرے لئے دولت ایمان ہی کافی ہے " زمین دینا چاہی تو جواب دیا " تم چند ایکڑ زمین کی بات کرتے ہو ہم چھ صوبوں کا پاکستان مانگتے ہیں " شریک اقتدار ہونے کا لاہور دینا تو مولانا نے کہا " اسلام کی دی ہوئی عزت ہی بہت کافی ہے " (۸۶۷)

ڈاکٹر اسرار احمد فرماتے ہیں :

" برصغیر پاک و ہند کی بیسویں صدی عیسوی کی عظیم دینی شخصیات میں ایک مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی) بھی تھے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے متعدد بار پوری دنیا کا دورہ کیا اور جن کی تبلیغ سے بالخصوص جزائر عرب السند میں اسلام کو بہت فروغ حاصل ہوا " (۸۶۸)

یہ بات اگرچہ صحیح ہے لیکن نامکمل ہے ' تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ مولانا موصوف نے مطالبہ پاکستان کو روشناس کرائے اور اس کی تشریح و توضیح کا فریضہ بھی احسن طریقے سے سرانجام دیا ' بیرونی محاذ پر ہندوؤں ' سکھوں اور انگریزوں نے اپنے اپنے طرز پر مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو احمقوں کے خواب سے تعبیر کرنا شروع کیا اور زبردست زہریلا پروپیگنڈہ کیا ' ان مکاروں کا یہ پروپیگنڈہ اس قدر کامیاب رہا کہ خود مسلمان عالم بھی برصغیر کے مسلمانوں کے اس مطالبے کو غارت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ بیرونی ممالک کے محاذ پر فوج حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمات حاصل کرے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری نواب زادہ لیاقت علی خان نے دہلی میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کی سربراہی میں ایک سرکاری کمیٹی ترتیب دی جس کے چھ

آپ نے اور اعلان کرنا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر وقت کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ حکومت قائم کریں جو قرآن حکیم اور حدیث نبویہ کی ہر قسم کی مطابقت ہو " (۸۶۹)

دورے

مولانا کو متعارف اور اس کی اہمیت واضح کرنے کے لئے سنی علماء و مشائخ نے ملک بھر کے دورے کئے ' منعقد کئے ' مساجد میں تقریریں کیں ' بیرونی ممالک میں گئے اور قیام پاکستان کیلئے راہ ہموار کی ۔

۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں حصول پاکستان ملت کا نائب قرار پایا تو مولانا عبدالستار خان نیازی گویا اس کام سے وقف ہو گئے ' وہ قریہ قریہ گھومے اور پاکستان کا پیغام تک پہنچایا ' ۱۹۳۲ء میں وہ مسلم لیگ ضلع میانوالی کے نائب منتخب ہوئے ساتھ ہی انہیں صوبائی کونسل اور آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن بھی منتخب کر لیا گیا ۔ ۱۹۳۳ء میں وہ اسلامیہ اور میں شعبہ اسلامیات کے صدر مقرر ہوئے ' چند روز صوبائی مسلم لیگ کے پروپیگنڈہ سیکرٹری بنا رہے گئے ۱۹۳۳ء جب مسلم لیگ کی صوبائی کونسل نے ان کی تجویز پر یہ

مقرر کی کہ :

" پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا "

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ

مقرر کر لیا ۔ (۸۶۹)

۱۹۳۶ء میں قائد اعظم نے مسلم نوجوانوں سے اپیل کی کہ آیا ہے کہ وہ میدان عمل میں آئیں قائد کا یہ حکم پاتے ہی عبدالستار خان نیازی نے اسلامیہ کالج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور طلبہ کو آرگنائز (منظم) کر کے مختلف مقامات پر شریعت کیا ' اسی سال وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر میانوالی کے ایل اے منتخب ہوئے لیکن مسلم لیگ کی واضح کامیابی

اس وقت یہ بات بالکل غلط ہے اس لئے کہ اسلام میں ضابطہ حیات ہے اور مسلمان کا کوئی بھی عمل اسلام کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتا سیاست بھی اسلامی نظریہ حیات کا ایک اہم شعبہ ہے یہی وجہ ہے کہ سنی علماء و مشائخ کی نظر میں قیام پاکستان اور انھیں ہمارت کیلئے جدوجہد کفر و اسلام کی جنگ تھی۔ مشہور مسلم لیگی رہنما آفتاب احمد قریشی کا بیان ہے کہ لاہور میں انتخابات (۱۹۴۶-۱۹۴۷) سے قبل جمعیت العلماء اسلام کا اجلاس ہوا، اس اجلاس میں برصغیر پاک و ہند کے علماء اور صوفیاء جلوہ گر تھے، اس اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت برصغیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری چلنے والے کی۔

حضرت امیر ملت نے تقریر کی ابتدائی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ختم غنچوں پر گر رہی ہو، چند منٹ بعد حضرت جوش و خروش سے خطاب کر رہے تھے، ان کی تقریر نے نو جوانوں کے سینوں کو جذب و جوش سے بھر دیا، حضرت امیر ملت نے برطانوی سامراج اور ان کے حاشیہ برداروں کو دعوت مبارزت دی، حضرت نے اعلان فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے کانفرنس سے حضرت کے تاریخی اور ولولہ انگیز خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا، قلمت کے بادل چھٹ گئے اور امید کا آفتاب طلوع ہوا، جنگ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے چیت لیا، حضرت امیر ملت نے اس صدی کے اداس لہجے میں بڑی شہرت حاصل کی تھی، والد مرحوم بتایا کرتے تھے کہ حضرت امیر ملت کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ شانی مسجد میں صحن کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک رسی پھیلا دی جاتی، ایک سرے کو حضرت امیر ملت تمام لیا کرتے تھے اور دوسرے سرے تک جو بھی شخص تمام لیتا اس کا شمار ان کے مریدوں میں ہوتا، اس طرح ایک دن میں لاکھوں افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی (۱۹۷۳ء)

حضرت امیر ملت کی مقبولیت کی بات آگئی تو یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے جس کے راوی سیالکوٹ کے پرانے مسلم لیگی اور شیعہ لیڈر سید مرید حسین ہیں:

”سیالکوٹ میں ایک ہندو نے اسلام قبول کیا، اس کا نام

پہلے سیکرٹری مولانا عبدالخالق بدایونی بتائے گئے۔ رکتی وقت نے اپنے اخراجات پر چھ کا قصہ کیا اور حرمین شریفین میں مسلمانوں کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور قیام پاکستان کی غرض و حمایت سے آگاہ کیا اس کے بعد دو ارکان وفد تو واپس تشریف لے آئے لیکن آپ مسلسل ایک سال تک اسلامی ممالک کے دورے پر رہے مفتی اعظم فلسطین، حسن البنا اردن کے شاہ عبداللہ، عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمن اعظم پاشا وغیرہ سے ملاقاتیں کیں، جلیوں پریس کانفرنس اور مجالس مذاکرہ سے خطاب کیا، اخبارات میں آرٹیکل لکھے۔ آپ کی ان مسلسل کوششوں کے نتیجے میں غلط فہمیاں دور ہو گئیں اور پورا عالم اسلام مطالبہ پاکستان کی حمایت کرنے لگا (۱۹۶۶ء)

مولانا کوثر نیازی مرحوم رقمطراز ہیں: ”تحریک پاکستان کے مقررین میں مولانا عبدالخالق بدایونی، مولانا جمال میاں فرقی محلی، علامہ علاء الدین صدیقی اور مولانا محمد بخش مسلم کے نام بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے، قائد اعظم کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ان حضرات نے ملک کے طول و عرض میں تقریریں لی ہیں“ (۱۹۷۰ء)

۱۹۴۶ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے اور تقریر پاکستان کو واضح کرنے کیلئے حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے صوبہ جات مدراس، سمبھار، کاشیادار، جونا گڑھ، چیتا مات، ڈہلی، یو۔ پی، پنجاب، بہار، کلکتہ، چمپیں برگہ، ضاحاک، کرناٹکی، اپنا گانگ، اور سلٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی، تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا (۱۹۷۱ء)

کفر و اسلام کی جنگ

عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے مسلم لیگ اور کانفرنس کی جنگ سیاسی نوعیت کی تھی حالانکہ

محمد تجویز ہوا، ایک جلسے میں مولانا ظفر علی خان نے اس علم دین محمد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اسلام قبول کیا ہے، اس لئے اب یہ میرا بھائی ہے، اگر اس کے اعمال اچھے ہوتے تو یہ بڑا اچھا مسلمان ہو سکتا ہے یہ سب مسلمانوں کے اچھا ہو سکتا ہے، یہ پیر جماعت علی شاہ سے بھی اچھا ہو سکتا ہے، پیر صاحب کلنام آیا تو لوگ اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ پیر صاحب کی بڑی مٹا تھی پھر مولانا دہلوی تھے، انہوں نے کہا مولانا کو روکا جائے، مولانا تو بڑے سخت آدمی تھے انہوں نے پھر کہا میں دعوے سے کمرہ لگا ہوں کہ یہ پیر جماعت علی شاہ سے اچھا مسلمان ہو سکتا ہے، پیچھے سے ایک اٹھا اس کے ہاتھ میں سوئی تھی مولانا کو مارنے کیلئے نے سوئی اٹھائی کہ اتنا مقدور مرحوم خدا انہیں فریق رست سے انہوں نے بچ بچاؤ کرا دیا لیکن اتنا ہنگامہ ہوا کہ لوگوں نے کہا کہ مولانا کو سب سے اتار دیا جائے اور انہیں جلسے میں نکال دیا جائے ورنہ ان کی جان کی خیر نہیں، مولانا کو جانا ہی دن مولانا نے جموں میں ایک جلسے سے خطاب کرنا تھا انہوں نے جموں کی گورنمنٹ کو آدیں دیں، انہوں نے مولانا جموں میں داخل ہی نہ ہونے دیا، سمیت گڑھ روک لیا (۸۷۳)

رئیس المستکلمین ابوالمجد سید محمد اشرفی محدث دہلوی نے مسلمانوں کو حنچھوڑتے ہوئے فرمایا، "ہم بڑا پاک تعلیم ہے جو پاکستان کے تصور سے لرز اٹھے اور ان میں جس کو اپنی زندگی بحال نظر آئے، اسلامی تلوار کی تلوار میں اپنی موت معلوم ہو، کیا سینوں کی سنسٹ اور ان کی اسلامی غیرت اب اس قوی و دینی جزم کو برداشت کر رہی ہے کہ ایسی درس گاہ کو مدد دے کہ اس کو زندہ رکھا جائے، ہرگز نہیں" (۸۷۳)

مطالبہ پاکستان اٹل ہے

شعبہ وزارت نے بیٹھے ہوئے جوش کا راستہ روکنے سے سرگودھا اور اس کے گرد فوج میں حضرت شیخ

الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقہ علی تارہ پابندی غائبہ کردی، آپ نے دوسرے دن ہی کچھ باغ سرگودھا میں جلسہ عام کا اعلان کر دیا، یہ اجلاس اپنے اجتماع اور جوش اور دلوں کے لحاظ سے تاریخی اجتماع تھا، آپ نے خضر حیات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے خزانے نام میں ہیں لیکن ان میں خضر کا نام نہیں ہے پھر تو کس منہ سے دھمکی دیتا ہے، پاکستان خدا اور نبی کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ جنت و جہنم میں آکر رہے گا" (۸۷۵)

پنجاب کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر ملت ریٹھ نے انگریزوں اور ہندوؤں کو لٹکارتے ہوئے متنبہ کیا کہ وہ قیام پاکستان کی راہ میں کوئی روڑا نہیں اٹھا سکتے: "حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں کہ اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں، انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے، اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے مقابلہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی، بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دیتے ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو برا نہیں کہا، یہ ان کے سچا رہنا ہونے کا ثبوت ہے خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دی ہیں میں انہیں بتا دیتا چاہتا ہوں کہ میں سید ہوں اور سید بھی موت سے نہیں ڈرتا"

ان کے بعد موصوف نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں (۸۷۶) مولانا شاہ احمد نوازانی مدظلہ العالی کے والد محترم علامہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی ریٹھ نے اکتوبر ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس کراچی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا قلعہ بنا فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدردانی قوانین پر مبنی ہے دنیا دی حکومتوں کے قوانین کو یہ لمحہ روز و شب تراجم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی خاتم النبیین والمرسلین حضرت سیدنا محمد

مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت
تربیت و تہذیب سے مبرا زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل پر حاوی
ہے۔

اس لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو قدرتی پاکستان
کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفویٰ پر
ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانیت سے
خاندانوں میں خاموش بیٹھے ہوئے پاکستانی فکر کی تعلیم و تربیت کا
فریضہ انجام دیا ہے اور وہ میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب
برصغیر کے مسلمانوں کا قدرتی پاکستان ان کا قدرتی مقدر بن چکا
ہے۔" (۸۷۷)

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جالپوری رحمہ اللہ نے
کانگریس کو جواب دیا کہ مسلمان اپنی تعداد کے مطابق حقوق لے
کر رہیں گے، ہم اتنے بے غیرت اور بے حمیت نہیں کہ اپنے
فصل کے قوت پر خود دستخط کر دیں، آپ نے ہندوؤں کو یقین
دلا دیا کہ ہندوستان میں پاکستان بنے گا اور ضرور بنے گا، حکومت
برطانیہ مجبور ہوگی کہ پاکستان کی تصدیق کرے اور بالآخر ہندو
خود مجبور ہوں گے کہ اسے منظور کر لیں اور مسلمان جب تک
زندہ ہے اور دس کروڑ نفوس میں سے ایک فرد واحد بھی باقی
ہے وہ انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندوؤں کی غلامی پر گزر قبول
نہیں کرے گا (۸۷۸)

رئیس المشائخ سید محمد اشرفی محدث
کچھوچھو مقدس سرہ نے اپریل ۱۹۴۶ء کی سنی کانفرنس بنارس
میں جو تاریخی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا، اس نے برصغیر
پاک و ہند کی سیاست کا نقشہ بدل دیا، کانگریس مولویوں کے کان
کھڑے ہو گئے، ہندو لیڈروں کے ہوش دھواں گم ہو گئے، اس
خطبہ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"میں نے عرض داشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ
استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کبھی جبکہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے،
ملک میں اس لفظ کا استعمال روز بروز (عامیوں) بن گیا ہے،
درد و روار پر پاکستان زندہ باد، تجلیوں کی زبان میں پاکستان ہمارا
حق ہے، نعموں کی گونج میں پاکستان لے کے رہیں گے،
مصدقوں، خاندانوں میں، بازاروں میں، دروازوں میں لفظ

پاکستان لہرا رہا ہے، اس لفظ کو پنجاب کا یونیٹس، سندھ کی
استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لہجے میں بولتا ہے اور
سینوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا اور جو لفظ مختلف ذہنیاتوں نے
استعمال میں ہو، اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں جب تک
بولنے والا اس کو واضح طور پر نہ بتا دے، یونیٹس کا پاکستان
وہ ہوگا جس کی مشیر مراد ہو گندرتکھ کے ہاتھ میں ہوگی
ایک کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چھٹی ہیں کہ اب تک
اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے
ایک دوسرے سے لڑتے بتائے، اگر یہ صحیح ہے تو ایک کا باقی
کمانڈ اس کا بندہ دار ہے لیکن جن سینوں نے ایک کے اس
پیغام کو قبول کیا ہے اور جس یقین پر اس مسئلہ میں ایک کی
تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے
ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو جس میں غیر
مسلم زمینوں کے جان و مال عزت و آبرو کو حسب حکم شرعی
امن دی جائے" (۸۷۹)

قیام پاکستان کے سلسلے میں سنی اکابرین کی شاندار اور بے پناہ
روزگار جدوجہد و خدمات کو اجاگر کرنے میں ان کے معتقدین
کی ناکامی کی وجہ سے عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ
اس کتب فکر کے بعض مشائخ نے اگرچہ قائدانہ رول ادا کیا
ہے لیکن بحیثیت جماعت یہ لوگ تحریک پاکستان بلکہ سرے سے
سیاست سے ہی الگ رہے، اس غلط فہمی کو رفع کرتے ہوئے
محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی فرماتے ہیں:

(تحریک ترک موالات کے بعد) بریلوی کتب فکر کی
قیادت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے ہاتھوں میں آگئی۔
جمیعت علماء ہند کے علماء کے برعکس وہ ۱۹۳۸-۳۹ء میں اس
بات پر یقین کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک برصغیر پر اپنا
اقتدار قائم نہیں رکھ سکیں گے، ان کے لئے یہ سوال شدت
اختیار کرتا جا رہا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار کون سنبھالے
گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں پر
مشتمل مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیے،
اس لئے جو بنی قرارداد پاکستان منظور ہوئی، اس کتب فکر سے
تعلق رکھنے والے علماء نے جنہوں نے اس سے عمل بھی

یہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد تھی۔ یہی وہی ہے جو پاکستان کی دولت کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ "وزارتی مشن کو سیدھے مولانا نے فرمایا: اگر دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت (مسلم لیگ) کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج نہایت الناک ہوئے۔" (۸۸۲)

ایک اور موقع پر فرمایا: "ہم ملے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو۔ ہم پاکستان چاہتے ہیں اور پاکستان حاصل کر کے رہیں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے" (۸۸۳)

حضرت غلام مجدد سرہندی اپنی کتاب "صور اسرائیل" میں رقمطراز ہیں:

"آج مسلمان ہند نے جو پاکستان کا علم اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہے مجھے یقین ہے کہ ہر کلمہ کو مسلمان اس کی عظمت و قائم کرنے کے لئے سر دھڑکی کی بازی لگا کر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرے گا" (۸۸۴)

۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو میرٹھ میں پولیٹیکل کانفرنس شری مسلم لیگ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری مدظلہ نے فرمایا:

"لفظ پاکستان کو سنتے ہی بد نصیبی سے مسلمانوں کی بھی ایک مختصر جماعت متحدہ ہندوستان کانٹرو لگائے لگتی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت پر لمبے لمبے دعوے کئے لگتی ہے، ہاں ہاں ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے لیکن یہ اس اتحاد کے قریض کو ہمارے ذمے عائد کرنے والے کبھی یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم نے ہندوؤں سے اتحاد کر کے کیا پایا اور اس ہندو مسلم اتحاد کا جو رد عمل ہوا، کیا اسکو فراموش کر دیا گیا۔

آج جبکہ ہر ہندو جس طرح رام راج کا خواب دیکھ رہا ہے اور ملت اسلامیہ کو حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتا ہے تو کیا اس کی ضرورت نہ تھی کہ علماء ملت و زعماء قوم مسلمانوں کے سامنے کوئی لائحہ عمل پیش فرمائیں، پھر تعالیٰ اس ضرورت کے پیش نظر یہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی ہے

کانفرنس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی، قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا، انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع تر کر دیا اور ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی جدوجہد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے بذات خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور اس کے متعدد چھوٹے اور بڑے شہروں اور قصبہ میں تقریریں کیں، تنظیم کا نیا دستور تیار کیا گیا اور اسے نیا نام دیا گیا، "آل انڈیا سنی کانفرنس"، اس کا نام "جمہوریہ اسلامیہ" رکھ دیا گیا، اس کے ارکان پاکستان پر اس قدر اعتقاد رکھتے تھے کہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے "جمہوریہ اسلامیہ" پنجاب کے آرگنائزر مولانا ابوالحسنات کو ایک خط میں لکھا: "جمہوریہ اسلامیہ کو کسی بھی صورت حال میں پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونا قبول نہیں، خواہ جتنا خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں، کیونکہ مشن تجاویز سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا" (۸۸۵)

مولانا عبدالخالق بدایونی مدظلہ نے فرمایا کہ "آپ سب کو میں وہی بات کہہ دیتا چاہتا ہوں جو ایک ہفتہ قبل قائد اعظم سے کہی تھی کہ اگر مسلم لیگ اپنے مطالبہ پاکستان سے ہٹ گئی تو کیا پرواہ مگر آل انڈیا سنی کانفرنس مطالبہ پاکستان سے نہیں ہٹ سکتی، اگر خدا نے چاہا اور اس کے مقدس حبیب ﷺ کو منظور ہوا تو ہم ہر ممکن طریق پر پاکستان حاصل کر کے رہیں گے" (۸۸۶)

سر دھڑکی بازی

مولانا عبدالخالق بدایونی مدظلہ نے اپنی پوری زندگی حصول پاکستان کیلئے وقف کی تھی، تحریک پاکستان کے مرکزی لیڈروں سے لے کر اہل کارکنوں تک مولانا کی مخلصانہ اور بے خدشات خدمات کے معترف ہیں، موصوف فرماتے ہیں:

"ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے پاکستان اس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے، ہم آزادانہ زندگی بسر کرنے کے لئے

میں صاف کر دیا ہے کہ پاکستان بنانا صرف سینوں اور پاکستان کی تعمیر آل انڈیا سنی کانفرنس ہی کرے گی میں سے کوئی بات بھی نہ مبالغہ ہے نہ شاعری نہ سنی سے غلو کی پتا پر ہے پاکستان کا نام بار بار لینا جس سے کوڑے ہوتے ہیں اسی قدر پاکوں کا وحیفہ ہے اور اپنا اپنا سوچے جائے "ٹھٹھے بھٹھے" کھاتے پیتے پورا نہیں کرتے پاکستان کارنیاں است "یہ ملک کی کسی سیاسی جماعت کا نام کیلئے نہیں کہا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے اظہار بلا خوف، لوم لا تم کردیا ہے "اول تو مسلم لیگ کوئی نئی ایسا نہیں جو پاکستان کے ساتھ لفظی نہ رہتی ہو "الکفر ملکہ واحدہ" سارے ناپاکوں کے اندر بے شمار اختلافات رکھتے ہوئے پاکستان کے خاتمہ کی بات ہے اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام نہیں اور میں پاکوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اس کو بنایا ہے اور یہ دیکھا جائے گا تو وہ صرف سنی ہیں "پاکستان اسلامی قرائنی آزاد حکومت ہے" مسلم لیگ سے کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید الاحسان صاحب سجادہ نشین مانگی شریف (سید نکوایا ہے اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا اس کا دفتر کون رہے گا اور اس کا بجٹ سارے ملک اٹھائے گا؟ ان حقائق میں کیا اس دعوے کی رو نہیں کہ پاکستان صرف سینوں کو بنانا ہے " (۸۸۷)

ہفت روزہ "ہمدرد" دہلی کا ۱۲ جولائی ۱۹۷۱ میں ہوا نے تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کی حمایت میں ادا کیا "یہ رسالہ صدر الافاضل حضرت مولانا محمد مراد آبادی مدظلہ کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا اور کانفرنس کا علمبردار تھا۔

----- مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ نے یہ طے کیا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ہم اپنی تمام تمدنی، معاشرتی اور مذہبی خصوصیات کے ساتھ آزاد حکومت (قائم) کریں جس کو آپ اسلامی حکومت تسلیم کیجئے یا پاکستان کا نام دیجئے۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ کانگریس مسلمانوں کے اس مطالبہ پر کیوں چراغ پا ہے "اگر رام راج کا خواب دیکھنے والے اس کروڑ فرزندوں کو حید پر اپنا اشتہاد قائم کرنے کی فکر میں ہیں تو میں بیانگ دہل ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قدرت کے غیر مرئی ہاتھوں نے جن صوبوں میں ہماری اکثریت رکھ کر ہم کو آزاد حکومت کرنے کا حق عطا فرمایا ہے "اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی" حقیقتاً مطالبہ پاکستان اسی قدرتی تقسیم کی تحلیل کیلئے ہے جس کے حصول کیلئے ہمارے خون کا آخری قطرہ بنے کیلئے تیار ہے " (۸۸۵)

۱۳ - اکتوبر ۱۹۷۱ء کو بمقام حیدرگاہ بندر روڈ کراچی ایک عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ظہور الحسن دس دہائیوں نے فرمایا:

"پاکستان کے ہم حای ہیں " ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکامات نافذ ہوں " جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں " جہاں پاک لوگ ہمیں "نماز" روزہ" حج" زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو " جہاں مساجد و مقابر کی حرمت کو ملحوظ رکھا جائے " جہاں لادجیبیت اور دہریت کی ہشیادیں اکھاڑ کر ہیبت دی جائیں " ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے " (۸۸۶)

رئیس المتکلمین حضرت مولانا سید محمد محمد کچھ چھوٹی مدظلہ نے ۷ جون ۱۹۷۱ء کو پیش اجلاس سنی کانفرنس انیس سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اس بات کی تائید کی کہ پاکستان بنانا سینوں کا کام ہے اور یہی سنی بریلوی طبقہ ہے جو مسلم لیگ میں ہے "سید صاحب نے فرمایا: "حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے اور آخر

۳۰ جون ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں ایک مضمون "قانون قدرت کے مطابق ہے" شائع ہوا تھا "اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں" مضمون کا عید اللہ قادری نعیمی مفتی اعظم چوڑ گڑھ (سوات) ہیں

آزادی اور اسلام کی سرپرستی کا نصب العین تھا۔ جب سے والد صاحب کا کتب خانہ اور دو خانہ سکھوں نے جلاوطن ہمارے کتب خانہ امرتسر کا کتب سے بڑا کتب خانہ تھا اس میں ۲۵ ہزار کتابیں تھیں تو اس وقت لوگ والد صاحب سے اظہار افسوس کرنے آئے تو والد صاحب کے الفاظ تھے کہ جب پاکستان بن جائے گا تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری یہ قربانی ہوگی (۸۸۹)۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ پاکستان کچھ خیر میں سنی بریلوی حضرات کا خون مہینہ شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ تقسیم ہند کے بعد بھی آج تک توڑ پھوڑ کی سیاست میں حصہ نہیں لیتے تاکہ انکا بنایا ہوا ملک نقصان اور عدم استحکام سے محفوظ رہ سکے۔ یہ اسکی سلامتی اور خوشحالی و ترقی کیلئے زندگی کی آخری سانس تک دعائیں مانگتے رہے ہیں مولانا محمد بخش مسلم نے وفات سے چند دن پہلے روزنامہ جنگ کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

”کراچی کے واقعات اور ملک میں جماعتوں کی جانب سے مسلسل ہنگامہ آرائی نے تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے افراد کو بیمار کر کے دکھا دیا ہے، انہوں نے کہا کہ اب آخر میں میری سب سے بڑی خواہش تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہر وقت سے محفوظ رکھے اور اندرونی و بیرونی دشمنوں سے بچائے“ (۸۹۰)۔

گولڈ میڈلسٹ شخصیات

۱۹۸۷ء میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والوں کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہر حقیقت پسند شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو لوگ موجودہ دور میں باقی پاکستان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا نام بھی اس میں شامل نہیں، تنقید یافتگان ۱۹۸۷ء کی فہرست میں

”آج ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قیام پاکستان کے لئے شہادت کی بازی لگا چکے اور اپنے خدا، صرف اپنے خدا کے بھروسے پر عزم مصمم کر چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو کر رہیں گے مگر چونکہ حکومت اور اکثریت کے غلام بعض نام کے مسلمان بھی ایسے ہیں کہ پاکستان کی مخالفت اپنی ذاتی غرض کی بنا پر کر رہے ہیں لہذا ان کے لئے یہ مقبول لکھا جاتا ہے، وہ چشم حقیقت سے غور کریں کہ مطالبہ پاکستان قانون قدرت کے مطابق ہے، پاکستان کے معنی ہیں، کسی خط، کسی سرزمین، کسی ملک میں حکومت اللہ کا قیام نہیں، صاف کالا دور، دورہ، ظلم و جبر، فسق و فجور کی بیخ بنی، سادات، حسن و اخلاق حسن معاشرت کی تعلیم، اعمال و خیالات، ظاہر و باطن کی پاکیزگی، خالق و مخلوق، عابد و معبود کی شرافت اور اس پر مدار بندگی و اطاعت، اسی نظریہ کے تحت سب بھی اور جس جس زمانہ میں روئے زمین پر مخلوق الہی میں سے جس طبقہ و گروہ، خاندان و قبیلہ، عوام و خواص، رعایا و بادشاہ نے سرکشی کی، فسق و فجور، ظلم و تعدی، شرک و غر، بد اخلاقی، بد چلتی کو اپنا شعار بنایا، قدرت نے اگرچہ کچھ نام ملت دینے کے بعد اس خط کو ان ناپاک و نجس اطوار و حالت سے بدلا اور پاکستان قائم کر دیا“۔

”چونکہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو غلام بھی بنایا گیا ہے، ان سے دولت و علم بھی چھین لیا گیا، غریب سرزمین، اب قدرت اللہ کا نظام ہے کہ پاکستان قائم ہو جائے ایک مرتبہ پھر پاکستانی حکومت محمد مصدق و عدل فاروقی کے دور عثمانی و جلالت شان حیدری کے جلوہ نمایاں ہوں، سوان اللہ تعالیٰ علیم اجمعین، تاکہ مسلمان تو مسلمان، یار بھی ان کی برکتوں سے پاکستانی دور کے فیض سے فیض حاصل ہو کر یہ آسودگی زندگی بسر کریں اور ان مبارک حالات الہی آنکھوں سے دیکھ لیں جس سے تاریخ کے صفحے آج بھی نہیں (۸۸۸)۔

علیم اہل سنت اور مرکزی مجلس رضا لاہور کے بانی محترم سید امیرتسری صاحب نے ایک انٹرویو میں فرمایا ”اس وقت آج اور ہندو ہمارے ہر مقابل تھے، مسلمانوں کے سامنے

درج ذیل سنی علماء کے اسمائے گرامی شامل ہیں :

- (۱) مولانا بشیر احمد اقلہ، رحیم یار خان (۲) مولانا محمد بخش مسلم، لاہور
- (۳) پیر جماعت علی شاہ، سیالکوٹ (۴) پیر صاحب سیال شریف، سرگودھا
- (۵) پیر صاحب گولڑہ شریف، روالپنڈی (۶) مولانا عبدالستار خان نیازی، میانوالی
- (۷) پیر زادہ محمد انور عزیز چشتی، ساہیوال (۸) خواجہ حافظ غلام سید الدین، تونسہ شریف
- (۹) مولانا مرتضیٰ احمد خان، میکش، لاہور (۱۰) علامہ ابوالحسنات قادری، لاہور (۱۹۹۱)

اعتراف حق

تالفین تحریک پاکستان بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ سنی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا لیکن الیہ یہ ہے کہ ان کے خیالی میں سنی اکابرین نے یہ جدوجہد انگریزوں کے کہنے پر کی تھی بلکہ یہ حضرات تو اطالیہ اپنے اس عقیدے کا اظہار فرماتے ہیں کہ جو بھی قیام پاکستان کا حامی تھا وہ انگریز کا ایجنٹ تھا اس تناظر میں خان عبدالولی خان کی اس تقریر سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے جو انہوں نے بھارت میں منعقدہ شیخ الحداد کانفرنس میں کی تھی :

”مختار وار علماء نے تحریک پاکستان کا ساتھ دیا، پاکستان کا قیام انگریزوں کی سازش کا نتیجہ تھا“ (۱۹۹۲)

مفتی محمود صاحب کے فرزند مولوی فضل الرحمن صاحب نے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے فرمایا :

”بھارت میں شیخ الحداد سیماٹار کے موقع پر عبدالولی خان نے علماء و مشائخ کے سلسلے میں کوئی قابل اعتراض اور خلاف حقیقت بات نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے علماء حق اور بالخصوص علماء دیوبند کے مجاہدانہ کردار کی تعریف کرتے ہوئے ان لوگوں پر تنقید کی تھی جو علماء کا لیادہ اوڑھ کر انگریز حکمرانوں

کے آکر کار کا کردار ادا کر رہے تھے“ (۱۹۹۳)

تحریک میں فقط نظر مخالفین کے دوستوں اور سیاست ان کے ہم مسلک مشرکین ہند کا بھی تھا، ہندو کانگریسی اتحاد میں حضرت پیر مانگی شریف کو، جو مسلم لیگ کے ممتاز رہنما، انگریزوں کا خوشامدی ملا کما جا رہا تھا، روزنامہ تونسہ نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۶ کے ادارے میں ان اخبارات کا یہ جملہ نقل کیا ہے :

”اس ملاں کا کام ہی انگریزوں کی ایجنسی کرنا اور اس بوٹ چلانا ہے“ (۱۹۹۳)

خاصہ کلام یہ کہ تحریک پاکستان کے سنی سنی مشائخ کی خدمات سے انکار کرنے والا خوف خدا سے عاری آخرت کی جو لہجہ سے منکر شخص ہی ہو سکتا ہے۔

داخلہ

برائے

دَارُ الْعِلْمِ جَامِعَةُ الْيُوسُفِ

دارالعلوم جامعہ الیوسیہ الفیصل، ڈاون لاہور
چھانڈی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے

ابتداءً طور پر دو کلاسوں دناظرہ و حفظ قرآن پاک
میں داخلہ کے لیے دارالعلوم میں تشریف لائیں

الدین الیز قاری محمد الیوسیہ دارالعلوم جامعہ الیوسیہ

امیر الدین بارک الفیصل ٹاورس لاہور

منجانب طارق محمود گولڑوی صدر لاہور

انتخابات ۲۰۲۵-۲۶ میں مسیحی علماء و مشائخ کا کردار

مخالفین کے کردار کی ایک جھلک

انجام دینے کیلئے اڑ کر پہنچے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ ملت اسلامیہ نے جواب کیا دیا؟ قوم کا فیصلہ کیا رہا؟ واقعات کا جواب یہ ہے کہ تن تھا مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور دوسری مسلم جماعتیں ناکام و نامراد رہیں۔ (۸۹۸)

”اسام کے قتل: کفر کے فتوؤں کی بمباری ہو رہی ہے“ مسٹر جناح کے ”فقہ و طغیان“ پر گولہ باری کلسلہ بھی جاری ہے، میدان جنگ میں کمان مولانا حسین احمد کے ہاتھ میں ہے، وہ دیوبند سے کئی مہینہ کی چھٹی لے کر تشریف لائے ہیں، تیغ و تھیل کا غلغلہ بلند ہے اور مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ وہ اپنی ملی آزادی کا نام نہ لیں ہندو اکثریت کے غلام بن جائیں، ظاہر ہے یہ مقدس کام کافر جناح نہیں انجام دے سکتا تھا، اس کار خیر کیلئے قدسی مفات نفوس کی ضرورت تھی اور وہی اسے انجام دے رہے تھے۔ نتیجہ شائع ہوا کھل مسلم نشین ۳۳ تھیں جن میں سے ۳۱ پر مسلم لیگ کامیاب ہوئی اور ۳ نشین مولانا کے ”نیشنلسٹ“ مسلمانوں کو ملیں (۸۹۹)

مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت

ابوالبرکات حضرت سید محمد فضل شاہ جلال پوری مدظلہ نے اعلان شائع فرمایا کہ ”ہماری (جماعت) حزب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پنجاب کے اکثر اضلاع میں مقبولیت حاصل ہے اور اگر یہ فقیر بعض دوسری اسلامی جماعتوں کی طرح چاہتا تو حزب اللہ کے ٹکٹ پر کافی امیدوار کھڑے کئے جاسکتے تھے مگر اس میں وحدت اسلامی اور نظام ملی کو ضعف پہنچنے کا احتمال تھا“ دوسرے یہ فقیر شروع سے پاکستان کا حامی اور مسلم لیگ کے سیاسی مسلک کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا چلا آ رہا ہے

ایسے لوگ واقعی قابل رحم اور دعاؤں کے محتاج ہوتے اپنے حضرات کا جھنڈا اوپر رکھنے کی خاطر غلط بیانی سے بڑبڑاتے ہیں مثلاً جناب روح الامین فاروقی صاحب ہے کہ ”۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مولانا (اشرف علی) صاحب کا کردار دوسرے علماء کے مقابلے میں کہیں زیادہ اچھا رہتا تھا“ (۸۹۵) حالانکہ تھانوی صاحب ان انتخابات میں سال قبل ۱۹۴۳ء میں وفات پا چکے تھے (۸۹۶) جہاں تک کے کردار کے تقابلی کا تعلق ہے تو اس کی ایک جھلک دیتے ہیں۔

”۱۹۴۵ء کے) مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں مسلم لیگ کا امیدوار کامیابی حاصل کی۔۔۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے دانا دیتے ہوئے بڑے پر امید لہجہ میں ارشاد فرمایا تھا: ”سودانی مجالس آمین ساز میں ہم ہر مسلم نشست پر گزرتے اور غیر معمولی کامیابی حاصل کریں گے“

پھر مولانا نے مجلس احرار اور دوسری جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ ”مظہم ہو کر ایک وجود بن کر ڈٹ کر مسلم لیگ کو گھیر کریں اور اس اپیل کو سمعاً و طاعت“ کہہ کر ان کے قول کر لیا تھا“ (۸۹۷)

انگریزوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، مجلس احرار کا اعلان آتش و قتال اور غلامانہ شیوا بیان دورہ پر نکل دیا، دیوبند کے وہ طلبہ اور علماء جو مولانا حسین احمد سے متاثر تھے، تبلیغ و تلقین کیلئے شہر شہر اور قریب آت کر گئے، جہاں دال کھتی دیکھی وہاں مولانا آزاد پیدا کئے اور پیارے میں بیٹھ کر تفریق بین المسلمین و غیر المسلمین کا غیر فانی اور لازوال کارنامہ

میریدہ، مقتدرین اور متوسلین نے دل کھول کر ظفر اللہ صاحب کی اور وہ بخاری اکثریت سے کامیاب ہوا (۹۰۲) صاحبزادہ پیر سید محمد صفی اعظم المعروف جن پیر نے عظیم والد پیر سید بشیر احمد سوہروردی کے حلقہ فرمایا کہ نظریاتی لوگ ہیں، نظریہ پاکستان کا خیر ہماری رگوں میں ہوا ہے اور یہ بھی ہمارے والد محترم کی عطا ہے، تبار صاحب نے تحریک پاکستان کے ضمن میں جو روشن کردار کیا، وہ ہر لحاظ سے ناقابل فراموش ہے، ان دنوں اس میں مسلم لیگ کے بڑے رہنما چوہدری صلاح الدین صاحب مرحوم تھے، ہمارے والد صاحب نے ان کی بھرپور اعانت کی، جلوس بھی نکالے، جلسوں سے بھی خطاب کیا، مسلم لیگ، حقانیت اور پاکستان کے پیغام کو دلوں میں اجاگر کیا، آپ گارڈ کے سالار تھے، جمعہ کے دن آپ دورہ فرماتے تھے، کے خطاب کے بعد علاقہ میں گھومتے اور پاکستان کے پیغام دلوں میں نقش کرتے، جمعہ کے خطبات میں وہ قوی انداز اسلام کی اہمیت و عظمت کو واضح کرتے (۹۰۳)

تحریک پاکستان کا دور آیا تو حضرت سراج الملک سید محمد حسین علی پوری مدظلہ نے رات دن ایک کر کے لیگ کی تائید و حمایت میں باران طریقت اور عالم المسلمین کو تحریک پاکستان کا ہنسا بنایا

۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ضلع روہنگ میں مسلم امیدوار کی حمایت میں دل کھول کر کام کیا، پھر ضلع فیروز میں نواب افتخار حسین ممدوٹ کے حلقہ میں تشریف لے آئے، انکی کامیابی کیلئے دوسرے فرمائے، اس کے بعد قصور میں میاں افتخار الدین کے حلقہ میں اس خوبی سے کام کیا کہ خود بھی عیش عیش کر اٹھے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ آپ کے تینوں امیدوار غالب اکثریت سے کامیاب و کامران ہوئے (۹۰۴)

عظیم المہنت جناب محمد سونے امرتسری صاحب رقبہ ہیں، حضرت میاں (علی محمد) صاحب قبلہ خاموشی سے کرنے کے عادی تھے، اخبارات میں بیان وغیرہ چھپوانے پسند فرماتے لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے

اندرونی حالات یہ فقیر اعلان کرتا ہے کہ چونکہ حزب اللہ کا حقیقی نصب العین اور مصلح نظر حکومت الہیہ کا قیام ہے اور پاکستان بن جانے کی صورت میں اجرائے احکام خداوندی و ترویج قوانین شریعت کیلئے حالات سازگار ہونے کا قوی احتمال ہے، بناء علیہ اپنے جماعتی نظام حزب اللہ کو بدستور سابق برقرار رکھتے ہوئے اور اپنے نصب العین "حکومت الہیہ" سے سر مو تجاہز نہ کرتے ہوئے آنے والے انتخابات میں ہماری جماعت کے تمام اراکین اور ہمارے مخلص برادران طریقت کو متحدہ طور پر نہ صرف اپنے اپنے حلقہ نیابت میں اس امیدوار کو ووٹ دینے چاہیں جسے مسلم لیگ نے ٹکٹ دے کر کھڑا کیا ہو، بلکہ اپنے حلقہ اثر میں اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کردیں تاکہ ہم دنیا کے سامنے یہ ثابت کر سکیں کہ مسلمانوں کے اندر ابھی تک اسلام کے عروج و ترقی اور مسلمانوں کی بہتری و برتری کے احساسات بدرجہ اتم موجود ہیں (۹۰۵)

عش الحارثین سید نورالحسن شاہ بخاری کا گاؤں (کیلیاتوالہ شریف) وزیر آباد میں ہے یہاں سے مسلم لیگ امیدوار چوہدری صلاح الدین صاحب تھے (جلد ناصر چٹھہ سابق وفاقی وزیر کے والد) ان کے مقابلے پر راجہ صاحب وزیر آبادی تھے، راجہ صاحب وزیر آبادی چل اور تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کیلئے عرض کی، آپ نے فرمایا: اللہ کرے تو کامیاب نہ ہو، کامیاب نہ ہو کامیاب نہ ہو، وہ چونکہ مسلم لیگ کا مخالف تھا، تین دفعہ آپ نے اس کی ناکامی کیلئے کہا، چنانچہ وہ چوہدری صلاح الدین کے مقابلے میں تین دفعہ کھڑا ہوا اور ہر دفعہ ناکام ہوا، آپ نے ہر دفعہ صلاح الدین کی حمایت کی (۹۰۶)

۱۹۴۵-۴۶ء کے موسم سرما کے انتخابات میں قائد اعظم محمد علی جناح نے حضرت خواجہ نواب الدین مدظلہ کو دعوت دی کہ آپ نور اسپور سے قومی اسمبلی کا الیکشن مسلم لیگ کے پیٹ فارم سے لڑیں اور آپ کو اس کا باقاعدہ ٹکٹ پیش کیا جس پر آپ نے اپنے سرید ظفر اللہ والہ کو کھڑا کر دیا اور خود الیکشن نہ لڑا بلکہ اسکی بھرپور حمایت کی، آپ کے الحام پر آپ کے

اپنے مریدین کو تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کے لئے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانگی شریف ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ شکر علی کے عرس پر حاضر ہو کر مشائخ کرام سے ملے اور تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے مشورے کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب مانگی شریف نے حضرت میاں صاحب سے بھی ملاقات فرمائی اور تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد عرصہ تک یہ دونوں بزرگ آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت صاحب مانگی شریف کا ایک مکتوب ”مسی نو“ پٹنجا اور علیحدہ میں بات کے فوراً روانہ ہو گیا۔ ”مکتوب کیا ہوئی؟ اس کا کسی علم نہیں۔“ انتخابات بالکل قریب آگئے تو عقیدتمندوں اور تحریک کے قائلین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان دیں کہ دوش مسلم لیگ کو دئیے جائیں۔ پٹنجا حضرت میاں صاحب کا وہ بیان روزنامہ نوائے وقت لاہور میں چھپا تھا، مختصر یہ کہ میاں صاحب نے اپنے اس اصول کے مطابق تحریک پاکستان کی پر زور مدد فرمائی۔ میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر پورے وقتوں سے کہہ سکتا ہوں کہ امرتسر کے حلقہ دیپت (تحصیل امرتسر) سے پچھری نیرالہ صاحب محض حضرت صاحب قبلہ کی وجہ سے منتخب ہوئے اور ہوشیار پور سے منتخب ہونے والے ہریانہ کے رانا نیرالہ خان صاحب تو ان کے مخلص ترین مرید ہیں۔ لدیانہ سے حضرت کے ایک تعلقدار پونی نیت پارتی کی طرف سے کثرت ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ میاں صاحب ثابت فرمائیں مگر ایسا نہ ہوا اور مسلم لیگ امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔ (۱۹۵۵ء)

استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بنڈیالوی نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ہمارے علاقہ میں فضل حق پراچہ جہانیاں شاہ، قلندر حسین، ممتاز تھانہ، یونیٹ کے شخصیات نوائے گروپ کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے تھے۔ ان دنوں امیر ملت پیر سید جماعت علی نے محدث علی پوری کے ساتھ اس قومی کا بڑا چرچا تھا کہ جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ علماء نے بھی اس قومی کی توثیق کردی تھی۔ بنڈیال قبیلہ میٹرو لاہور و خیر حیات کا رہنے والا تھا۔ ہمارے استاذ علامہ یار محمد بنڈیالوی نے بنڈیال میں

وہ کہ مسلم لیگ کی حمایت کی۔۔۔۔۔ بنڈیالوں کی جملہ بات کے باوجود وہ مسلم لیگ کے ساتھ رہے۔ (۱۹۵۶ء)

جناب ابوالحسن محمد محبوب اہلی رضوی تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں (مسلم لیگ امیدوار) ملک برکت علی کے مقابلے پر مختلف پارٹیوں کے لوگ الیکشن میں کھڑے ہوئے، جن میں اجڑاری امیدوار کی پشت پر ہندو کانگریسی بھی تھے اور بظاہر مقابلہ بڑا سخت معلوم ہو رہا تھا کیونکہ ہندو ملی طور پر بھی اجڑاری امیدوار کی مدد کرنے کے لئے مستعد تھے، راقم الحروف ملک صاحب کی طرف سے پولنگ ایجنٹ تھا، میرے والد صاحب میاں امام الدین جو مقامی طور پر مسلمانوں کے قائد تھے، انہوں نے مذکورہ حالات کے پیش نظر ملک صاحب کو لکھا کہ کچھ مقررین کا انتظام کر کے جلد از جلد چوٹیاں بھیجیں تاکہ صورت حال کا مقابلہ کیا جاسکے اور خصوصاً مولانا محمد بخش مسلم کے بارے میں بھی زور دیا کیونکہ پیشتر انہیں مقامی لوگ ان سے متاثر تھے، ملک صاحب نے اس تجویز کو پسند کیا اور مولانا محمد بخش مسلم، علامہ علاء الدین صدیقی، مولانا بشیر احمد اعظمی کو چوٹیاں بھیجنے کا انتظام کیا۔۔۔

۱۔ باہمی مشورہ کے بعد میاں صاحب مرحوم نے حکم دیا کہ اب جلسہ عشاء کی نماز کے بعد چوک دگلراں، تھتہ پور، بلورام بھی کما جاتا تھا، وہاں منعقد کیا جائے گا کیونکہ اس جانب ہندوؤں اور اجڑاریوں کا زیادہ اثر ہے، اعلان ہونے کی دیر تھی کہ وہاں جلسہ کا انتظام شروع ہو گیا اور لوگ جوق در جوق وہاں جمع ہونا شروع ہو گئے، جلسہ کیلئے میاں صاحب نے حکیم خورشید احمد مرحوم کو صدر مقرر کیا اور رات گئے تک جلسہ میں دھواں دھار تقاریر ہوتی رہیں اور لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر مسلم لیگ کو ووٹ دینے کا وعدہ کیا، ۲ فروری ۱۹۳۶ء کو پولنگ ہوئی اور ملک صاحب کامیاب ہو گئے، ۳ فروری کو ملک صاحب نے دستی چھٹی بھیج کر معاونین کا شکریہ ادا کیا اور مبارکباد دیتے ہوئے میاں امام الدین صاحب کو لکھا کہ آپ کے مخالف اجڑاری امیدوار کی ضمانت ضبط ہو گئی ہے۔ (۱۹۵۶ء)

۱۹۳۶ء کے (انتخابات کے) موقع پر نواب سجاد علی خان آف کربلا نواب زادہ ولایت علی خان (فرزند قاضی ملت)

بھوڑ کر میدان عمل میں آچکے ہیں اور وہ اپنا فرض ادا کرتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ ہم جلد اپنی منزل کو پائیں گے کیونکہ آپ گوشہ نشین بزرگوں کی دعائیں ہمارے شامل حال ہیں۔

نیاز مند لیاقت علی خان (۹۰۹)

مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی نے ایک انڈیو میں فرمایا کہ ملک کے سیاسی قائدین میں قائد اعظم ان کی سب سے پسندیدہ شخصیت رہے ہیں اور انہوں نے اوائل زندگی میں ایک اپنی مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۳۶ء کے عام انتخابات میں جب پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان میرٹھ ڈویژن میں ضلع مظفر نگر کے حلقہ نیابت سے مرکزی اسمبلی کے امیدوار تھے تو انہوں نے دوسرے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ان کی انتخابی مہم میں حصہ لیا تھا۔ مولانا نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مزید کہا کہ یہ وقت میری نوجوانی کا تھا اور میری عمر مشکل سے بیس برس ہوگی مگر اس کے باوجود مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں ایک نوجوان کارکن کی طرح مسلم لیگ کی اس انتخابی مہم میں گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پھرتا تھا (۹۱۰)۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علما و مشائخ نے انتخابات کے دوران یہ فتویٰ دیا تھا "آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو ناکام کرنے کی کوشش، اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے، سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں، مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کس حصہ میں رہیں گے، شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت چاہیں گے، کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے (۹۱۱)۔

دورے

جناب غفلت واسطی صاحب صدر (مقامی) آل انڈیا مسلم لیگ اور انبارہ سے پنجاب اسمبلی کے امیدوار خواجہ غلام محمد انبالوی، قائد ملت لیاقت علی خان کی ہدایت پر قطب الاقطاب حضرت شاہ سکندر کیتھلی مدظلہ کے عرس مبارک پر حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔

۶ نومبر ۱۹۳۵ء کو ڈاکٹر قمر مسعود جرنل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کیتھل نے آپ کا ایک بیان روزنامہ نوائے وقت لاہور کی اشاعت میں شائع کیا، یہ بیان درج ذیل ہے "برادران ملت السلام علیکم، آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ نازک دور میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کس قدر اہم ہے اور تمام برادران کا اخوت اسلامی کی بنا پر اتفاق و اتحاد کے ساتھ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہونا کس قدر ضروری ہے، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اسلامی شیرازہ کو منتشر کرنے کے لئے کتنی مخالف قوتیں کام کر رہی ہیں آپ جانتے ہیں کہ قومی اور ملی حقوق کی حفاظت ایک منظم اور قومی جماعت کے بغیر نہیں ہو سکتی مسلمان ہند کی سب سے منظم اور قومی جماعت مسلم لیگ ہے جس کا نصب العین ہندوستان میں ایک آزاد مسلم حکومت قائم کرنا ہے جو اسلامی قانون اور علوم، تمدن و معاشرت اور اسلامی، دینی اور دنیاوی حقوق کی محافظ ہوگی، اسلامی اصولوں پر چلائی جائے گی اور مسلمانوں کے قلوب میں ایک اسلامی روح پھونک کر قوم کو زندہ اور تابندہ کرے گی، پس ہوشیار اور بیدار ہو جائیں اور شب و روز اپنی قزموں سے، تقریروں سے، دعاؤں سے، محبت سے اور اخلاق سے مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں اور اس کی آواز پر لبیک کہیں، اس کی امداد کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے، آمین ثم آمین" (۹۰۸)۔

شہید ملت خان لیاقت علی خان نے حضرت مخدوم سید علی احمد شاہ کے نام اپنے مکتوب میں لکھا کہ عزیزی ولایت علی بی زبانی آپ کی نیک تمناؤں اور ملی ہمدردی کا پیغام ملا، علماء و مشائخ کی سرپرستی سے قائم بہت مطمئن ہیں اور فرماتے ہیں کہ آزادی کی منزل اب دور نہیں کیونکہ مشائخ عظام گوشہ نشین

شیخ ریاض الدین ریاض چشتی (چکوال) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۳۵ء میں خواجہ شمس الدین عارف مدظلہ کے عرس

مبارک بناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر اہل سنت کو ستر فیصد ووٹ ملے تھے (۱۹۳۳ء)

تاج اللہ کی زیارت سیال شریف میں کی، وہاں پاکستان کے موضوع پر تقریریں ہوئیں، حضور کی تقریر بعد معقول مدلل اور پر جوش تھی، مجلس میں بھی حضور سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، اس وقت بھی آپ نے جو گفتگو فرمائی اس سے پتہ چلتا تھا کہ آپ کے دل میں مسلمانوں کی آزاد مملکت کے لئے بے پناہ تڑپ موجود ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دھن ہے جس سے مانت آپ سرگرم کار ہیں، شیخ صاحب موصوف بتاتے ہیں کہ حضور نے وہیں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہین سیال شریف کے ساتھ ملاقات سون ضلع سرگودھا کے دورہ کا پروگرام مرتب فرمایا اور پھر اسے ایک خاص جذبے کے ساتھ ختم کیا (۱۹۳۳ء)

مولانا عبدالخالق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انڈیو میں بتایا " ہماری کس حد تک مخالفت کی گئی، اس امر کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں صوبہ سرحد میں کانگریس خاں وزارت قائم تھی اور صوبہ سرحد میں سرخپوشوں کی تنظیم نے ایک فضا پیدا کردی تھی کہ مسلم لیگ کی کارکنوں کے قافلے جب تحریک پاکستان کے تبلیغ کے لئے پہنچتے تھے تو ان پر مساجد کے دروازے بند کر دئے جاتے تھے، بارہ بارہ، چودہ چودہ گھنٹے یہ قافلے بھوکے پیاسے گھومتے اور کام کرتے تھے، خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ٹوپی کے مقام پر جب میں علماء اور کارکنوں کے ساتھ پہنچا تو ہمیں مسجد میں گھسنے نہیں دیا گیا، سرخپوش قائدین اور ان کی قیادت میں جمع ہوئے، اگلے جھوم نے ہم سے پوچھا کہ ہم سرحد کیوں آئے ہیں، میں نے کہا، آپ مسجد کا دروازہ ہمارے لئے کھولیں اور اپنے میں سے چند افراد مقرر کریں جو ہم سے پاکستان کے بارے میں جس قدر سوال چاہیں کریں، ہم تشفی بخش جواب دیں گے، چنانچہ اس تجویز پر عمل ہوا، مسجد میں بہت بڑا اجتماع ہوا، سرخپوشوں نے جو جو سوال اٹھائے میں نے نہ صرف ان کے اطمینان بخش جواب دئے بلکہ اور بھی بہت سے سوالات قائم کر کے ان کے جوابات دئے، اس اجتماع کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عام انتخابات میں نوبی میں مسلم

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی پوزیشن واقعی حیران کن تھی، اپریل ۱۹۳۶ء میں حضرت قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے تمام صوبوں کے منتخب مسلم لیگی ممبران کی دہلی میں سینک بلانی، سرحد اسمبلی کے مسلم لیگی ممبر بھی دہلی پہنچے، حضرت قائد اعظم نے سرحد کے ممبروں سے ملاقات کی تو ارشاد فرمایا کہ قریب قریب میں مسلمانوں کی آبادی ۹۵٪ کے قریب ہے لیکن مسلم لیگ کے حصہ میں صرف ایک تہائی نشستوں کا آنا بڑا تعجب انگیز پایوس کن واقعہ ہے، یہ سن کر تمام ممبروں کو چپ، لگ گئی، اس موقع پر پیر صاحب (عبداللطیف زکوی شریف) نے عرض کیا کہ بظاہر یہ کامیابی کم نظر آتی ہے، صوبہ میں کانگریس نواز خان برادران کی حکومت ہے، ہندوستان بھر کے کانگریس نواز علماء حکومت کی حمایت میں ہر جگہ تبلیغ اور پروپیگنڈا کرتے ہیں، انتخابات کے دنوں میں حکومت کے خزانے سے ان لوگوں کو بے پناہ مالی امداد ملتی ہے، اگر ان حالات کو سامنے رکھا جائے تو یہ کامیابی اتنی معمولی نہیں جتنی بظاہر دکھائی دیتی ہے، اب انشاء اللہ بہت جلد پورے صوبہ میں مسلم لیگ کا اثر و رسوخ نفوذ کرنا جائے گا، پیر صاحب کے بیان پر حضرت قائد اعظم مطمئن ہو گئے اور ممبران کو مل جل کر کام کرنے کی ہدایات دے کر رخصت کیا (۱۹۳۳ء)

شیخ المشائخ حضرت دیوان سید آل رسول صاحب تیرہ و سجدہ نشین درگاہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجیری نور اللہ مرقدہ عجلات کے سبب علمائے اسلام کانفرنس فلکات میں یہ نفس نہیں شریک نہیں ہو سکے لیکن آپ نے غازی محی الدین صاحب اجیری کو خاص طور پر اپنا نمائندہ بنا کر حسب ذیل پیغام بھیجا جو وہاں پڑھ کر سنایا گیا " اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ ضروری اور ہم سب کی توجہ کے قابل یہ مسئلہ ہے کہ مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے میں ہم پورے اتر جائیں اور قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کی قیادت قائم و برقرار رہ جائے، اغیار اور معاندین اسلام ہماری اس واحد نمائندگی اور قیادت کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دینا چاہتے ہیں، ہم کو بڑے استقلال و پامردی کے ساتھ اس دعوے کو

مولا عبدالحلیم بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انڈیو میں بتایا " ہماری کس حد تک مخالفت کی گئی، اس امر کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں صوبہ سرحد میں کانگریس خاں وزارت قائم تھی اور صوبہ سرحد میں سرخپوشوں کی تنظیم نے ایک فضا پیدا کردی تھی کہ مسلم لیگ کی کارکنوں کے قافلے جب تحریک پاکستان کے تبلیغ کے لئے پہنچتے تھے تو ان پر مساجد کے دروازے بند کر دئے جاتے تھے، بارہ بارہ، چودہ چودہ گھنٹے یہ قافلے بھوکے پیاسے گھومتے اور کام کرتے تھے، خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ٹوپی کے مقام پر جب میں علماء اور کارکنوں کے ساتھ پہنچا تو ہمیں مسجد میں گھسنے نہیں دیا گیا، سرخپوش قائدین اور ان کی قیادت میں جمع ہوئے، اگلے جھوم نے ہم سے پوچھا کہ ہم سرحد کیوں آئے ہیں، میں نے کہا، آپ مسجد کا دروازہ ہمارے لئے کھولیں اور اپنے میں سے چند افراد مقرر کریں جو ہم سے پاکستان کے بارے میں جس قدر سوال چاہیں کریں، ہم تشفی بخش جواب دیں گے، چنانچہ اس تجویز پر عمل ہوا، مسجد میں بہت بڑا اجتماع ہوا، سرخپوشوں نے جو جو سوال اٹھائے میں نے نہ صرف ان کے اطمینان بخش جواب دئے بلکہ اور بھی بہت سے سوالات قائم کر کے ان کے جوابات دئے، اس اجتماع کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عام انتخابات میں نوبی میں مسلم

حاجت کرنا ہے اور اس قیادت کے قیام و بقا کے لئے کام کرنا ہے۔ میں اپنے سلسلہ کی خانقاہوں کے سجادگان سے اپنے جد امجد حضرت خواجہ غریب نواز کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی گدیوں کو چھوڑ کر اس نازک وقت میں اسلام کی خدمت کے لئے نکل پڑیں اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کے لئے کمر باندھ کر میدان میں آجائیں (۹۱۵)

مولانا غلام قادر راشنی آف لالہ موٹی میٹھ نے انتخابات کے دوران سرسریہ خان لون اور سردار شکت حیات خان کی جمعیت میں ضلع بھر کے اہم مقامات کا دورہ کیا، مسلم لیگ کا جہز پرچم لہراتے ہوئے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے "سبز جھنڈے کی کون سنے گا" پھر جواب دیتے "اللہ پاک سنے گا" بڑی بوڑھیاں مکانوں پر کھڑی ہو کر دعا مانگیں دیتیں "ماں قربان جاوے پتھر سدا جیو اللہ ساوے جھنڈے دی لاج رکھے" کالی کلی والی سرکار دانن اچا ہوسے "دھیرو دھیرو (۹۱۶)

حضرت علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری میٹھ نے ایک انٹرویو میں فرمایا "۱۹۳۶ء کے انتخابات حقیقتاً حق و باطل کا عقیدہ معرکہ تھے۔ کانگریس اور یونینٹ پارٹی کا زور توڑنے کیلئے مسلم لیگ کے لیڈروں نے بڑا کام کیا، مجھ کو کانگریس کے حامی علماء کا قدم قدم پر مقابلہ کرنا پڑا اور بالخصوص دیوبند اور ساریہور (جو کانگریس کے حامی مولویوں کا گڑھ تھا) وہاں میرے ساتھ دورے میں فیض عام انٹر کالج (سیرتھ) کے طلباء ہوتے تھے اور میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس محلے میں میرا جلسہ ہوتا تھا وہاں مساجد میں ان طلباء کے ذریعے صفائی کرائی، وضو کے لئے پانی بھروانا اور نماز سے فارغ ہوتے ہی نمازیوں کے جوتے سلیقے سے دروازے پر رکھ دینا، مسجد کی صفیں جھاڑ کر پھاڑنا، یہ ایک ایسا دلچسپ طریقہ تھا جس نے عام مسلمان پسند کرتے تھے اور تقریر میں نرمی کیساتھ اپنے مسائل پیش کرنا بہت مؤثر ثابت ہوا اور لوگوں کے ذہن سے یہ تاثر بھی داخل ہو گیا کہ مسلم لیگ بے دینوں کی جماعت ہے" (۹۱۷)

تیسرے محمد حسین بدر پشٹی مرحوم گلابان ہے "۱۹۳۶-۱۹۳۷ء کی قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کی کنوینینس کیلئے

جب حضرت قائد اعظم میٹھ نے طالب علموں سے اپیل کی تھی تو یونیورسٹی کے اساتذہ اور طالب علموں نے الیکشن میں لگنے سے مسلم لیگ کو مالی امداد بھی فراہم کی اور افرادی قوت بھی ۱۰۰ چھوٹے چھوٹے جتھوں میں ملک بھر کے الیکشن کے محکمات و محلوں میں بٹ گئے اور اپنی جیب سے تمام اخراجات برداشت کر کے مسلم لیگ کے امیدواروں کو موقعہ کامیاب کرایا۔ ان دنوں ہمارے ملحد پر دارالعلوم دیوبند، جامعہ ملیہ اسلامیہ، ندوۃ العلماء، کنستور اور تبلیغی جماعت کے کارکن کام کر رہے تھے، ان کے کہیوں میں دارالعلوم دیوبند سے کئی پکائی طوطے اور پلاؤ کی دیکھیں گاڑیوں پر پہنچادی جاتی تھیں اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو پھینے اور مونگ بھیلی کھا کر کام کرنا پڑتا تھا۔

یکم نومبر ۱۹۳۵ء کو جناب مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے جناب سید محمد محمدت کچھ چھوٹی میٹھ، "نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کے ہمراہ تشریف لائے تو انہوں نے مسلم لیگ کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان میں جس قریب ہے، بہت پاندھو، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے فرمایا کہ دیوبند کو کانگریس اور بہرلہ سینٹ کی دولت پر ہے اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد پر بھروسہ ہے کہ ہم اپنے ایک مقصد میں کامیاب ہوں گے، انہی دنوں افواہ عام تھی کہ بہرلہ سینٹ اور کانگریس کے قتل سے پیچھے لاکھ روپیہ دارالعلوم دیوبند کو دیا گیا جو دونوں کو ہزاروں روپیہ مسلمانوں کے ضمیر خرید رہے ہیں، سات سات ہزار روپیہ تو ووت تک پیش کیا گیا، "زمیندار اور نواسے وقت کے اخبارات کو بھی بھاری رقم پیش کی گئی، انہوں نے اس طرف دیکھ کر نہیں، دارالعلوم نعیمی کو تیرہ لاکھ کی پیش کش کی گئی، دارالعلوم مظہر العلوم بریلی کو پندرہ لاکھ روپے کی پیش کش کی گئی، ان سب اداروں نے ہندو کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ (۹۱۸) لیکن دارالعلوم دیوبند ندوۃ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ (جو پہلے ہی ہندو کی گرانٹ سے چل رہے تھے) نے لاکھ روپے کے عوض اپنی خدمات ہندو کو پیش کیں دارالعلوم دیوبند تو ان دنوں ہندو پر دیکھتا کا ایجنسی بن چکا ہے۔ باب الظاہر کے سامنے قائد اعظم اور لیاقت علی خان

جائے جاتے تھے، مولانا حسین احمد مدنی کو اگر کوئی سلام ^۱ پہنچا کر سگے کو سرخوں ہوتا نہیں دیکھ سکتا (۹۲۰)

صوبائی انتخابات کے موقع پر سنی علماء و مشائخ نے مسلمانوں کے نام پیغام جاری کیا تھا کہ: ”آل انڈیا مسلم لیگ نے چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں، انہیں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لے کر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء و مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و شرکین کے اندر مدغم ہوجانے کو کس طرح بھی روا نہیں رکھتے، کانگریس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو پیدا گانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی، اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں کھلے بندوں مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت کی اور ناروا مظالم کئے نیز اس نے اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں کی حیات کے ختم و برباد کرنے میں صرف کیں، مسلمانوں کے لئے ان حالات میں کسی طرح بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور کام بھی وہ جو مسلمانوں کی طاقت و شیرازہ کو منتشر اور ختم کر دے ناجائز ہے، بلاشبہ موجودہ انتخابات کی مہم اور اس کے نتائج اس کا ثبوت دیں گے کہ مسلمانان ہند اسلامی حکومت چاہتے ہیں یا نہیں سنبھل اسمبلی کے انتخابات میں جس طرح مسلمانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی اسی طرح صوبائی انتخابات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کی امداد کرے اور اسے کامیاب بنائے، احرار و خاکسار، مسلم بورڈ“

آ تو جواب نہ دیتے، اگر جتنے ہند کہتا تو اسے گلے دیتے اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہم پہلے ہند کے باسی ہیں بعد میں مسلمان اور تم بھی اپنے دماغ میں اس بات کو لکھ کر لو“ (۹۱۹)

مخالفین پر گرفت

ضلع سرگودھا، جھنگ، فیصل آباد، میانوالی اور دیگر ضلع کے ریسرچ کی ایک کثیر تعداد سیال شریف کی نیاز مند تھی جن دوسری طرف اپنے دیادی بھاء کے لئے انگریز سے بھی کے دوستانہ تعلقات تھے، ۱۹۳۶ء کے انتخابات جنہوں نے پاکستان کے حتمی فیصلہ صادر کردیا، بڑے نازک حالات میں منعقد ہونے پر یونینسٹ پارٹی جو پنجاب کو نوابوں، زمینداروں اور دیگر داروں کی ایک جماعت تھی اور انگریز کی وفادار تھی، اس نے نوائے اور نون پیش پیش تھے، انہوں نے بڑی کوشش کی کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کا حمایت نشین اس الیکشن میں غیر ہمدرد رہے اور اپنے مصلحتی پر ہمیشہ کر سب کے لئے دعا کرتے، ملک خضر حیات جو اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر تھے ان کی اور دیگر ٹوائوں مستورات مت حمایت نے کے لئے آستانہ عالیہ پر حاضر میں انہوں نے عرض کی کہ ہم بھی تمہوں سے آپ کے نیاز میں آپ اگر ہماری امداد نہیں کرتے تو مخالفت نہ کریں، ہمیں بہت نقصان پہنچے گا، قبلہ حضرت صاحب نے ان سب کو لوگ جو اب دیا کہ پاکستان کی جنگ اسلام کی تھا اور اس کی جنگ ہے، میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا، اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں، یہ لوگوں کی سعادت سنی اسی میں ہے کہ آپ لوگ میرے قتل کر اس جنگ میں شریک ہوں، اگر آپ یہ چاہیں کہ پاکستان کا یہ چم ہاتھ سے رکھ دوں تو یہ ناممکن ہے، میں یہ کہہ چکا ہوں کہ میں لیکن نبی اکرم ﷺ کے دین کے جھنڈے

ماہنامہ کفر الایمان لاہور

کی انتظامیہ کو

تحریک پاکستان نمبر کی شاہ پر مبارکباد

منجانب، طلوعِ محسود، مبارک بازار لاہور چھاونی

(شریف)

☆ مسلمانو وحدت ملت کو قائم رکھو اور مسلم لیگ کا
دو (حضرت پیر سید فضل شاہ سجادہ نشین جالبور شریف)
اسی موقع پر ضلع جی کانفرنس بدایوں نے یہ تجویز
کی کہ یہ اجلاس اس امر پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے
کہ حضرات مشائخ حین و علمائے اہلسنت اسلامی حکومت کے
قائم یعنی پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں مسلم لیگ کی پر
حمایت قرار ہے ہیں اور مشرکین و نصاریٰ کے بالمقابل اسلامی
احکام کا نشر و ابلاغ فرمانے میں اپنا فریضہ دعوت حق انجام
رہے ہیں۔ یہ اجلاس یقین کرتا ہے کہ آنے والے (صوبہ
اسمبلیوں کے) انتخابات میں بھی سابقہ (قوی اسمبلی کے
انتخابات کی طرح پورے اثنانک کے ساتھ کانگریس کا مقابلہ
کریں گے) (۹۲۲)

☆ ۱۹۳۶ء کے انتخابات کے موقع پر مولانا فرید الدین (بھل
ضلع ایک) بیٹھو نے مسلم لیگ کی پر زور حمایت کی اور
دوسرے لوگوں کو بھی یہی تبلیغ کی، جب بعض کانگریسی ذہین
مولوی قائد اعظم پر تنقید کرتے تو آپ فرماتے "اس وقت کفر
اسلام کا مقابلہ ہے، قائد اعظم ایک مسلمان ہے اور اسلام
نمائندہ ہے جبکہ گاندھی کافر ہے اور کفر کا نمائندہ ہے" اس لئے
اس موقع پر قائد اعظم کا ساتھ دینا اسلام کا ساتھ دینا ہے اور
گاندھی کا ساتھ دینا دانستہ یا نادانستہ طور پر کفر کا ساتھ دینا ہے۔
(۹۲۳)

☆ ۲۵ صفر ۱۳۶۵ھ ۳۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو امام اہلسنت مولانا
احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے عرس شریف کے موقع
پر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر الشریعہ مولانا محمد امجد
علی بیٹھو نے سنی علماء کا موقف ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"کانگریس ہندو عظیم ہے" وہ ہندوستان سے مسلمانوں
کے استحصال کا ارادہ کر چکی ہے۔ ہم ہمیشہ سے مسلمانوں
اس کے وام و زور سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی
اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے۔ کانگریس
اس بات کی مدعی ہے کہ وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے
اس باطل دعوے کی تائید کرنے کے لئے اس نے وہی مولوی

نیشنل مسلمانوں کی جماعتیں وراصل کانگریس کی بنائی ہوئی
جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سرپرستی کو مشرکین کے اشارہ
سے ختم کرنا چاہتے ہیں، ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے
درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر صرف مسلم
لیگ کی حمایت کر کے اس کے امیدواروں کو زائے ہیں
(۹۲۱)

مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین

☆ ۱۹۳۶ء کے انتخابات کے دوران مسلم لیگ کی جانب
سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا مقام اشاعت ذریعہ اسماعیل خان
(سول ملٹری پریس) اور عنوان تھا "حضرات صوفیائے کرام کا
اعلان حق صرف مسلم لیگ کی حمایت کرو" اس اشتہار میں
سے بعض مشائخ عظام کے ارشادات یہاں نقل کئے جا رہے
ہیں:

☆ مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے انتخاب لڑنے
کا اعلان کر دیا ہے، اس لئے ہر مسلمان دل و جان سے مسلم
لیگ کا ساتھ دے (حضرت دیوان سید آل رسول علی خان
مدظلہ "آستانہ عالیہ اجیر شریف")

☆ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی جماعت ہے (حضرت
پیر لاڈلے حسین شاہ سجادہ نشین گلبرگہ شریف دکن)

☆ مریدان یافعا اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کا
ساتھ دیں (حضرت خواجہ غلام سدید الدین سجادہ نشین تونسہ
شریف)

☆ مسلمانوں کے ووٹ کے حقدار صرف مسلم لیگی
نمائندے ہیں (حضرت سجادہ نشین دربار پاکپش شریف)

☆ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ پاکستان میں مسلم لیگ
کا ساتھ دے (حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال
شریف)

☆ مسلمانو اس معرکہ حق و باطل میں مسلم لیگ کا ساتھ دو
(حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب سجادہ نشین کوٹڑہ)

جو جذبہ عوام و خواص میں ہے۔ علمائے اہل سنت نے یہی نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ ایک جماعت کی حیثیت سے تھے۔ بلکہ ہماری جماعت کے محترم علمائے اہل سنت نے اسے ایک جماعت کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ اور اس جذبہ کے محرک و موید بنے ہوئے ہیں اور انگریزوں جیسی ہندو جماعت کے مقابلہ پر دس سال کے طویل زمانہ سے بے پناہ خدمات انجام دے کر انگریزوں کی ہر تحریک کو مردہ کر چکے ہیں۔ اپنی جماعت کے افراد کی خود ستائی مقصود نہیں بلکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ صرف ہمارے طبقہ کے علماء و مشائخین ہیں جن کی مسلسل خدمت و سعی سے مسلم لیگ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آ رہی ہے۔ وہ کون سا وقت ہے جس پر ہمارے افراد نے انتہائی قربانیاں نہیں فرمائیں، مرکزی اسمبلی کے حلقہ انتخاب میں وہ کون سا رقبہ تھا جہاں ہمارے افراد نے کارہائے نمایاں انجام دیں۔ دیکھو اور دیکھو جاتی انتخابی مسم میں بھی الحمد للہ صف اول میں موجود ہیں اور انگریزوں کو حلقہ جات انتخابات میں شکست دینے کیلئے آل انڈیا کانفرنس سے تعلق رکھنے والا ہر بزرگ اپنی نمائندگی بیش قیمت خدمات انجام دے رہا ہے۔ پس ان حالات و خدمات سے ظاہر و عیاں ہے کہ سنی کانفرنس پاکستان اور مسئلہ انتخاب میں الحمد للہ اپنا کام کر رہی ہے اور اس کی اعانت قدر شناس نگاہوں میں وزنی ہے۔“ (۹۶۶)

ووٹ ڈالنے کے دو واقعات

۱۹۳۶ء میں جب مرکزی انتخابات ہوئے تو ہر طرف مسلم لیگ اور پاکستان کا نعرہ تھا، 'شہر شہر'، 'قصبہ قصبہ'، 'قریہ قریہ' مسلم لیگ کی دھوم تھی اور مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان تھا۔ علاقہ روئیل کھنڈ خصوصاً بریلی اور بدایوں میں مسلم لیگ کے علاوہ کوئی آواز ہی نہ تھی، 'بدایوں کے علماء و علمائے مولانا عبدالحامد بدایونی'، خواجہ غلام نظام الدین' (مولانا) ملا عبد الصمد مقتدری و عبد

اصل کئے جنہوں نے خدا و رسول (جل جلالہ و علیہ السلام) سے
 نبی کی تعقی اور طبع زر میں آج مشرکین ہند کی زبان بنے
 گئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے دامن تیرہ میں پھانسا چاہتے
 ہیں۔ انتخابات کے موقعوں پر وہ مخالفین کا رد کرنے کی کوشش
 کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں، کانگریس کی حمایت
 دیں، کانگریسی امیدواروں کو کامیاب بنائیں، اعلیٰ اہل سنت
 مسلمانوں کو اس قریب کے جال میں پھنسا دیکھ کر مبرا نہیں
 کہتے، اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری
 تمام سنی کانگریسیوں جو ملک کے گوش گوشہ میں ہر ہر صوبہ میں
 قائم ہیں کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں چنانچہ
 ایچ۔ اے۔ اے۔ (نومبر ۱۹۳۵ء کے مرکزی الیکشن) میں ان کانگریسوں
 کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور کانگریس کو شکست ہوئی، سنی
 کانگریس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت (فروری
 ۱۹۳۷ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لئے) ہم پھر
 اسی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے
 خلاف ہونے امیدوار کو، کانگریس کی حامی جماعتوں سمیت علماء
 ہند بولابندی پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا
 کر رہی ہے، اس کے علاوہ احرار و خاکسار یونی فٹ وغیرہ جن
 سے کانگریس کو مددیں پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خوری
 میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی
 قریب کاری میں نہ آئیں (۱۹۳۳ء)

اسی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر الا فاضل
 دانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے فریاد "الیکشن کے معاملہ
 میں بھارتی اجتماعی کوشش یہی ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا
 جائے" ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ
 کر رضائے الہی کے لئے انجام دیتے ہیں"۔۔۔۔۔ اس کے
 بعد آپ نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت واضح اور مدلل تقریر
 دی اور بتایا کہ پاکستان کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے
 یہ حصہ میں ایسی اسلامی حکومت قائم کی جائے جو شریعت
 کے آئین اور فقہی اصول کے مطابق ہو (۹۳۵)

سنی کانفرنس چھبند ۸ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ سے خطاب
تے ہوئے مولانا سید شاہ مصباح الحسن صاحب نے فرمایا "

عبداللطیف فاروقی قوم پرست تھے جنہیں ۶۰۶ ووٹ ملے تھے
مسلم لیگ کے امیدوار اکثریت سے کامیاب ہوئے (۹۲۹)

سول نافرمانی میں حصہ

پروفیسر محمد ایوب رضوی رقمطراز ہیں "محلّاتی سازشوں نے
(۱۹۴۶ء میں) مسلم لیگ کو حکومت بنانے سے محروم کر کے
حیات خان ٹوانہ کو اقتدار بخش دیا۔ اس پر پورے پنجاب میں
احتجاج کی ایک نئی لہر اٹھی، امرتسر سربراہ احتجاج بن گیا۔۔۔۔۔
انہی دنوں نواب افتخار حسین ممدوت، میاں ممتاز دولتانہ
شوکت حیات خان اور مولانا عبدالستار خان نیازی جیسے لوگ
امرتسر آئے اور ان کی تقاریر سننے کا اتفاق ہوا جو جوش
جذبے سے لبریز تھیں" (۹۳۰)

۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو بیرون موچی دروازہ لاہور کے ایک
جلد سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیازی نے
ایک طویل تقریر میں مولانا (ابوالکلام) آزاد کی سازشوں اور
کانگریس یونینسٹ گٹھ جوڑ کے منصوبوں کو تشدد ازیام کیا
اور کہا کہ ہندو چند غدار مسلمانوں کی امداد سے ہم پر حکومت
کرنے کے خواب سے جتنی جلدی دستبردار ہو جائیں اتنا ہی
ان کے حق میں اچھا ہوگا، آپ نے ملک خضر حیات ٹوانہ کو
متنبہ کیا کہ وہ غیر مسلموں کے ہاتھ میں کھیل کر صوبے کی مسلم
آبادی کے مفاد کو تباہ نہ کریں (۹۳۱)

۱۹۴۶ء کے دوران جنب کانگریسی عقیدے کے لوگوں نے
پاکستان کی مخالفت میں سرگرمیاں تیز کر لیں تو حضرت مولانا
مفتی احمد یار خان نعیمی ریٹھے نے پنجاب کے طویل دورے کر کے
تمام مفتی علماء کو قرار داد پاکستان کی تائید پر جمع کیا اور بہت
وسیع پیمانے پر آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی، متحدہ پنجاب
میں سر خضر حیات خان کی کانگریس نواز حکومت کے خلاف
مسلمانوں نے جو اپنی ٹیشن کی تھی، اس میں بھی حضرت مولانا
مفتی احمد یار خان نعیمی کے بہت سے مریدوں، شاگردوں اور
معتقدوں نے گرم جوشی سے حصہ لیا تھا (۹۳۲)

نے بڑا کام لیا، قصبہ اوجھیلیانی میں چوہدری عاتق حسن
الدین، مولوی ابوالحسن عتشی، شمس الدین، سید شیداعلی، شیخ
شوکت علی، ریاض الدین، شیخ عبدالرحیم وغیرہ مسلم لیگ تحریک
کے سرگرم رکن تھے، قصبہ اوجھیلیانی میں مسلمان اقلیت
میں تھے اور مسلمانوں کے غالباً سترہ ووٹ تھے، مسلمانوں کے
پندرہ ووٹ مسلم لیگ کو ملے، ایک صاحب ڈاکٹر محمد اسحق
نے اپنا ووٹ استعمال نہیں کیا، آخری ووٹ مفتی احمد یار
خان ریٹھے کا تھا اور وہ اوجھیلیانی میں موجود نہ تھے مگر ان کے
آگے کی خبر گرم تھی، پولنگ کا آخری وقت ۵ بجے تھا،
ساتھ چار بجے کی گاڑی سے مولانا احمد یار خان بیچ گئے اور
اسٹیشن سے سیدھے پولنگ اسٹیشن (میونسپل بورڈ آفس) گئے اور
مسلم لیگ کو ووٹ دیا، مسلمان اوجھیلیانی کے چہرے فرط
سرور سے چمک اٹھے اور لوگ مولانا کو بصورت جلوس گھر
لائے، سب کو احساس تھا اور اعتراف تھا کہ مولانا محض ووٹ
ڈالنے کی غرض سے اتنا طویل سفر طے کر کے آئے ہیں (۹۳۳)

اسی فیصلہ کن الیکشن میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد
مصطفیٰ رضا خان قدس سرہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے
امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا، لیکن رضا
کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے نمبر لگاتے
ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے۔

حضرت مولانا قدس علی خان مدظلہ، پیر جو گوٹھ سندھ
فرماتے ہیں "حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۴۶ء
کے الیکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا
اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اول
ووٹ حضرت کا ہوا، امیدوار عزیز احمد اینڈوکیٹ تھے، عزیز
احمد خان مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور ووٹ ڈالنے کے
بعد حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار مفتی
اعظم پاکستان کے انہوں کے ساتھ آستانہ شریف پر واپس لائے
(۹۳۸)"

یہ واقعہ فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات کا ہے جس میں
بریلی، پہلی بمیت شری حلقے میں مولوی عزیز احمد خان مسلم لیگ
کے امیدوار تھے، انہیں ۱۱۵۳۱ ووٹ ملے، ان کے مد مقابل

صوبہ سرحد کا ریفرنڈم

امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ مولانا مفتی محمد برہان الحق مدظلہ نے ایک انٹرویو میں فرمایا (صوبہ سرحد کا) ریفرنڈم بڑے جوش و خروش سے سزا گیا تھا مجھے خاص طور پر علماء کے اس وفد میں شرکت کی دعوت دی گئی، مسلم لیگ کی جانب سے مولانا صیفت اللہ مولانا عبداللہ بدایونی اور دیگر نامور علماء نے مشترکہ طور پر صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور پاکستان کے قیام کی افادیت عوام کو ذہن نشین کرائی، الحمد للہ ریفرنڈم کھد کا کرتے اور کھد کی ٹوپی پہنے والے پار گئے اور سبز پلائی پرچم والے باندھ اٹھے یہ ریفرنڈم جیت گئے جبکہ کانگریس اور اس کے حامی عناصر کے پاس مسلم لیگ سے کہیں زیادہ وسائل تھے اور اثر و رسوخ بھی بہت زیادہ تھا۔

مولانا سے ریفرنڈم کے دوران کسی مزاحمتی کوشش کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ ہم بڑے عزم و دلولے کے ساتھ طوفانی دورے کرتے رہے، پشاور کے جلسہ عام میں میں نے ایک لہرات ہوئے جلسے کو دیکھ کر حاضرین سے کہا، جس صوبے میں ۹۵ فیصد سے زیادہ آبادی مسلمانوں کی ہے اور وہاں مسلمان غیور بھی ہیں اور اسلام کے شہدائی بھی وہاں ہمیں اپنے سروں پر غیر مسلم تحریک کا پرچم لہراتے ہوئے دیکھ کر عداوت بھی بوری ہے اور انہوں نے بھی لوگوں نے اس صاف گوئی کا بڑا اثر قبول کیا۔"

مولانا نے کہا "اس کے بعد لوگوں کے جو وفد ہم سے ملے تھے، انہیں عجیب طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا رکھا گیا تھا، یہ مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی تحریک کا اصل مقصد

اور پاکستان کا مقصد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ انہیں ذہن نشین کرایا گیا تو وہ جو حق و برحق سبز پلائی پرچم تھے انہیں ہوتے چلے گئے، ریفرنڈم کی کامیابی نے حالات کا نقشہ بالکل پلٹ کر رکھ دیا" (۹۳۶)

سرکاری ملازمت کے زمانے میں جب تحریک پاکستان کی جدوجہد شہین آہنی تو مولانا محمد بخش مسلم مدظلہ نے سب سے پہلے اس میں شمولیت کا اعلان کیا اور شب و روز مسلم لیگ کے لئے کام کرنا شروع کر دیا، انہوں نے قائد اعظم کے ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے ہی اولوالعزم، قرآن عزیز اور جذبہ اسلامی سے لبریز خطبات دئے جس کی مثال نہیں ملتی، انہوں نے سرکاری ملازمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قائد اعظم کے ارشادات کو لاکھوں افراد تک پہنچایا، جب لاہور میں وزیراعظم جناب ملک خضر حیات خان نوات کے خلاف سول نافرمانی کا آغاز ہوا تو مولانا بھی گرفتار ہوئے اور لاہور سنٹرل جیل میں ایک ماہ "مقید رہے"، وہاں بھی مسلم لیگی رہنماؤں اور کارکنوں کو اپنے بند و مصالح اور مواقع غلط سے گولڈے رہے (۹۳۳)

جب سول نافرمانی کا آغاز ہوا تو حضرت شیخ الاسلام خواجہ عمر قمر الدین سیالوی مدظلہ اس وقت مسلم لیگ ضلع سرگودھا کے صدر تھے، سیاستدانوں کی رائے یہ تھی کہ یہ تحریک اس ضلع میں کامیاب نہیں ہو سکتی، حضرت نے یہ غرض نہیں اس تحریک میں شرکت کی اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا تو آپ کے مریدین اور نیاز مندوں کا جوش و خروش دیکھنے کا قابل تھا، وہ قطار اندر قطار پولیس کے آگے سینہ سپر ہو گئے اور مقدس خون سے ارض سرگودھا کو رنگیں کر دیا (۹۳۴)

اسی تحریک کے دوران حضرت مخدوم شیر شاہ گیلانی عمر کے اس حصے میں تھے جب انسانی اعضاء کاٹ کر مارنے سے انکار کر دیتے ہیں لیکن اس عہد نامہ سال کے باوجود آپ کا جذبہ حریت سر نہ پڑا، مسلمانوں میں دفعہ ۱۳۳ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آپ نے احتجاجی جلوس کی قیادت کی اور اس ناجائز اور بے اصول حکومت کے خلاف گرفتاری پیش کی، آپ کی گرفتاری سے عوام کے اندر جوش اور دلولہ تیز تر ہو گیا اور ہزاروں لوگوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا، یہ تحریک جب کسی طرف بھی رہائی نہ پاسی تو خضر حیات حکومت مستعفی ہونے پر مجبور ہو گئی اور یوں ایک غیر قانونی حکومت ختم ہو گئی اور میدان مسلم لیگ کے ہاتھ رہا (۹۳۵)

تو پر دکھاتے ”لوگو دیکھو جنم کا رنگ سرخ ہے“ شعلے سرخ ہیں ”انگریز کانت سرخ ہے“ بندر کا چہرہ سرخ ہے تابی چالنے والی آمدنی کا رنگ بھی سرخ ہے ”اور کفر کے صندوق کا بھی رنگ سرخ ہے جو اس سرخ صندوق میں دھت ڈالے گا وہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اس کے مقابلہ میں چین زار سبز ہیں ”روضہ مبارک کارنگ ہے“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جبہ اور حضرت حسین کے علم کا رنگ سبز ہے ”مسلم لیگ کے پرچم کا رنگ بھی سبز ہے اور اہل اسلام کے صندوق کا رنگ بھی سبز ہے جو اس رنگ کے صندوق میں دھت ڈالے گا وہ بہشت کے سبز رنگ چاقوروں کے ساتھ بہشت میں خوشی سے پرواز کرے گا“ (۹۳۸)

پانگ کا نتیجہ نکلا تو پاکستان کے حق میں ۲۸ لاکھ نوے اور ہندوستان کے حق میں ۸۷۳ ووٹ پڑے (۹۳۹)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہ اس ریفرنڈم کو ایک چیلنج کی حیثیت سے قبول کرتے ہوئے صوبہ سرحد جا پہنچے ”حضرت میر صاحب زکوی شریف“ حضرت میر صاحب باگی شریف جیسی جلیل القدر شخصیات کے ساتھ مل کر آپ نے اس صوبہ کے تمام شہروں کے طویل دورے کئے ”پیسوں اجتماعات سے خطاب فرمایا“ پاکستان کی اسلامی اہمیت اور اس کا نظریاتی مقام بیان کیا ”نتیجہ یہ نکلا کہ سرحد کے عوام کانگریسی اور سرحدپوش رہنماؤں کے محرت آزاد ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پانچ پاکستان اور مسلم لیگی کے حق میں پلٹ گیا (۹۳۷)

صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے لئے کانگریس کے صندوق پر رنگ سرخ اور مسلم لیگ کے صندوق پر رنگ سبز رکھا گیا۔ ان سرخ اور سبز کے الفاظ سے فائدہ اٹھا کر میر (عبد اللطیف) صاحب زکوی شریف جیسے جلیل القدر شخصیات کے یوں

ارشاد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

شادی کے گلے باجے

عرش۔ حضور نوش کا وقت نکاح سرا بانہا نیز باجے گاتے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟
ارشاد۔ خالی پھولوں کا سراجائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول میں سب ناجائز و حرام ہیں (الملفوظ حصہ اول صفحہ ۵۰)

بزرگوں کے اعراس میں افعال شیعہ

عرش۔ حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟
ارشاد۔ بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی تہہ کم فرما دی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے اور اب کہاں؟ (الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۵۹)

فون نمبر

۹۳۰۲۷۶۱

شفیق ایک سنٹر
چوک گڑھی شاہو لاهور

آپ کی آمد کے منتظر

ایک الزام کا جواب

جمعیت علماء اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ قیام پاکستان کے مخالف ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ نورانی میاں کی پارٹی کے لوگ تو مسلم لیگ پر کفر کے قوت لگا رہے تھے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے قائد اعظم کو کافر کہا، یہ سب خرافات الٹی ہی کہی ہوئی ہیں اور ہمارے مرتعوب کرشمے بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (۹۳۳)

جناب ابن مسعود ہاشمی، امام احمد رضا قاضی بریلوی قدس سرہ پر الزام لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان صاحب ایک متاثرہ شخصیت ہیں، راہنمایان قوم، دردمندان ملت اور تحریک پاکستان کے قائدین و آئینے نام یہ نام کافر قرار دیا اور ”مسلم لیگ“ کی مخالفت پر ایک رسالہ ”قلبندہ کیا“ اندریں حالات مولانا موصوف کی تحریروں اور ادب پاروں کو پاکستان میں شامل نصاب کرنا ہم تحریک پاکستان سے بے وفائی سمجھتے ہیں۔“ (۹۳۳)

الزام لگاتے والے یہ حضرات عالم دین اور خدام اہل دین تصور کئے جاتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ ان مناصب پر فائز ہونے کے دعویدار افراد بھی جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لیتے ہیں حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کے اکابرین کے امام مسٹر گاندھی تھے اور جماعت ہندو کانگریس، ہندوؤں اور ہندو پرست مولویوں کو سنی علماء و مشائخ نے سیاسی محاذ پر شکت فاش دی، پہلے معترض مولوی سعید الرحمن

کے بیانات سابقہ صفحات میں نقل کئے جا چکے ہیں جن میں انہوں نے کانگریسی مولویوں کے گمن گانے ہیں ابوالقاسم آزاد کو شہرہ آفاق کہنے پر بانی پاکستان حضرت قائد اعظم رضویہ پر گرفت کی ہے اور سقوط ڈھاکہ کو مشہور و معروف کانگریسی رہنما مولوی حسین احمد دیوبندی کی کرامت بتایا ہے، جہاں تک احسان الہی ظہیر کی کتاب البریلویت کا تعلق ہے تو اس کا جواب علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب پہلے ہی دے چکے ہیں (۹۳۵)

آج کل کانگریسی مولویوں کی جانب سے یہ بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ سنی بریلوی علماء و مشائخ تحریک پاکستان کے مخالف تھے اور انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح رضویہ اور مسلم لیگی لیڈروں پر کفر کے قوت لگائے، مولوی سعید الرحمن علوی رقمطراز ہیں

”مسلم لیگ کے مرنے و سرپرست مولانا اشرف علی تھانوی کے بغض کے سبب بعض کافر گروں نے مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کو بھی کافر کہا۔“ (۹۳۰)

فتی عبد الرحمن صاحب نے بالکل واضح الفاظ میں دعویٰ کیا ہے کہ ”ایک طرف تو حضرت (اشرف علی) تھانوی اور ان کے مخلصین کی جماعت اللہ کے دین کا بول بالا کرنے اور مسلمانوں کی دینی دنیاوی فلاح کی غرض سے مسلم لیگ والوں کی صحیح معنوں میں مسلمان بنانے میں مصروف تھی اور دوسری طرف خود حضرت تھانوی کو کافر قرار دینے والا بریلویوں کا فتویٰ لوگوں میں تقسیم کیا جا رہا تھا اور مسلم لیگ والوں کو بے دین ثابت کیا جا رہا تھا، یہاں تک کہ قائد اعظم تک کو کافر کہا جا رہا تھا تاکہ کسی طرح لوگ مسلم لیگ میں شامل نہ ہوں۔“ (۹۳۱)

احسان الہی ظہیر صاحب کے خیال میں یہ فتوے انگریزوں کی حکومت کو احتجاج پیشے کے لئے دیئے گئے تھے:

”جناب احمد رضا تو تحریک خلافت کے دوران ہی وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور وہابیوں کے علاوہ مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی اور لیگی زعماء کے کافر و مرتد ہونے کے قوت جاری کئے اور اس طرح انہوں نے بالواسطہ طور پر انگریزی استعمار پر ہاتھ مضبوط کئے۔“ (۹۳۲)

مولوی غلام اللہ خاں نے ایک انٹرویو میں بتایا:

”جمعیت علماء پاکستان والے علماء دیوبند بالخصوص

افراد و جسے ہیں جنہوں نے کسی موقع پر بھی دین کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، اس کے برعکس دوسروں نے بیش من حیث الجماعت قوم اور دین کا سوا کیا۔ وہ لب کوڑ سے لب کوڑا پر پھسل گئے، ہماری جماعت سے کوئی ایک فرد جسے ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا، جس نے کسی غیر مسلم، "رون عظیم" کہا ہو یا اسے اپنی مساجد مدارس اور مذہبی

جیسے مجالس میں بلا کر عزت کا مقام دیا ہو (۹۴۹)

انصاف کی بات یہ ہے کہ دو تین کو چھوڑ کر، سب کی علماء و مشائخ نے مسلم لیگ کی حمایت کی اس لئے ان کے متعلق یہ کہنا صرفاً زیادتی ہے کہ

☆ مسلم لیگ کی مخالف سیاسی جماعتوں میں سے جس
قدر مخالفت بریلویوں نے کی ہے، تاریخ اس کی مثال پیش
کرنے سے قاصر ہے (۹۵۰)

ہم سب سے بڑا مجموعہ یہ ہے کہ تورانی پارٹی یا اس کے اسلاف
قیام پاکستان کے حامی تھے۔ جس پارٹی کا نام جمعیت
اعلائے پاکستان ہو، پاکستان سے قبل وہ کیسے موجود ہو
کرتی ہے۔" (۹۵۱)

ۛۛ "جمعیت علماء پاکستان" قیام پاکستان کے وقت موجود نہ تھی اور نہ اس امر کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ اس کے موجودہ قائدین مثلاً مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار نیاز، شاہ فرید الحق، ظہور الحسن بھوپالی وغیرہ کا تحریک پاکستان سے کسی قسم کا کوئی تعلق تھا۔ اس کتب خانہ کے صرف ایک نامور عالم دین حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے البتہ مسلم لیگ کی حمایت کی تھی لیکن یہ ان کا ذاتی فعل تھا اور جس طرح دیوبندی علماء کرام میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی پاکستان کے لئے غیر مشروط حمایت بلکہ کوشش کو پورے دیوبندی کتب خانہ پر لاکھ نہیں کیا جاسکتا جو اپنی سیاست کے لئے جمعیت علماء ہند کو پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرتا تھا، اسی طرح مولانا عبدالحامد بدایونی کی پاکستان کے لئے تائید و حمایت تمام دیوبندی علماء کو تحریک پاکستان کے حامی ایڈز نہیں بنا سکتی۔

(نیم آخر) (۹۵۲)

اس میں شک نہیں کہ - معین علماء پاکستان تقسیم ہند

البتہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق گزارش یہ ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا فاضل بیرونی قدس سرہ کی طرح ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا تھا (۱۹۳۷)

اور تحریک

خلافت و ترک منوالات کی مخالفت کی تھی (۹۳۷)

٤٥١

بعض معتقدین انہیں مسلم لیگ کا حامی اور بعض مخالف قرار دے رہے ہیں (۹۴۸)

انہیں بددعویٰ نظریہ اور پاکستان کا بانی تسلیم کرنے کے حق میں نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سنی علماء سے منسوب بعض ایسی کتابیں موجود ہیں جن میں مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کے خلاف نامناسب الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور جن کے ہوائے دے دے کر یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے کہ سنی علماء و مشائخ کا نقطہ نظر وہی تھا جو ان کتب سے مترشح ہوتا ہے حالانکہ یہ تاثر صحیح نہیں " سنی اکابرین بحیثیت جماعت کے ان معتمدین کے ساتھ متفق نہیں تھے " ان محبین قوم نے مذکورہ کتب کے مندرجات سے اعلانِ اپنی برائت کا اظہار فرمایا جبکہ جن باگوس مولویوں نے بحیثیت جماعت کے تحریک پاکستان کی کھل کر مخالفت کی " مسلم لیگ اور ان کے لیڈروں پر قوت لگائے " یہی معترضین آج بھی ان سے متفق ہیں اور ان کی مذمت کرنے کی ہمت نہیں کر سکتے " یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ گنتی کے چند سنی علماء نے اگرچہ مسلم لیگ کی مخالفت کی تھی لیکن خود یہ اور دیگر ب حضرات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے کانگریس کی حمایت اور مشرکین ہند کی مدد سرائی کی ہو " ہندوؤں کی موجودہ ظالم و جارح حکومت میں زندگی بسر کرنے کے باوجود بھی بریلی شریف کے سجادہ نشین مولانا ریحان رضا بریلوی نے ایک انٹرویو میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے ڈنگے کی چوٹ پر فرمایا کہ " ہمیں فخر ہے کہ ہماری جماعت نے قوم کو ایسے

جس میں آئی لیکن ۔ سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا کا رکن مسلم لیگ کے مخالف تھے ، سنی حضرات کی عظیم کا نام " آل انڈیا سنی کانفرنس " تھا جو امام رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرحومہ کے خلیفہ حضرت فاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ کی قیادت میں منعقد ہوا تھا۔ لیکن قیام پاکستان تک وہ قوی نظریہ کی نشوونما کے لئے لڑتے رہے ، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سنی مخالف میں سے صرف مولانا عبدالخالق بدایونی علیہ نے مسلم لیگ کی حمایت کی تھی تو اس الزام کا جواب پیش نظر مقالہ میں ہے ۔

مسلم لیگ اور اس کے قائدین سے اختلاف کرنے والوں کو صرف ایک معروف عالم دین حضرت مولانا حشمت علی خان کا نام دیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا ، عام کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا علمی خیانت ہے ، مولانا شاہ راقم نظر ہیں :

" آج کل کچھ لوگ مولانا حشمت علی خان بریلی بھیسی ایک کتاب کا بہت تذکرہ کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک بریلوی عالم نے پاکستان بنانے کی کوشش کی تھی ، میں یہاں اس تاریخی حقیقت کو بے اعتبار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا حشمت علی خان نے اس کتاب سے رجوع کر لیا تھا ۔ تفصیل اس کی یوں ہے مولانا حشمت علی خان میرے والد (مفتی محمد امین شاہ صاحب) کے بہت عزیز دوست تھے اور انہیں ہمیشہ بھائی کی طرح پکارتے تھے لیکن جب انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کی تو تمام سنی علماء نے متفقہ طور پر ان کا بائیکاٹ کیا ۔

آئی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ کے والد قبلہ مفتی اعظم ہند (محمد مصطفیٰ رضا خان) سے اس حد تک ناراض تھے کہ انہوں نے مولانا حشمت علی سے ملنا بھی بند کر دیا تھا اور انہیں بریلی شریف میں کے موقع پر تقریر کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی اب حقیقت یہ ہوگئی تھی کہ وہ بریلی شریف جاتے تو

مزار شریف پر حاضری دے کر خاموشی سے واپس چلے جاتے ۔ اس بائیکاٹ میں میرے والد محترم بھی شریک تھے کیونکہ اس وقت موقع ایسا تھا کہ تمام دیوبندی مولوی تحریک پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے اور اس کے برعکس تمام سنی علماء و مشائخ حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے ، مولانا حشمت علی خان کی مسلم لیگ پر تنقید ۔ جواب میں والد صاحب کے ۵۰ صفحات پر مشتمل ایک کتاب " رضوی تیشہ برخائے شیر بیشہ " ہفتار سوالات برصاحب چاروہ جمالات " لکھی ۔۔۔ مولانا حشمت علی نے (میرے والد کی پوری کتاب میری موجودگی میں پڑھی اور پھر اگلے روز وہ والد صاحب کو ملنے کے لئے تشریف لائے ، اس موقع پر میں بھی موجود تھا ۔ تھوڑی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد مولانا حشمت علی خان تحریری طور پر اپنی کتاب سے رجوع کرنے پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے مدافعی نامہ لکھ کر دیدیا " (۹۵۳)

ہمارے کرم فرما دارالعلوم حزب الاحناف کے فارغ التحصیل مولانا محمد طیب دانا پوری کی کتاب " تنجانب اہل سنت " کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کرتے ہیں گویا کہ یہ سنی دنیا کی مشفق علیہ کتاب ہے ، حالانکہ حقیقت سے اس کا دور کا تعلق بھی نہیں ، حزب الاحناف لاہور کے متمم علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں :

" اتنی بات درست ہے کہ اس کتاب کے مولف مولوی محمد طیب دانا پوری ، حزب الاحناف ہند کے فارغ التحصیل ہیں مگر انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے ، بریلوی مکتبہ فکر کے علماء نے اس کے مؤید ہیں اور نہ اس کے تمام مندرجات کو صحیح و درست مانتے ہیں مگر اس کے باوجود ، تنجانب کے حوالوں سے علماء بریلی کو بدنام کرنے کی سعی مذموم کی جاتی ہے " (۹۵۳)

غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء میں تحریر فرماتے ہیں :

" تنجانب اہل السنہ " کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت

مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔ سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں۔ (۹۵۵)

مولانا غلام رسول صاحب سعیدی رقمطراز ہیں "مولانا غیب صاحب ہمدانی مصنف "تجانب اہل سنت" علی اعتبار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں۔ وہ مولانا حشمت علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ شرقپور کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس۔" "تجانب اہل سنت" میں جو کچھ انہوں نے لکھا، وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بنارس کانفرنس میں قرار و آقا قیام پاکستان منظور کر کے مولانا حشمت علی کے سیاسی افکار اور "تجانب اہل سنت" کے مندرجات کو عملاً رد کر دیا تھا۔ لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسیح کے غیر معروف امام اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سوا اعظم اہل سنت پر لاگو نہیں کیا جاسکتا۔ یہ شخص ہمارے لئے حجت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار (۹۵۶)

آخر میں ہم مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کے انٹرویو کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو موضوع زیر بحث کے متعلق حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے:

"مولانا شاہ احمد نورانی سے سوال کیا گیا کہ بعض اخبارات میں اس قسم کا مواد شائع کیا جا رہا ہے جس میں قائد اعظم علامہ اقبال اور دوسرے مسلم لیگ کے قائدین کو مرتد اور کافر کہا گیا تھا اور یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ اس قسم کا فتویٰ صادر کرتے والے آپ کے اکابرین میں شامل ہیں۔ مولانا نورانی میاں نے جواب میں اس بات کی نفی کی اور کہا کہ ان کے اکابرین نے کبھی قائد اعظم، علامہ اقبال اور مسلم لیگ کے قائدین کو کافر اور مرتد نہیں کہا بلکہ اس کے برعکس ان کے اکابرین نے دو قومی نظریہ، تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی کھلم کھلا اور پر جوش و پر زور انداز میں حمایت کی اور اس سلسلہ میں مولانا عبدالحمید بدایونی اور مولانا ابوالحسنات قادری کا خاص طور پر نام لیا جو تحریک پاکستان میں پیش پیش تھے، انہوں نے اس

سلسلہ میں آگے چل کر یہ بھی کہا کہ ان کے علاوہ خواجہ قمر الدین سیالوی، پیر صاحب گولڑہ شریف، دیوان آل رحیم آف امیر، مولانا احمد سعید کاظمی، شاہ محمد عبدالعظیم مدظلہ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید محمد اشرف کچھوچھو، پیر صاحب مانگی شریف اور پیر بھر چندری شریف بھی ہمارے اکابرین میں شامل ہیں اور ان میں کسی نے بھی حضرت قائد اعظم علامہ اقبال اور دوسرے مسلم لیگ کے رہنما کو کبھی کافر اور مرتد نہیں کہا۔ نورانی میاں کا کہنا تھا کہ ہم یہ زبان استعمال ہی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ ہم اور ہمارے اکابر تو بیش سے دو قومی نظریہ کے مؤید اور مسلم لیگ کے حامی اور حمایتی رہے ہیں۔ اس لئے ہماری یا ہمارے بزرگوں کی جانب سے قائد اعظم اور علامہ اقبال کی اہانت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" (۹۵۷)

امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرحومہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے مسلم لیگ کے خلاف کوئی کتاب لکھی ہے یا اس کے لیڈروں پر فتوے لگائے ہیں، سراسر کذب بیانی اور من گھڑت الزام ہے۔ الزام لگانے والے کو غالباً یہ بھی معلوم نہیں کہ فاضل بریلوی ۱۹۲۱ء میں فوت ہوئے تھے جبکہ اس وقت مسلم لیگ دو قومی نظریے کی حامی نہیں تھی اور یہ فاضل بریلوی مدظلہ ہی تھے جنہوں نے اس وقت مسلمانوں کی گاندھی اور ہندو پرست مولویوں کے غیر شرعی قلعہ متحدہ قومیت اور ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیکر دو قومی نظریہ کو اجاگر کیا اور رام راج کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ اسی (جرم) کی وجہ سے گاندھی قلعہ کے پرستار مولویوں نے اس وقت بھی امام موصوف پر جھوٹے الزامات لگا کر بدنام کر کے کی ناکام کوشش کی اور آج بھی کانگریسی خیالات کے حضرات اپنے بزرگوں کی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں۔

مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی علماء کی طرح علماء دیوبند کو بھی مولوی حسین احمد دیوبندی، ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ، مولوی احمد علی لاہوری، مولوی عبداللہ سندھی، مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی حبیب الرحمن بدایونی، مفتی محمود اور ان کے ہمراہ کانگریسی مولویوں کا

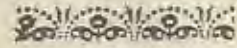
کر کے ان کی مذمت میں بیان جاری کر دینا چاہیے تاکہ پاکستانی عوام کو یقین ہو جائے کہ یہاں کے سب علماء نظریہ پاکستان کے حامی اور کائنات کی مولویوں کے نظریات سے بیزار ہیں۔

جی 'نہو' پیدل وغیرہم سے تعلق 'متحدہ قومیں' غیر شرعی فلسفے کی تبلیغ 'علامہ اقبال' قائد اعظم محمد جناح اور دیگر مسلم لیگی رہنماؤں پر لگائے گئے فتوے بازیا الزامات اور مشہور روایہ سے اپنی برات کا اعلان

وہ داناے سبیل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا نسر و نغ وادی سینا
لنگاہ عشق و مستی میں وہی اول و ہی آخر
وہی سر اس 'وہی سر قاف' وہی یسین 'وہی طہ'



فتانہ عظیم اور مشران مجید



پہلی چیز جو میرے لئے اس روحانی کرب کا باعث ہوئی وہ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر میاں طفیل محمد صاحب کی پیش کردہ تثلیث تھی۔ یعنی یہ کہ ایک جداگانہ مملکت کا خیال اقبال نے دیا۔ پاکستان کا نظریہ مودودی صاحب نے عطا فرمایا اور محمد علی جناح رحمہ اللہ نے اس کے مطابق ایک مملکت حاصل کرنے کی۔ اس قسم کی ایک تثلیث عیسائیوں نے بھی ہتھیار کیا ہے۔ یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس۔

شہرین میں تو یہ اقوام ثلاثہ برابری کی حیثیت رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ہوا یہ کہ باپ اور روح القدس بیٹے میں حلول کر گئے اور عیسائیت کا۔۔۔۔۔ بلکہ یوں کہہ سکیں کہ ساری دنیا کا مدار علیہ حضرت مسیح ہی رہ گئے۔ اس جدید تثلیث کے پیش کرنے والے جس بڑی طرح سے پہلے تحریک پاکستان کے اور اب مملکت پاکستان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کی روشنی میں یوں نظر آتا ہے کہ رفتہ رفتہ اس مثلث کے پھوٹنے دو نوں ضلع بن گئے۔ یعنی اقبال رحمہ اللہ اور جناح رحمہ اللہ ختم کر دیئے جائیں گے اور ان کے معزز مقتدی۔۔۔۔۔ مودودی صاحب۔۔۔۔۔ خطا مستقیم بن کر بانی پاکستان کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آجائیں گے۔ تاریخ میں اس قسم کی تحریف و تحریف کوئی نیا واقعہ نہیں ہے۔ ہمارا واقعہ جس نے میرے اس کرب کو شدید ترین درجہ میں پہنچایا۔ مودودی صاحب کا یہ ارشاد گرامی تھا کہ۔۔۔۔۔ قائد اعظم کا پاکستان کو اسلامی مملکت بنانے کا دعویٰ بھی محض فراء اور فریب تھا مجھے الم انگیز کرب اس احساس سے تھا کہ یہ ناپاکار ایسا پتہ سننے کے لئے زندہ کیوں رہا؟ اس سے پہلے ہی اس کا خاتمہ

پہلے سال اور اس پر مختلف غوار غش کے ہیوم نے پہلے ہی متحمل کر رکھا تھا جو گزشتہ دنوں مسلسل بخار کی شدت نے رہی کسی کسر بھی نکال دی۔ اور نقاہت اس قدر بڑھ گئی کہ تھوڑے سے وقت کے پہلے بات چیت کرنے کی ہمت نہ رہی۔ جسمانی کوفت تو تھی ہی لیکن اس دوران میں وہ ایک باتیں ایسی نظروں سے گزریں جنہوں نے انتہائی روحانی کرب پیدا کر دیا سوچنا تھا کہ اگر تھوڑی سی سکت بھی پیدا ہو جائے تو میں کم از کم اپنی ایک شہادت کو قلمبند کر کے محفوظ کر جاؤں جس سے ثابت ہو سکے کہ محسن ملت قائد اعظم کا قرآن حکیم کے ساتھ کسی قدر تہنا تعلق تھا۔ اس احساس کی شدت اس خیال سے اور بھی بڑھ گئی کہ کل قیامت کے دن کم از کم اس بازو جس سے بیخ باؤں کے جب یہ اتنی بڑی شہادت ہمارے پاس موجود تھی تو تم اس اپنے پیچھے میں مستور رکھ کر دنیا سے کیوں چلے گئے۔ لیکن میری نقاہت راستے میں بڑی طرح حائل تھی۔ اس مشکل کا حل میرے واجب الاحرام دوست پرویز صاحب نے پیش کر دیا۔ انہوں نے مزاج پر ہی کے لئے ٹیلی فون کیا تو میں نے ان سے اپنے اس کرب کا اظہار بھی کیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں اپنے ایک معاون کو آپ کی خدمت میں بھیجے دیتا ہوں۔ آپ جو کچھ کہنا چاہیں انہیں املا کر دیجئے چنانچہ میں ان کے شکریے کے ساتھ یہ الفاظ املا کر رہا ہوں تاکہ یہ اس کے بعد "طلوع اسلام" کے صفحات میں محفوظ ہو جائیں۔

پرو پرائیٹر
محفل شفیقہ

وہٹی روڈ صدر بازار
لاہور کینٹ

مارنگٹ سٹارٹلرز
جینٹ

عمل کر لئے گئے اس جمعیت کے نامزد صدر مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا افتتاح کرنا تھا کہ سو اتفاق سے وہ دیوبند میں ملے ہو گئے ہیں۔ جمعیت کے اجلاس میں چند روز باقی ہیں۔ یہ اس میں شریک نہیں ہو سکیں گے۔

یہ ہیں منظر بیان کرنے کے بعد قائد اعظم نے اپنے مخصوص "جرنل" انداز میں فرمایا کہ تم جلد از جلد خطبہ افتتاحیہ تیار کرو اور ۲۳، ۲۴۔ اکتوبر تک گلٹ پینچ جاؤ وہ ضابطہ کے ان قدر پابند رہو کہ انہوں نے کہا کہ تم "شعبہ عمومی سیاست"

میں میرے نائب کی حیثیت سے کانفرنس میں شرکت کرو اور اس ضروری دینی خدمت کو سرانجام دو خاکسار نے ان کی اس سرفرازی پر شکریہ ادا کیا اور اس ضرورت کو اپنا اہم ترین فریضہ سمجھ کر رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ ذرا غور جو شخص کے نائب بن کر تم وہاں جا رہے ہو اس کی پوزیشن کے متعلق چند بنیادی نکتے ذہن میں رکھ کر وہاں جاؤ ان کے سامنے میز پر قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا نسخہ رکھا تھا اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ میرا اس حقیقت پر ایمان ہے کہ اس کتاب عظیم میں دنیا اور آخرت کی زندگیوں کے متعلق مکمل ضابطے اور آئین موجود ہیں تمدنی، معاشی اور اخلاقی، امن اور دائمی قواعد موجود ہیں عسکری تنظیم اور مملکت کے داخلی اور خارجی استحکام کے امن قواعد موجود ہیں لوگوں کی جان و مال و آبدی کی حفاظت کے ابدی ضوابط موجود ہیں لیکن یہ قواعد اور ضوابط بالعموم اصولی حیثیت سے دیئے گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصول تو بیش بیش کے لئے غیر متبدل رہیں گے لیکن ان پر عمل پیرا اپنے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق ہوا جائے گا اسلامی مملکت کا فریضہ یہ ہوگا کہ وہ ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے قواعد و ضوابط مرتب اور نافذ کرے مثال کے طور پر انہوں نے کہا قرآن کریم میں یہ کہا گیا ہے کہ جرم کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جائے اس پر میں نے جرات کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے ذہن میں غالباً قرآن کریم کی وہ آیت ہے جس میں کہا گیا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلاً (۳۴:۴۰) اس پر انہوں نے فوراً قرآن مجید کھولا اور اس آیت کو دیکھ کر فرمایا کہ بے شک یہی آیت میرے ذہن میں تھی اس کے بعد ما کہ

کیونکہ نہ ہو گیا قائد اعظم کا قرآن مجید کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق تھا اور وہ اس باب میں کس قدر تھکن تھے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن میں اس میں ایک ذاتی واقعہ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جسے میں نے اپنی "شہادت" کہہ کر پکارا ہے۔ ۱۹۳۵ء کے آخری ٹکٹ کی بات ہے جب قائد اعظم آل انڈیا مسلم لیگ کے اراکین کے ساتھ ممبئی (لاہور) میں قیام فرماتے۔ ایک دن جب میں اپنے مکان۔۔۔۔۔ چیمبرلہ نمبر 1051/8 میں بیٹھا ہوا تھا 'قائد اعظم' سٹیڈ کالیک ٹائمنڈ میرے پاس پہنچا اور کہا کہ قائد اعظم نے مجھ خاکسار کو فوری طور پر یاد فرمایا ہے۔ میں فوراً چلنے کے لئے تیار ہوا لیکن پھر خیال آیا کہ۔۔۔۔۔ زبان یارمن ترکی و من ترکی نمی داغم۔۔۔۔۔ میں انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اور قائد اعظم شاید میری زبان کو پوری طرح سمجھ نہ پائیں تو باہمی گفتگو کا نقش کیا ہوگا۔ اتفاق سے اس وقت میرے پاس مسٹر ایم مسعود کھدر (سابق آئی۔ سی۔ ایس) جو اس زمانے میں نواب شاہ کے ڈپٹی کمشنر تھے (بیٹھے تھے) میں نے ان سے ساتھ چلنے کے لیے کہا کہ وہ ترمیم کے قرائض سرانجام دے سکیں۔ ہم ممبئی والا پہنچے تو قائد اعظم سٹیڈ ایک چھوٹے سے کمرے میں جس کا دروازہ بڑے ہال کی طرف بھی کھلتا تھا۔ میرے منتظر بیٹھے تھے۔ سلام مسنون کے بعد انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں ایک بڑے اہم دینی مقصد کے لئے بلایا ہے جمعیت الحدائے ہند (دہلی) جس کے سرپرست مفتی کفایت اللہ (مرحوم) مولانا حسین احمد مدنی (مرحوم) اور مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) جیسے نیشلسٹ علماء برسوں سے تحریک پاکستان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہیں بہت سے علماء ہمارے ہم قوا بھی ہیں لیکن ان کی کوئی تنظیم نہیں۔ کچھ عرصہ سے یہ کوشش جاری تھی کہ ان علماء پر مشتمل ایک متوازی جمعیت قائم کی جائے۔ اس کا مرکز گلٹ پینچ پایا اور مختلف صوبوں میں اس کی شاخیں بھی قائم کر دی گئیں۔ اس کا افتتاحی اجلاس چند دنوں کے بعد گلٹ میں ہونا قرار پایا۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں دعوت نامے بھی جاری کر دیئے اور مولانا راغب احسن (مرحوم) کے زیر سرکردگی بمبئی انتظامات بھی

عمر پہلے فتح مکہ کے وقت حلقہ گروش اسلام ہوئے تھے اس لئے بعض گوشوں میں کچھ باتیں بھی ہونے لگیں لیکن جب حضور ﷺ نے اس کی مصلحت سمجھائی تو وہ بیک زبان بپار اٹھے کہ رضینا یا رسول اللہ ﷺ ——— حضور ﷺ مطمئن ہیں۔

وہ ان تفصیلات کو بدلتے جذب و انہماک سے سن رہے تھے وہ اس گفتگو کے لئے زیادہ وقت دینا چاہتے تھے لیکن مسلم لیگ کی کارروائی کے اصرار پر انہیں اسے مختصر کرنا پڑا میں اٹھا تو فرمایا کہ جاتے جاتے ایک اور بنیادی نکتہ بھی ذہن میں لے کر جاؤ کہ اگرچہ میری نظر میں قرآن مجید کے فیصلے کے مطابق دو بدترین اور ناقابل معافی جرم ہیں — ایک شرک اور دوسرا تفرقہ — تفرقہ خواہ مذہبی پیشواؤں کے نام پر خواہ سیاسی راہنماؤں کے نام پر ہو، وطنیت کے نام پر ہو، رنگ و نسل اور خون کے نام پر ہو بہر حال جرم عظیم ہے۔ ان دونوں جرائم میں سے پہلے جرم (شرک) کی سزا اخروی زندگی میں ملے گی لیکن دوسرے جرم (تفرقہ) کی سزا اس دنیا میں ذلت و خواری غلامی اور ٹھگن کی شکل میں ملے گی اور آخرت میں اس سے بھی بدتر شکل میں یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے تمام نوع انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے — ایک مومن اور دوسرے کافر — اسی کا نام دوقوی نظریہ ہے مومنین کے اندر کسی بنیاد پر تفرقہ ناقابل معافی جرم قرار پائے گا۔ اس نکتے کو خاص طور پر ذہن میں رکھنا جاؤ خدا حافظ۔

میں رخصت ہو کر آیا تو پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا کہ یہ شخص جسے عام طور پر صرف ایک جبر سٹر سمجھا جاتا ہے اس کی اسلام کے بنیادی اصولوں پر کتنی گہری نگاہ ہے اور اس شخص کے متعلق یہ کہنا کہ اس کے ذہن میں اسلامیت کی پیچیدگی تک دکھائی نہیں دیتی کتنا بڑا کذب و افترا ہے میں نے حسب الارشاد خطبہ تیار کیا اور ٹکٹ چلا گیا ہم چار دن وہاں رہے لیکن کیفیت یہ تھی کہ قائد اعظم جہاں بھی تھے ہم سے رابطہ قائم کرتے رہے اور تفصیلات معلوم کرتے رہے۔ آخری اجلاس ختم ہونے سے پہلے ان کی طرف سے تنظیم کے متعلق بھی ضروری ہدایات موصول ہو گئیں اور قراردادوں کے سلسلے

میں یہ ایک اصولی حکم ہے اور ابدی یہ دیکھنا اسلامی مملکت کا یہ کہ معاشرہ کے عام حالات کی روشنی میں کس جرم کی کیا ہوئی چاہیے جو قرآن کے اس اصول کے مطابق ہو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے یہ معنی قوانین مرتب فرمائے۔ اس پر میں نے پھر سلسلہ کلام منقطع کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے ایسا کچھ خود اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق کیا تھا جس کی رو سے کہا گیا تھا کہ دشاور ہم فی الامم (۳:۱۵۸) انہوں نے پھر قرآن کریم کو کھولا اور اس آیت کو نکال کر کہا کہ بات بالکل واضح ہے اگر قرآن مجید کے اصولی احکام کے جزئی قوانین مرتب کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو مشاورت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ حضور کے بعد امت کو بھی اسی طرح تدوین قوانین کرنی ہوگی میں نے عرض کیا کہ اس کے لئے بھی خدا کا حکم موجود ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وامروہم شوریٰ بینہم (۴:۳۸) انہوں نے پھر قرآن کریم سے یہ آیت نکالی اور کہا کہ خدا کی یہ ہدایت ہماری راہنمائی کے لئے کس قدر واضح ہے۔ اسلامی مملکت جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں کے آئین کی بنیاد یہی ہوگی۔

قائد اعظم ﷺ ان باتوں میں مصروف تھے اور کمر کا دروازہ باہر سے کھٹکھٹایا جارہا تھا کیونکہ مسلم لیگ کے اراکین ضروری کارروائی کے لئے مضطرب تھے اس پر میں نے اٹھنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں تمہیں کچھ نظر معلوم ہوں تو مثال کے طور پر مجھے تاؤ میں نے عرض کیا کہ سورۃ الانفال کی پہلی آیت میں جنگ میں حاصل شدہ مال کے متعلق ایک اصولی حکم ہے کہ وہ مال اللہ اور رسول ﷺ کا ہوگا تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مختلف جنگوں میں حاصل شدہ مال غنیمت کی تقسیم مختلف انداز سے ہوئی — جنگ بدر کے خاتمہ پر ایک انداز سے خیبر کی فتح کے بعد دوسرے انداز سے جنگ حنین اور ہوازن میں جو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے وہ سارے کا سارا مال ان مجاہدین میں تقسیم کر دیا جو ابھی کچھ

حوالہ جات

- (۱) محمد میاں سومرو: جہانِ حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول مکتبہ شیخ الاسلام رحیم یار خان ص ۱۹۸
- (۲) عبدالرحمن بنی: نادر قائد اعظم، شیخ آئیڈی لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۵۶
- (۳) ماینامہ طلوع اسلام (دبلی) جون ۱۹۳۸ء ص ۴۹
- (۴) معین الدین عقیل، ڈاکٹر: مسلمانوں کی جدوجہد آزادی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ص ۷۰
- (۵) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۶۳-۶۴
- (۶) (۱) - Abul Kalam Azad: India wins Freedom Orient Longman limited Madras 1988 page-4
- ب- حسین احمد دیوبندی، مولوی: نقش حیات جلد دوم، دارالاشاعت کراچی ص ۵۵۰
- (۷) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۸-۸۹
- (۸) وحید قریشی، ڈاکٹر: منتخب مقالات اقبال ریویو، اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۰۰-۳۰۱ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے
- ا- ابوالاعلیٰ مودودی: بانگِ حمر، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۵۶
- ب- ابوالاعلیٰ مودودی: صدائے رستاخیز، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۵۱
- (۹) Rajendar Prasad Dr: India Divided Book Traders Lahore Page -123
- (۱۰) رئیس احمد بخاری: قائد اعظم اور ان کا عہد، مکتبہ آئیڈی لاہور ص ۱۳
- (۱۱) Khalid B. Sayeed: Pakistan The formative Phase Oxford University Press Karachi 1978 (page -50)
- (۱۲) Sharif Al mujahid: Quid - I - Azam Jinnah Quid - II - Azam Academy Karachi 1981 page -191-192
- (۱۳) ایچ بی خان: برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۸۵ء ص ۲۷۵
- (۱۴) محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۵۹
- (۱۵) محمد یوسف بھٹہ مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۵۱
- (۱۶) ظفر علی خان: بہارِ پاکستان، مکتبہ کاروان لاہور ص ۳۷-۳۸
- (۱۷) Jawaharlal Nehru: An Autobiography John Lane the Bodley Head London 1936 Page -160
- (۱۸) محمد مسعود احمد: پروفیسر تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۳۵
- (۱۹) کلین احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبیل پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء ص ۳۲
- (۲۰) شورش کاشمیری: پس دیوارِ زنداں، مطبوعات چٹان لاہور ص ۳۱۸-۳۱۹
- (۲۱) ماینامہ طلوع اسلام (دبلی) جون ۱۹۳۲ء ص ۶۵
- (۲۲) اختر، خراج: جب امر تر جل رہا تھا، خراج پبلشرز لاہور ۱۹۸۳ء ص ۵۱
- (۲۳) C.H. Philips: The partition of India George Allen and unwin limited London 1970 Page - 220
- (۲۴) سرفراز حسین مرزا: تحریک پاکستان تو اسے وقت کے اداروں کی روشنی میں، پاکستان سٹڈی سنٹر پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۳
- (۲۵) محمد منور: پروفیسر تحریک پاکستان تاریخی حدودِ حال، پیپ بورڈ پرنٹرز راولپنڈی ۱۹۹۲ء ص ۳۸

شہر لاہور کی مہمانداری کاروائیتی انداز بڈا سویت هاؤس کی مٹھائیاں



لاہور

ہماری ثقافت کا ایک

عظیم ورثہ

کہتے ہیں جو ایک بار

لاہور آیا وہ لاہوری

کا ہو کر رہ گیا۔

یہاں کے تاریخی مقامات کی سیر

اور زندگی لان لاہور کی روایتی

مہمانداری کوئی نہیں بھول سکتا۔

بڈا

سویت هاؤس

کی لذت اور خوش ذائقہ مٹھائیاں

ایسا مزہ جو ہمیشہ ساتھ رہے

ہمیشہ یاد رہے

Butt

sweet house

سویت هاؤس، بیکرز اینڈ کفیکشنرز

۱۰-میں وحدت روڈ لاہور

۱۶-میکلوڈ روڈ (لکشمی چوک) لاہور